مقدمہ

فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ

سیرت نگار شخصیات

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ

حکیم الامت حضرۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرۃ مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ

حضرۃ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ

فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان Mob: 0322-6180738

مقدمہ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ

تحقیق و کاوش

محمد اسحاق ملتانی

مدیر ماہنامہ محاسن اسلام ملتان

ترتیب و تسہیل

مولانا زاہد محمود قاسمی

فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ

[illegible]

کلماتِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مبارک علم کو جو ذخیرہ احادیث میں محفوظ تھا، برصغیر کے اردو داں حضرات تک منتقل کرنے میں ہمارے اکابر رحمہم اللہ کا بڑا احسان ہے۔ اس مبارک موضوع پر اکابر نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق سیرتِ طیبہ کے ہر ہر گوشہ کو اردو کا جامہ پہنا کر عامۃ المسلمین پر جو احسان عظیم فرمایا ہے یقیناً یہ ان کیلئے روزِ محشر شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قوی ذریعہ ہے۔

ہمارے اکابر علماء نے سیرتِ مقدسہ پر چھوٹے رسائل سے لیکر بڑی بڑی ضخیم کتب تالیف فرمائی ہیں جن کا حرف حرف ہمارے لیے سند ہے۔ ان اکابر کو اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عقیدت و محبت نصیب فرمائی تھی کہ ان کے حالات جاننے والے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ اکابر دیوبند نے اس دور میں خیر القرون کی مبارک یادیں تازہ کردی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق، اتباعِ سنت سے آراستہ زندگی، عقیدت و عظمت سے سرشار دل و دماغ، علم و عرفان سے معطر قلم، ایسی حالت و کیفیت میں ان اکابر حضرات نے جس موضوع پر تحریر یا تقریر کی اللہ پاک نے رشد و ہدایت کیلئے عوام الناس کے سینوں کو کشادہ فرمادیا۔ خیر و برکات کی عظیم کرامتیں اس پر مستزاد ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" کو دیکھ لیجئے کہ کس عشق و محبت، خلوص و للّٰہیت سے لکھی گئی کہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ اس کی تالیف اس زمانہ میں ہوئی جبکہ طاعون نے پورے علاقہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا لیکن جس دن اس مبارک کتاب کی تالیف کا کام کیا جاتا اس دن طاعون کی شدت میں کمی ہو جاتی۔

عرصہ دراز سے راقم الحروف کے دل میں یہ داعیہ تھا کہ جس طرح والد بزرگوار حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم نے "گلدستۂ تفاسیر" (جو بحمداللہ عوام و خواص میں بے حد مقبول ہوئی) مرتب کی ہے اسی طرح اپنے اکابر کی سیرتِ طیبہ سے متعلق مستند و جامع کتب سے ایک ایسا "گلدستۂ سیرت" مرتب کیا جائے جس کی سادہ، آسان، عام فہم عبارات سے صرف اہلِ علم ہی نہیں بلکہ عوام الناس بھی بآسانی مستفید ہو سکیں۔

موجودہ اکابر علماء سے مشاورت، حضرت والد صاحب و بزرگانِ دین کی دعا و توجہ کی برکت سے اپنے اکابر ہی کی کتب سے مضامینِ سیرت کو منتخب کرنا شروع کر دیا۔

احقر خود تو سوز عشق اور حروف علم سے نا آشنا ہے اس لیے کتاب ہذا میں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے اس کے تمام مضامین اکابر علماء کی تحریرات کا جامع انتخاب ہے۔

احقر نے مضامین کے انتخاب کے بعد اس کی ترتیب کا کام اپنے محترم مولانا زبید محمود قاسمی (استاد جامعہ دار العلوم) کے سپرد کیا جنہوں نے نہایت محنت اور خوش اسلوبی سے یہ کام سر انجام دیا۔

شروع میں خیال تھا کہ مضامین کی کثرت کے پیش نظر اسے چند جلدوں میں تقسیم کر دیا جائے لیکن قارئین کی سہولت کی فکر کی بنا پر ایک جلد میں تمام مضامین مرتب کر دیے گئے تا کہ اس مبارک کتاب کو سفر و حضر کا بہترین رفیق بنایا جا سکے۔

کتاب ہذا میں جلی عنوانات کی کتابت کا کام ملتان کے مشہور خطاط محترم راشد میاں صاحب نے کیا ہے اور کمپیوٹر ڈیزائننگ میں عزیزم عمران اعوان نے محنت شاقہ سے تعاون کیا ہے۔ بہرحال اپنی بساط کی حد تک کوشش کی ہے کہ مضامین کی معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ کتاب کی ظاہری ترتیب و زینت بھی قارئین کے حسب ذوق ہو۔

سیرت سے متعلق اکثر کتب آجکل مقدس مقامات کی رنگین یا سادہ تصاویر سے آراستہ ہوتی ہیں اس مقدس روش کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب ہذا میں بھی ایسے سینکڑوں رنگین و سادہ تصاویر اور غزوات کے نقشہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے ان تصاویر کے حصول میں جن احباب نے جس قسم کا بھی تعاون کیا ہے اللہ پاک انہیں اپنی شایان شان جزائے خیر سے نوازیں آمین۔

امید ہے کہ باذوق قارئین کے ذوق لطیف عوام و خواص کی جدید سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت و عقیدت سے مطالعہ فرمائیں گے اور اپنی زندگیوں کو اسوہ حسنہ میں ڈھالنے کی مبارک فکر فرمائیں گے نیز اپنے دوست احباب تک اس مبارک کتاب کو پہنچائیں گے۔

بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ اے اللہ! سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کتاب پر روز محشر احقر ناشر و مرتب اور والدین، جد امجد اور مشائخ کرام رحمہم اللہ جن کی بدولت یہ نعمت مل رہی ہے ان سب کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں میں شامل فرما اور اس کتاب کی برکت سے ادارہ کے تمام احباب و قارئین کو اسوہ حسنہ پر چلنے کی مبارک توفیق سے نواز کر دنیا و آخرت کے تمام مراحل میں کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنائے۔

آخر میں تمام قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب ہذا کو اجر و ثواب کی نیت سے ضرور مطالعہ فرمائیں تو نہ معلوم کس وقت میں یہ عظیم الشان کتاب بفضلہ تعالیٰ آپ کو جنت تک پہنچا سکتی ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق دے آمین۔

احقر: محمد اسحاق عفی عنہ

مورخہ ... 2005ء

اجمالی تعارف

یہ مجموعہ "سیرت النبی" تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے لے کر ہجرت سے قبل تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں بنیادی طور پر تو "سیرۃ المصطفیٰ" (حضرت کاندھلوی) کو ماخذ بنایا گیا ہے اور ترتیب بھی وہی رکھی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ "سیرۃ محمد رسول اللہ" (مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ) "سیرت رحمت عالم" (علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ) "النبی الخاتم" (مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ) "سیرت رحمت عالم" (مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ) "نامیہ المعجزات" اور "نشر الطیب" سے بھی موقع بموقع اقتباس کیا گیا ہے۔

دوسرے حصہ میں جو کہ ہجرت سے وفات حسرت آیات تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے اس کا تقریباً سارا مواد "سیرۃ المصطفیٰ" سے ماخوذ ہے اخذ کرتے میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ وہ علمی مباحث و موضوعات جن کا تعلق اہل علم سے ہے یا وہ مضامین جو حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سے مستنبط کیے ہیں انہیں چھوڑ دیا گیا ہے صرف سیرۃ مبارکہ کے مسلسل واقعات و حالات لیے گئے ہیں تاکہ عوام الناس کو استفادہ میں آسانی رہے۔

تیسرے حصہ میں جو کہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے اس میں پہلا باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ و لباس مبارک وغیرہ سے متعلق ہے جو کہ قاضی محمد سلمان منصور پوری کی کتاب "شمائل مصطفیٰ" سے ماخوذ ہے دوسرا باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم، والدین کریمین، چچا، پھوپھیوں، ازواج مطہرات و اولاد کے حالات پر مشتمل ہے جس کا مواد "سیرت رحمۃ للعالمین" (محمد سلمان منصور پوری) سے لیا گیا ہے جبکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں باندیوں خصوصی صحابہ کرام اور سامان وغیرہ کے متعلق بھی مختصر تذکرہ ہے یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب "سیرۃ الرسول" سے ماخوذ ہے۔

اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج اور اس پر غیر مسلموں کے شبہات کے جواب پر بھی مفصل مقالے شامل ہیں جو کہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی و حضرت مولانا حافظ محمد ثانی صاحب کی کتب سے لیے گئے ہیں۔ تیسرا باب "ذکر و سنت" کے عنوان سے ہے جس میں شب و روز کے مسنون اعمال اور اذکار کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب ارشادات پر مشتمل ہے جو کہ زیادہ تر حضرت مولانا میاں سید محمد اصغر حسین شاہ صاحب کی کتاب "ذکر و سنت" سے لیے گئے ہیں۔ چوتھا باب معجزات سے متعلق ہے جو "ترجمان السنۃ" سے ماخوذ ہے پانچویں باب میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی کا خطاب ہے جو کہ ختم نبوت کے موضوع پر بے حد جامع ہے اس کے علاوہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کا مقالہ لیا گیا ہے جو کہ "حیات النبی" صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک جامع و محکم تحریر ہے۔ آخر میں علامہ سمہودی رحمہ اللہ کی کتاب "وفاء الوفاء" سے مسئلہ "توسل بافضل الرسل" دیا گیا ہے جو کہ حنفیہ مسلک کے مطابق نقل کیا ہے۔

مُقدّمہ

فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

ایک مومن کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لیے بے تاب، مومن کی آنکھیں دیار حبیب کے لیے پیاسی، اس کا ذوق نظر ان ہی کے تصور سے گہربار اور اس کے لبوں کو ان ہی کے اسم بوسی کا انتظار رہتا ہے، یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے کہ عشق رسول کی اس دولت بے بہا سے کسے کتنا حصہ ملتا ہے، آیئے برصغیر کے چند ایسے ہی نصیب والے علماء کے چند مبارک واقعات کا ذکر کرتے ہیں:

مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے ہاں ایک سال دورۂ حدیث میں سوات کے مولوی عبدالحق بھی شریک تھے، انہوں نے رات کو خواب میں سرور دو عالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ درس حدیث کی مسند پر حضرت مفتی صاحب کی جگہ تشریف فرما ہیں، اور صحیح مسلم کی ایک حدیث پڑھا کر اس پر محدثانہ تقریر فرما رہے ہیں، عجیب بات یہ تھی کہ مولوی صاحب کو وہ تقریر جاگنے کے بعد بھی ٹھیک اسی طرح یاد رہی جیسے سنی تھی، صبح حضرت مفتی صاحب درس کے لیے تشریف لائے، اپنی مسند پر بیٹھ کر کتاب کھولی تو مولوی عبدالحق نے کہا "حضرت! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں" اجازت مل گئی تو انہوں نے اپنا رات والا خواب سنایا، وہ سنتے ہی حضرت مفتی صاحب اپنی مسند سے کھڑے ہو گئے، فرمانے لگے "عبدالحق! قبلہ رخ کھڑے ہو کر خدا کو گواہ بنا کر کہو کہ واقعی تم نے خواب میں اسی طرح دیکھا" مولوی صاحب حکم بجا لائے تو حضرت مفتی صاحب مسند سے ہٹ کر سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا "عبدالحق! تمہارا خواب سچا ہے۔"...... بس اس کے بعد حضرت مفتی اعظم چالیس روز تک احتراماً اس مسند پر نہیں بیٹھے۔

معاملہ اگرچہ خواب کا تھا...... لیکن بات ادب کے اعلیٰ مقام کی تھی!!

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ جب حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے فراغت کے بعد جب مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانگی ہوئی تو دیار حبیب سے کئی میل دور ہی گنبد خضراء پر نظر پڑتے ہی اپنا جوتا اتار لیا حالانکہ وہاں سے راستہ

توکدار پتھر کے ٹکڑوں سے بھرا تھا مگر آپ کے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ دیارِ حبیب میں جوتا پہن کر چلا جائے نا معلوم کس مقام پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارک پڑے ہوں اور میری کیا مجال کہ میں جوتا پہن کر اس مقام پر چلوں۔

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اپنے دور میں علمائے حق کے سرخیل تھے، ان سے کسی نے پوچھا "حضرت! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کی ایک دعا قبول ہوگی تو آپ کیا دعا کریں گے؟" فرمانے لگے "میں دعا کروں گا کہ اے اللہ! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت تھا، مجھے بھی اس میں سے کچھ حصہ مل جائے۔"

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف سے آج ایک دنیا فیض یاب ہو رہی ہے، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ہم اتباعِ سنت کا بہت ذکر کرتے ہیں، مگر اس کا کچھ حصہ ہمارے اعمال میں ہے بھی کہ نہیں؟...... چنانچہ میں تین دن تک صبح سے رات تک اپنے تمام اعمال کا بغور جائزہ لیتا رہا، دیکھنا یہ تھا کہ کتنی اتباعِ سنت ہم لوگ عادتاً کرتے ہیں، کتنی اتباع کی توفیق علم حاصل کرنے کے بعد ہوئی اور کتنی باتوں میں اب تک محرومی ہے؟ تین دن تک تمام امورِ زندگی اور معمولاتِ روز و شب کا جائزہ لینے کے بعد اطمینان ہو گیا کہ الحمدللہ معمولات میں کوئی عمل خلافِ سنت نہیں۔

اسی اتباعِ سنت و عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا ثمر تھا کہ ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ کسی آیت کا مطلب اس (خواب دیکھنے والے) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیان القرآن" میں دیکھو۔ بیان القرآن تفسیر ہے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی لکھی ہوئی۔

انہوں نے یہ خواب حضرت مولانا تھانوی کو لکھا۔ تو حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا:

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست۔

کہ اس خوشخبری پر اگر میری جاں بھی قربان ہو تو ٹھیک ہے

پھر ساری رات نہیں لیٹے۔ برابر درود شریف پڑھتے رہے۔ (اکابر دیوبند اور عشق رسول)

حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کا واقعہ

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں جب آپ تشریف لائے تو غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نماز پڑھانے کو مصلے پر جا کھڑے ہوئے مخلوق کے ازدحام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث بوجہ قلت کے جس وقت آپ جماعت میں شریک ہوئے ہیں تو قرأت شروع ہو گئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ زار زار رو رہے اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ افسوس بائیس برس کے بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہوئی۔

برصغیر کے علمائے حق کی یہ وہ جماعت ہے جس کے شب و روز کا ایک ایک عمل، جس کی زبان کا ایک ایک قول اور جس کی زندگی کا ایک ایک معمول... سنت رسول کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا معاملات سے لے کر عبادات تک اور اخلاق و عادات سے لے کر معاشرت تک ہر ہر شعبے میں ان کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نمونہ تھی، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، آتے جاتے، چلتے پھرتے اس طرح کے بے شمار امور میں بھی سنتوں کا نہ صرف خیال رکھتے بلکہ پابندی کے ساتھ ان پر عمل پیرا بھی ہوتے کہ عشق رسول نام ہی اتباع رسول کا ہے، اتباع رسول کے بغیر عشق رسول کا دم بھرنا "عشق و محبت" کی نزاکتوں کی توہین نہیں تو اور کیا ہے!۔

مدینہ منورہ کے ایک بزرگ نے فرمایا کہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے انگریزی میں ٹیلیفون نمبر بتائے حضرت کو یہ بہت ناگوار گزرا اور فرمایا کہ اللہ کے نبی کے گھر اللہ کے دشمن کی زبان۔ ماشاءاللہ کیسا عشق وادب تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایسے ہی اللہ والے متبع سنت اکابر کی تحریرات سے منتخب "جدید سیرۃ النبی" کو حرف حرف دیکھنے کا موقع ملا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سیرت مبارکہ کو قبولیت اور مقبولیت عامہ سے نوازیں۔ اور مؤلف اور مترجم و مرتب مولانا محمد اسحاق صاحب زید مجدہم کو اور ہم سب کو اللہ پاک اپنی رضا کے اعمال سے سرفراز فرما دیں۔ آمین ثم

بندہ عبد الستار عفی عنہ
۱۰/ شوال المکرم ۱۴۲۹ھ

فہرست مضامین

حصہ اوّل

ولادت تا شروعاتِ وحی

بعثت و دعوت
سابقین اولین

اعلانیہ دعوت

اسلام

مدینہ

ورود مسعود تا غزوۂ تبوک

حصہ دوم

غزوات

غزوات

غزوات

غزوات

غزوات

۹ھ کے غزوات

غزوات

حصہ سوم

حلیہ مبارک، لباس اور دیگر متعلقات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد

معجزات

ختم نبوت کا معنی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرٰهِيمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرٰهِيمَ

إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرٰهِيمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرٰهِيمَ

إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

جدید سیرت النبی ﷺ

حصہ اوّل

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِم

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه

ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا

من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له

ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له

ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله

صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه اجمعين

باب ۲

پیشگوئیاں

ولادت باسعادت

انقلاب عظیم کے آثار

نرالا بچپن اور جوانی میں مثالی کردار کی تخلیق

یادِ خدا کا شوق

نکاح

سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ مبارک

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

شجرہ مبارک والدہ مطہرہ کی طرف سے

مدرکہ

خزیمہ

تمیم

الحارث

لؤی

کعب

مرہ

عدی

کلاب

قصی

زہرہ

عبد مناف

وہب

عبد الدار

عثمان

عبد العزیٰ

حضرت آمنہ

گھر گھر اُجالا

حضورِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا
ظہورِ محمد سے گھر گھر اُجالا
بنایا خدا نے سراجاً منیرا
ہے نورِ محمد سے گھر گھر اُجالا

○

ہے ذاتِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا
صفاتِ محمد سے گھر گھر اُجالا
یہ انوارِ ذات و صفات، اللہ اکبر
حیاتِ محمد سے گھر گھر اُجالا

[illegible]

پہلوں کی پیش گوئیاں اور بشارتیں

بودھ کی آخری نصیحت

جس طرح مغربی زمینوں کو درست کرنیوالے (حضرت عیسیٰ) نے اپنا فرض اس طرح ادا کیا' دیکھو کہ اس سے پانچ سو برس پہلے مشرقی ممالک کو ایک مشرق بنانے والے نے بھی جس نے دھرم کا نرسنگھا ایران سے چین کی دیواروں تک پھونکا' سنوا چلتے ہوئے اس نے دنیا کو کیا وصیت کی اگرچہ بہت کچھ مٹ چکا ہے لیکن مٹنے سے جو چیزیں بچ گئی ہیں اس میں مہاتمہ بدھ کا یہ آخری فقرہ اب تک زندہ ہے جس کو اپنی زندگی ختم کرتے ہوئے خدا کے اس بندے نے اپنے شاگرد نندا کے کان میں اس وقت ڈالا جب اس کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ اور اس کا یہ مخلص خادم اس کے قدموں کو اپنے آنسوؤں سے یہ کہتے ہوئے دھو رہا تھا" آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دیگا۔"

بدھ نے اس کے جواب میں کہا" نندا میں پہلا بودھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا' نہ میں آخری بودھ ہوں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بودھ آئے گا۔

مقدس' منور القلب' عمل میں دانائی سے لبریز' مبارک' عالم کائنات کے انسانوں کا عدیم النظیر سردار جو غیر فانی حقائق میں ظاہر کرتا رہا ہوں' وہ بھی وہی ظاہر کرے گا' وہ ایک مکمل اور خالص مذہبی نظام زندگی کی میری طرح تبلیغ کرے گا"

نندے کہا" ہم اس کو کس طرح پہچانیں گے"۔

آقا نے فرمایا "وہ حمیریا کے نام سے موسوم ہوگا"۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں الہ آباد کے مشہور ہندو انگریزی اخبار لیڈر میں ایک بدھشت کا یہ مضمون صفحہ سات کالم تین میں شائع ہوا تھا اس میں اسی "حمیریا" لفظ کا ترجمہ نامہ نگار مذکور نے لکھا تھا۔ "وہ جس کا نام رحمت ہے" (نبی رحمت)

حضرت داؤد علیہ السلام کی بشارت

داؤد علیہ السلام جس کے گھر کی تمنا میں بے چین ہو ہو کر اپنی بانسری سے یہ پرسوز نے پیدا فرماتے تھے۔

"مبارک ہیں وہ تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری حمد کرتے ہیں وہ بکہ سے گزرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے"۔ (زبور باب ۸۴)

حضرت سلیمانؑ کی آرزو

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے شاہی تخت پر اس کے آگے سر بھی جھکایا تھا اشاروں کنایوں میں نہیں اعلانیہ نام لے کر اپنے دل کی اس لگن کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا۔

"وہ کلّو محمدیم زہ دودی وزہ رعی" (غزل الغزلات سلیمان ب ۵۔۱۶)(النبی الخاتم)

حضرت یسعیاہ کا اعلان

وہ ٹھیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ میرے محبوب ہیں میری جان یسعیاہ نبی اپنے جوش بیان میں اس کا نعرہ اسی طرح بلند کر رہے تھے۔ عرب کے صحرا میں رات کاٹنے والے ددانیوں کے قافلو! پانی لے کر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! اے روٹی لے کر بھاگنے والوں کو ملنے آؤ۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں"۔ (یسعیاہ باب ۲۱: ۱۳ تا ۱۵) (النبی الخاتم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بشارت

سینا کی روشنی میں حضرت کلیم کو دکھایا گیا، دیکھ کر وہ چلائے:

"خدا سینا سے نکلا شعیر سے چمکا اور فاران ہی کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ" (پیدائش باب ۳۳:۲)

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو بھی دیکھ رہے ہیں اور صد اس صدق میں ہزار ہا برس پہلے ان کو بھی دیکھ رہے تھے جنہوں نے صرف اس کو دیکھ کر ملائکہ کا رتبہ حاصل کیا۔ ایک دو تو کجا بلکہ ان کی دس ہزار کی تعداد کو دیکھا ان کی قدوسیت کی شہادت ادا کی۔

حضرت عیسیٰ کی بشارت

حضرت مسیح علیہ السلام نے آنے والے کے آنے کا دنیا کو منتظر بنایا تھا جو مسیح کے جانے کے ساتھ ہی آ گیا۔ اس پر کیا تعجب ہے کہ انہوں نے اتنا قریب سے اس کو دیکھ لیا اور سچ تو یہ ہے کہ ڈھائی سال کی اس نبوت کا مقصد اگر بجائے تعمیر کے عیسائی بھی اسی طرح آنے والے کی تبشیر اور "مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" قرار دیتے جیسا کہ قرآن نے قرار دیا ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی جگہ وہ اسی کو ڈھونڈتے جس کے بتانے کے لئے مسیح علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ (باقی تمام)

اللھم صل علی محمد

وعلی آل محمد

والدہ ماجدہ کے بطن میں قرار پانے کی برکات

خواب میں بشارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی "تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا۔ اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد اور ان کا نام محمد رکھنا"۔ (سیرۃ ابن ہشام)

نور کا دیکھنا

حمل کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس میں شام کے شہر بصریٰ کے محل ان کو نظر آئے۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ۔ یہ نور کا دیکھنا اس قصہ کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح کا واقع ہوا۔

آسانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل جو آپ سے زیادہ تیز اور آسان ہو نہیں دیکھا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ۔ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بھی نہ تھا۔ اس عبارت میں برابر ہونے کی بھی نفی ہے۔ تیز کا مطلب یہ ہے کہ مشکل نہ تھا اور آسان تھا کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف حملی سستی یا بھوک نہ لگنا وغیرہ نہ تھا۔

ولادت شریفہ

سرورِ عالم سید ولد آدم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم وشرف وکرم واقعہ فیل کے پچاس یا پچپن روز کے بعد بتاریخ ۸ ربیع الاول یوم دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ عیسوی کو مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت ابوطالب کے مکان میں پیدا ہوئے۔ ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پر نور ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے لیکن جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ عبداللہ بن عباس اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے اور اسی قول کو علامہ قطب الدین قسطلانی نے اختیار کیا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:-

عبداللہ کے مرنے کے چند مہینوں کے بعد بی بی آمنہ کے بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔ یہی وہ بچہ ہے جو ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے پیدا ہونے کی دعا حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے مانگی تھی اور جو ساری دنیا کی قوموں کا رسول بننے والا تھا۔

پیدائش ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر برس بعد ہوئی۔ سب گھر والوں کو اس بچہ کے پیدا ہونے سے بڑی خوشی ہوئی۔

حضرت مولانا محمد میاںؒ رقمطراز ہیں:-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی تھی۔ "یاتی من بعدی اسمہ احمد" میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

۲۵ اپریل ۵۷۱ء کو اس جانِ آفرینِ بشریت کا ظہور ہوا۔
صبح کا سہانا وقت تھا ابھی سورج نہیں نکلا تھا کہ ہدایت و رحمت کا یہ آفتاب افقِ مکہ پر طلوع ہوا۔
شرافت اور انسانیت کے چمنستان میں آپ کی تشریف آوری فصلِ گل بن کر آئی تھی تو آپ کی پیدائش بھی موسمِ بہار میں ہوئی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ لکھتے ہیں:۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسمِ بہار میں دوشنبہ کے دن بعد از صبح صادق و قبل از طلوعِ آفتاب پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ والد بزرگوار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔

عبدالمطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا، اپنے ۲۴ سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچہ کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔

پیدائش مبارک کا دن، جگہ اور تاریخ

دن و تاریخ:۔ سب کا اتفاق ہے کہ پیر کا دن تھا۔ تاریخ میں اختلاف ہے کہ آٹھویں یا بارھویں ہے۔ ([illegible])

مہینہ:۔ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاوّل تھا۔

سال:۔ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا (جس سال اصحابِ الفیل ہلاک کئے گئے) بقول بعض اس واقعہ سے پچاس دن بعد اور بعض نے پچپن دن بعد کہا ہے۔ ([illegible])

وقتِ پیدائش:۔ بعض نے رات اور بعض نے دن کا وقت کہا ہے (قول الزرکشی) بعض نے بوقتِ طلوعِ فجر کہا ہے۔ ([illegible])

مقامِ پیدائش:۔ بعض کے نزدیک مکہ میں پیدا ہوئے۔ بعض کے نزدیک شعب (محصّب) میں پیدا ہوئے بعض کے نزدیک ردم میں پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک عسفان میں پیدا ہوئے۔ ([illegible])

ایران کے شہنشاہ کسریٰ کا وہ محل جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے موقع پر دراڑیں پڑ گئی تھیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے آباؤ اجداد کا محلہ

ولادت شریفہ کے وقت پیش آنیوالے واقعات

مشرق و مغرب روشن ہو گئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: آمنہ بنت وہب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) فرماتی ہیں: جب آپ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیٹ سے جدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

فائدہ: اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے: "اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واقعہ کے بارے میں خود ارشاد فرمایا: رویاء امی التی رات اور اس میں یہ بھی آپ کا ارشاد ہے و کذا امہات الانبیاء یرین یعنی انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں۔

خانۂ کعبہ نور سے معمور ہوا

عثمان ثقفیہ جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے روایت کرتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر قریب آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

غیبی آواز

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ شفا سے روایت کرتے ہیں کہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ بچوں کے معمول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا۔ رحمک اللہ (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہوگئی یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محل دیکھے پھر میں نے آپ کو دودھ دیا (یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیوں کہ شفا کو کسی نے دودھ پلانے والیوں میں ذکر نہیں کیا) اور لٹا دیا تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی: مجھ پر تاریکی، رعب اور لرزہ چھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے ایک کہنے والے کو سنا: ان کو کہاں لے گئے تھے جواب دینے والے نے کہا: مشرق کی طرف۔ وہ کہتی ہیں: اس واقعہ کی عظمت مستقل میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا میں اول اسلام لانے والوں میں سے ہوئی (کذا فی المواہب)

فائدہ مشرق کے ذکر سے مغرب کی نفی نہیں ہوئی۔ دوسری روایت میں مغارب بھی آیا ہے۔ کما فی الشمامۃ شاید اس روایت میں مشرق کی فضیلت کی وجہ سے اس کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے جیسے کہ والصافات کے شروع میں رب المشارق فرمایا گیا ہے۔

پیدائش کے بعد کلام کرنا

فتح الباری میں سیرۃ الواقدی سے نقل کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے ابتدائی زمانے میں کلام فرمایا۔

یہودی کی چیخ و پکار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سات آٹھ سال کا تھا اور سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے اچانک چلانا شروع کیا: اے یہود کی جماعت! وہ سب جمع ہو گئے۔ میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لوگوں نے کہا: تجھ کو کیا ہوا؟ کہنے لگا: آج شب احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ ستارہ جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے طلوع ہو گیا ہے۔ (رواہ البیہقی وابونعیم کذا فی المواہب)

محمد بن اسحاق صاحب السیر کہتے ہیں: میں نے حسان بن ثابت کے پوتے سعید سے

پوچھا: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا۔ ساٹھ سال تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے تھے تو اس حساب سے حسان بن ثابت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے تو انہوں) نے یہودی کا یہ قول سات سال کی عمر میں سنا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے: ایک یہودی مکہ میں آیا تھا۔ جس شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس نے کہا: اے قریش کی جماعت کیا آج شب تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں تو معلوم نہیں۔ کہنے لگا! دیکھو کیونکہ آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے۔ (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جا کر تحقیق کی تو خبر ملی۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس آیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا۔ بنی اسرائیل سے نبوۃ رخصت ہوئی اے قریش کی جماعت! سن لو واللہ! یہ تم پر ایسے غالب ہوں گے کہ مشرق اور مغرب میں ان کی (شہرت) کی خبر پھیل جائے گی۔

ستاروں کا جھک آنا

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھی تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آ گریں گے۔

ستاروں کے زمین کی طرف جھک آنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ عنقریب زمین سے کفر و شرک کی ظلمت اور تاریکی دور ہوگی اور انوار و ہدایت سے تمام زمین روشن اور منور ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام و یخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ۔ الآیۃ

تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور ہدایت اور ایک روشن کتاب آئی ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو ہدایت فرماتا ہے جو رضائے حق کے طلبگار ہوں اور اپنی توفیق سے ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔ (سیرۃ مغلطائی)

شام کے محلات کا روشن ہونا

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ولادت باسعادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے یہ روایت مسند احمد اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ روایت صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی مسند احمد میں ابو امامہؓ سے بھی مروی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بصریٰ کے محل روشن ہو گئے۔

کعب احبار سے منقول ہے کہ کتب سابقہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ شان ذکر کی گئی ہے۔

محمد رسول اللہ مولدہ بمکۃ و مہاجرہ بیثرب و ملکہ بالشام

محمد اللہ کے رسول کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت مدینہ میں ہوگی اور ان کی حکومت اور سلطنت شام میں ہوگی۔

یعنی مکہ سے لے کر شام تک تمام علاقہ آپ ہی کی زندگی میں اسلام کے زیر نگین آ جائے گا۔ چنانچہ شام آپ ہی کی زندگی میں فتح ہوا۔ عجب نہیں اسی وجہ سے ولادت باسعادت کے وقت شام کے محل دکھلائے گئے ہوں اور بصریٰ جو ملک شام کا ایک شہر ہے وہ خاص طور پر اس لئے دکھلایا گیا ہے کہ علاقہ شام میں سے سب سے پہلے بصریٰ ہی میں نور نبوت اور نور ہدایت پہنچا ہے اور ممالک شام میں سب سے پہلے بصریٰ ہی فتح ہوا۔

اور عجب نہیں کہ شام کے محل اس لئے بھی دکھلائے گئے ہوں کہ مجمع چالیس کے قریب ابدال کو جو عیسیٰ کے قریب قدم ابراہیم پر ہیں ان کا مرکز اور مستقر شام ہی ہے۔ اس لئے یہ نسبت دوسرے ممالک کے ملک شام خاص طور پر انوار و برکات کا معدن اور منبع ہے۔ اس لئے ولادت باسعادت کے وقت شام کے محل دکھلانے میں اس طرف اشارہ تھا کہ یہ ملک نور نبوت کا خاص طور پر تجلی گاہ ہوگا اور اسی وجہ سے آپ کو اولاً مکہ مکرمہ سے شام یعنی مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی کہ جس کے گرد ہم نے برکتیں بچھا دی ہیں۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملک شام میں جو مسجد اقصیٰ کے ارد گرد واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص برکتوں کو وہاں بچھا دیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب عراق سے ہجرت فرمائی تو شام ہی کی طرف فرمائی اور قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نزول بھی شام ہی میں جامع دمشق کے منارۂ شرقیہ پر ہوگا۔

اور نبی اکرم ﷺ نے بھی قیامت کے قریب شام کی ہجرت کی ترغیب دی ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی

یعقوب بن سفیان باسناد حسن حضرت عائشہؓ سے راوی ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں بغرض تجارت رہتا تھا جس شب میں آپ ﷺ پیدا ہوئے تو مجلس میں قریش سے یہ دریافت کیا کہ اس شب میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ قریش نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ یہودی نے کہا اچھا ذرا تحقیق تو کرکے آؤ آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے (یعنی مہر نبوت) وہ دو رات تک دودھ نہ پئے گا۔ اس لئے کہ ایک جن نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی ہے۔ لوگ فوراً اس مجلس سے اٹھے اور اس کی تحقیق کی۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا کہ مجھ کو بھی چل کر دکھاؤ۔ یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان کی علامت (مہر نبوت) کو دیکھا تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو یہ کہا کہ نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی۔ اے قریش واللہ یہ مولود تم پر ایک ایسا حملہ کرے گا کہ جس کی خبر مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل جائے گی۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حسن ہے اور اس واقعہ کے نظائر اور شواہد بھی ہیں جن کی شرح اور تفصیل طویل ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

کسریٰ کے محلات میں زلزلہ

ولادت باسعادت کی شب میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا۔ جس

سے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔ اور فارس کا آتش کدہ جو ہزار سال سے مسلسل روشن تھا وہ بجھ گیا اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ نہایت پریشان تھا۔ شاہانہ وقار اس کے اظہار سے مانع ہو رہا تھا۔ بالآخر وزراء اور ارکان دولت کو جمع کر کے دربار منعقد کیا۔ اثنائے دربار میں یہ خبر پہنچی کہ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا ہے۔ کسریٰ کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔ ادھر سے موبذان نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پار ہو کر تمام ممالک میں پھیل گئے۔ کسریٰ نے موبذان سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ موبذان نے کہا کہ شاید عرب کی طرف کوئی عظیم الشان حادثہ پیش آئے گا۔ کسریٰ نے توثیق اور اطمینان کی غرض سے نعمان بن منذر کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کسی بڑے عالم کو میرے پاس بھیجو جو میرے سوالات کا جواب دے سکے۔

نعمان بن المنذر نے ایک جہاندیدہ عالم، عبدالمسیح غسانی کو روانہ کر دیا۔ عبدالمسیح جب حاضر دربار ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میں جس چیز کو تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے۔ عبدالمسیح نے کہا کہ آپ بیان فرمائیں، اگر مجھ کو علم ہوگا تو میں بتلا دوں گا ورنہ کسی جاننے والے کی طرف رہنمائی کر دوں گا۔ بادشاہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ عبدالمسیح نے کہا کہ غالباً اس کی تحقیق میرے ماموں سطیح سے ہو سکے گی جو آج کل شام میں رہتے ہیں۔

کسریٰ نے عبدالمسیح کو حکم دیا کہ تم خود اپنے ماموں سے اس کی تحقیق کر کے آؤ۔ عبدالمسیح اپنے ماموں سطیح کے پاس پہنچا تو سطیح اس وقت نزع کی حالت میں تھا۔ مگر ہوش ابھی باقی تھے۔ عبدالمسیح نے جا کر سلام کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ سطیح نے جب عبدالمسیح کے اشعار پڑھتے سنے تو عبدالمسیح کی طرف متوجہ ہوا اور یہ کہا کہ عبدالمسیح تیز اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس پہنچا جبکہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ تجھ کو بنی ساسان کے بادشاہ نے محل کے زلزلہ اور آتش کدہ کے بجھ جانے اور موبذان کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے کہ سخت اور قوی اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جا رہے ہیں اور دجلہ سے پار ہو کر تمام بلاد میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح خوب سن لے جب کلام الٰہی کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے اور صاحب عصا ظاہر ہو اور وادی سماوہ رواں ہو جائے اور دریائے ساوہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے

تو سطیح کے لیے شام شام نہ رہے گا۔ بنی ساسان کے چند مرد اور عورتیں بقدر کنگروں کے بادشاہت کریں گے اور جو شے آنے والی ہے وہ گویا کہ آ ہی گئی۔ یہ کہتے ہی۔ سطیح مر گیا۔ عبدالمسیح واپس آیا اور کسریٰ سے یہ تمام ماجرا بیان کیا۔ کسریٰ نے سن کر یہ کہا کہ چودہ سلطنتوں کے گزرنے کے لیے ایک زمانہ چاہیے مگر زمانے کو گزرتے کیا دیر لگتی ہے دس سلطنتیں تو چار ہی سال میں ختم ہو گئیں۔ اور باقی چار سلطنتیں حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت تک ختم ہو گئیں۔ حافظ ابن سید الناس نے اس واقعہ کو عیون الاثر میں اپنی طویل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اور یہ روایت تاریخ ابن جریر طبری میں بھی اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے عبدالمطلب کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور یہ کہا کہ البتہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی چنانچہ ہوئی یہ روایت طبقات ابن سعد ص ۶۳ ج ا قسم اول میں مذکور ہے۔ سند اس کی نہایت قوی ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

لیکن چونکہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ اس لیے ختنہ کے بارے میں تین قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ حضور مختون پیدا ہوئے۔ حاکم کہتے ہیں کہ آپ کے مختون پیدا ہونے میں احادیث متواتر ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ کی ختنہ کرائی جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سنت کے مطابق مولود کے ساتویں روز ختنہ کراتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے یہاں آپ کی ختنہ ہوئی اور یہ قول ضعیف ہے۔ مشہور اور معتبر اول ہی کے دو قول ہیں اور ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون ہی پیدا ہوئے لیکن ختنہ کی تتمیم و تکمیل عبدالمطلب نے کی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

انتہائی طہارت و نظافت کے ساتھ پیدا ہوئے

اسحاق بن عبداللہ حضرت آمنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو نہایت نظیف تھے اور پاک صاف تھے جسم اطہر پر کسی قسم کی آلائش اور گندگی نہ تھی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

عقیقہ اور تسمیہ

ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی اور محمد آپ کا نام تجویز کیا۔ قریش نے کہا کہ اے ابوالحارث "ابوالحارث عبدالمطلب کی کنیت ہے" آپ نے ایسا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کی قوم میں سے اب تک کسی نے نہیں رکھا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے یہ نام اس لئے رکھا کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق زمین میں اس مولود کی حمد اور ثنا کرے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عبدالمطلب نے ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کی دعوت کی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبدالمطلب نے کہا "محمد" لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ کہا میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان قرار پائے۔

حضرت مولانا محمد میاںؒ نے یوں لکھا ہے کہ اس چہیتے بچہ کا نام دادا نے "محمد" والدہ نے "احمد" رکھا۔

اسم گرامی "محمد" اور "احمد" کا انتخاب

حضرت عبدالمطلب نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ جو اس نام رکھنے کا باعث ہوا وہ یہ کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی کہ جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک جانب مغرب تک ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتے پر ایسا نور ہے کہ جو آفتاب کے نور سے ستر درجہ زائد ہے۔ مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں۔ قریش

میں سے بھی کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قریش میں سے کچھ لوگ اس کے کاٹنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اس ارادے سے اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں تو ایک نہایت حسین وجمیل جوان ان کو آکر ہٹا دیتا ہے۔ معبرین نے عبدالمطلب کے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے اور آسمان اور زمین والے اس کی حمد اور ثنا کریں گے اس وجہ سے عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا (۱) عبدالمطلب کو اس خواب سے محمد نام رکھنے کا خیال پیدا ہوا اور ادھر آپ کی والدہ ماجدہ کو رؤیائے صالحہ کے ذریعہ سے یہ بتلایا گیا کہ تم برگزیدۂ خلائق اور سید الامم کی حاملہ ہو۔ اس کا نام محمد رکھنا اور ایک روایت میں ہے کہ احمد نام رکھنا کذا فی عیون الاثر (۲) بریدہؓ اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ ہے کہ محمد اور احمد نام رکھنا خصائص کبریٰ۔

غرض یہ کہ صاحب الہام کی تقاطر اور رؤیائے صالحہ کے تواتر نے ماں اور دادا احباب اور اقارب یگانہ اور بیگانہ سب ہی کی زبان سے وہ نام تجویز کرا دیئے کہ جس نام سے انبیاء و مرسلین اس نبی امی فداہ نفسی و ابی و امی کی بشارت دیتے چلے آ رہے تھے۔ جس طرح حضرت عبدالمطلب کا تمام بیٹوں میں سے صرف آپ کے والد ماجد کا ایسا نام تجویز کرنا کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو یعنی عبداللہ نام رکھنا یہ القاء ربانی تھا اسی طرح آپ کا نام مبارک محمد اور احمد رکھنا یہ بھی بلاشبہ الہام ربانی تھا جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مسلم میں ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں کو الہام فرمایا اس لئے یہ نام رکھا (شرح مسلم باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اور یہی دونوں نام حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائے ہیں۔

اسم گرامی ''محمد'' کا معنی

محمد کا ماخذ حمد ہے حمد اصل میں کسی کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اور کمالات اصلیہ اور فضائل حقیقیہ اور محاسن واقعیہ کو محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تحمید جس سے محمد مشتق ہے وہ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کے

گئے ہوئی ہے۔ لہذا لفظ محمد جو تحمید کا اسم مفعول ہے، آپ کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذات ستودہ صفات کہ جن کے واقعی اور اصلی کمالات اور محاسن کو محبت اور عظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے۔

اسم گرامی "احمد" کا معنی

یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بعض کے نزدیک اسم مفعول کے معنی میں ہے اور بعض کے نزدیک اسم فاعل کے معنی میں ہے۔

اگر اسم مفعول کے معنی لئے جائیں تو احمد کے یہ معنی ہوں گے۔ سب سے زائد ستودہ یعنی مخلوق میں آپ سے زائد کوئی ستودہ نہیں اور نہ آپ سے بڑھ کر کوئی سراہا گیا۔

اور اگر اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو احمد کے یہ معنی ہوں گے کہ مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کی حمد اور ستائش کرنے والے۔ یہ بھی نہایت صحیح اور درست ہے۔ جو نبی آپ نے اور آپ کی امت نے خدا کی وہ حمد و ثنا کی جو کسی نے نہیں کی۔ اسی وجہ سے انبیاء سابقین نے آپ کے وجود باجود کی بشارت لفظ احمد کے ساتھ اور آپ کی امت کی بشارت حمادین کے لقب سے دی ہے جو نہایت درست ہے اور اللہ نے آپ کو سورۃ الحمد عطا کی اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد اور ہر دعا کے بعد آپ اور آپ کی امت کو حمد اور ثنا پڑھنے کا حکم دیا۔ اور آخرت میں بوقت شفاعت آپ پر من جانب اللہ وہ محامد اور خدا کی وہ تعریفیں منکشف ہوں گی کہ جو آج تک کسی نبی مرسل پر اور نہ کسی ملک مقرب پر منکشف ہوئیں۔ اسی وجہ سے قیامت کے دن آپ کو مقام محمود اور لواء حمد عطا ہوگا۔ اس وقت تمام اولین و آخرین جو میدان حشر میں جمع ہوں گے وہ آپ کی حمد اور ثنا کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ حمد کے تمام معانی اور انواع و اقسام آپ کے لئے خاص کر دیئے گئے۔ کلمات انبیاء اور ارشادات نبویہ میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حمد و ثنا ہر کام کے ختم کے بعد پسندیدہ اور مستحسن ہے۔ آیات قرآنیہ اور کلمات

قدسیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حمد کسی شے کے اختتام ہی کے بعد ہوتی ہے اس لئے حق جل شانہ نے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا۔ تاکہ وحی کے بند ہو جانے اور اختتام نبوت و رسالت کی جانب مشیر ہو۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

پانچ مخصوص اسمائے گرامی

بخاری اور مسلم میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں یعنی کفر کا مٹانے والا ہوں میں حاشر ہوں یعنی لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔ یعنی سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا یا یہ معنی ہیں کہ آپ اس روز سب کے امام اور پیشوا ہوں گے اور سب آپ کے محتاج ہوں گے۔ اور میں عاقب ہوں یعنی تمام انبیاء کے بعد آنے والا۔ بخاری ترمذی وغیرہ میں یہ لفظ ہیں انا العاقب الذی لیس بعدی نبی میں عاقب ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عاقب کے معنی یہ ہیں۔ الذی ختم اللہ بہ الانبیاء جس پر اللہ نے انبیاء کا سلسلہ ختم فرمایا۔

سفیان فرماتے ہیں کہ عاقب کے معنی آخر الانبیاء ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بھی بہت نام ہیں مگر اس حدیث میں پانچ کی تخصیص غالباً اس لئے فرمائی کہ آپ کے مخصوص نام انبیاء سابقین کے صحیفوں میں زیادہ مشہور یہی پانچ نام ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

رضاعت

سب سے پہلی شیر خوارگی

ولادت با سعادت کے بعد تین چار روز تک آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دودھ پلایا۔
(سیرۃ المصطفیٰ)

زمانہ برتری اور خوش حالی کا ایک تکلف یہ تھا کہ بیگمات اپنے بچوں کو خود دودھ نہیں پلاتی تھیں کچھ عرصہ بچہ ماں کے پاس رہتا تو دودھ پلانے میں خاندان کی عورتیں یا باندیاں مدد کیا کرتی تھیں۔ پھر بچہ کو مستقل طور پر کسی ماما کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے تو صرف سات یا نو روز دودھ پلایا۔ پھر ابولہب کی آزاد کردہ باندی ثوبیہ نے سات روز دودھ پلایا۔ ان کے علاوہ کچھ اور خواتین نے۔ (محمد عربی اللہ کے رسول از محمد عنایت اللہ سبحانی)

سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ نے اور دو تین روز کے بعد ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ جو ابولہب کی لونڈی تھی۔

سب سے پہلے ہمارے رسول ﷺ کو ان کی ماں آمنہ نے دودھ پلایا دو تین دن کے بعد ان کے چچا ابولہب کی ایک لونڈی ثوبیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

سب سے پہلی رضاعی والدہ

ولادت باسعادت کے بعد تین چار روز تک آپ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ پھر آپ کے چچا ابولہب کی آزاد کردہ کنیز ثوبیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

آپ کے چچا ابولہب کو جب ثوبیہ نے آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اس خوشی میں اسی وقت ثوبیہ کو آزاد کر دیا اور ثوبیہ ہی نے آپ سے پیشتر آپ

کے سگے چچا حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس لئے حمزہؓ آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ اور آپ کے بعد ثویبہ نے ابوسلمہ کو دودھ پلایا۔ زرقانی ص ۱۳۸ ج ۱۔ مرنے کے بعد ابولہب کو حضرت عباسؓ نے خواب میں دیکھا کہ نہایت بری حالت میں ہے پوچھا کہ کیا حال ہے ابولہب نے کہا تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی۔ مگر صرف اتنی کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے سر انگشت کی مقدار پانی پلا دیا جاتا ہے۔ (بخاری شریف) یعنی جس انگشت کے اشارے سے آزاد کیا تھا اسی قدر مجھ کو پانی مل جاتا ہے۔

ثویبہ کے اسلام میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن مندہ نے ثویبہ کو صحابیات میں ذکر کیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت حلیمہ کی گود میں

قریش کو اپنی زبان سے عشق تھا۔ وہ شخص قوم کا سردار نہیں مانا جاسکتا تھا جو فصیح نہ ہو۔ بچپن ہی سے زبان کی حفاظت کی جاتی تھی اور بچوں کو فصیح عربی کا عادی بنایا جاتا تھا۔ مکہ شہر میں یہ ممکن نہیں تھا کہ بچے خالص فصیح عربی کے عادی بنیں کیونکہ یہ ایک تیرتھ تھا جہاں غیر قریشی عرب جو فصاحت سے نا آشنا ہوتے تھے ہمیشہ آتے رہتے تھے۔ یہاں قیام کرتے تھے تجارت کے سلسلہ میں بھی آمد و رفت رہتی تھی اور زبان کے لحاظ سے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ یہاں عجمی (شام اور افریقہ وغیرہ کے غلام) بکثرت رہتے تھے ایک ایک گھرانے میں کئی کئی خادم ہوتے تھے۔ ان کی مخلوط عربی مضحکہ خیز ہوتی تھی اور بچوں کا واسطہ زیادہ تر انہیں غلاموں سے پڑتا تھا اس لئے قریش نے کچھ ایسے دیہاتی قبائل منتخب کر رکھے تھے جن کی زبان فصیح مانی جاتی تھی۔ انہیں قبائل کی عورتوں کو وہ اپنے بچوں کی "انا" بناتے تھے۔ ان قبائل کی عورتیں مکہ میں آتیں اور بچوں کو لے جاتیں وہی دودھ پلاتیں اور وہی پرورش کرتیں۔ انہیں ٹکسالی عربی کے الفاظ بچوں کے کانوں میں پڑتے۔ انہیں الفاظ کی ادائیگی کے لئے بچوں کی زبان پہلی مرتبہ ہلتی اور فصاحت گویا ان کی گھٹی میں پڑ جاتی۔

زبان کی حفاظت کے علاوہ صحت کے لحاظ سے بھی دیہات کی کھلی ہوا بچوں کے لئے مفید ہوتی تھی۔ اس سماجی رسم کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ بچوں کا نشو ونما صحت مند ہو اخلاق

و خصائل کے لحاظ سے بھی یہ قبیلے پست نہ تھے۔ یتیم عبداللہ کے دور رضاعت کو خاندانی
آداب کے اسی سانچے میں ڈھلنا پڑا۔ (محمد رسول اللہؐ)

عرب میں یہ دستور تھا کہ شرفاء اپنے شیر خوار بچوں کو ابتداء ہی سے دیہات میں بھیج
دیتے تھے تاکہ دیہات کی صاف و شفاف آب و ہوا میں ان کا نشوونما ہو۔ زبان ان کی فصیح
ہو اور عرب کا اصلی تمدن اور عربی خصوصیات ان سے علیحدہ نہ ہوں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

جیسا کہ رواج تھا بہت سی عورتیں دودھ پینے والے بچوں کو لینے کے لئے مکہ میں آ گئیں
مگر یتیم عبداللہ کو کسی نے قبول نہیں کیا کہ "بیوہ ماں" سے کچھ زیادہ انعام کی امید نہیں تھی۔ دادا
اگرچہ سردار مکہ تھے مگر چراغ سحر تھے۔ قبیلہ سعد کی ایک عورت حلیمہ تھی وہ بھی "ماں" بننے کے
لئے آئی تھی مگر اس کو عورتوں نے اس لئے منظور نہ کیا کہ وہ فاقہ زدہ کمزور تھی۔ وہ خیال کرتی تھیں
کہ یہ سوکھی عورت خود دودھ کی محتاج ہے بچے کو دودھ کیا پلائے گی۔ مگر نامراد ہی مراد بن گئی۔ جب
حلیمہ سعدیہ سیدہ آمنہ کے پاس پہنچیں اور آمنہ کا لال اسے دودھ پلانے کے لئے مل گیا حلیمہ کو
مفلس ہاتھ لگا اور آمنہ کی اپنی پڑوسنوں اور سہیلیوں میں آنکھ نیچی نہ ہوئی ورنہ انہیں صدمہ تھا
کہ عورتیں کہتی تھیں کہ اس یتیم کو کوئی "ماں" بھی نصیب نہ ہوئی۔ (محمد رسول اللہؐ)

حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں اور بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آئے میرے
ساتھ میرا شوہر اور ایک میرا شیر خوار بچہ تھا۔ سواری کے لئے ایک لاغر و دبلی گدھی اور ایک اونٹنی
جس کا یہ حال تھا کہ ایک قطرہ دودھ کا اس سے نہ نکلتا تھا کہ ہم بھوک کی وجہ سے رات بھر نہ
سوتے۔ بچہ کا یہ حال کہ تمام شب بھوک کی وجہ سے روتا اور بلبلاتا۔ میرے پستانوں میں اتنا دودھ
نہ تھا کہ جس سے بچہ سیر ہو سکے۔ کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ جس پر آپ پیش نہ کئے گئے ہوں مگر
جب یہ معلوم ہوتا کہ آپ یتیم ہیں تو فوراً انکار کر دیتیں کہ جس کے باپ ہی نہیں اس سے حق
الخدمت ملنے کی کیا توقع کی جائے۔ مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ یتیم نہیں ہے بلکہ دریتیم ہے اور یہ وہ
مبارک مولود ہے کہ جس کے ہاتھوں میں قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیاں رکھی جانے والی ہیں۔
دنیا میں اگرچہ اس کا کوئی والی اور مربی اور حق الخدمت دینے والا نہیں مگر وہ رب العالمین جس
کے ہاتھ میں تمام زمین اور آسمان کے بے شمار خزائن ہیں وہ اس یتیم کا والی اور متولی ہے اور اس

کی پرورش اور تربیت کرنے والوں کو وہ بہ نقصان سے زائد حق الخدمت دینے والا ہے۔
سب عورتوں نے شیر خوار بچے لے لئے صرف حلیمہ خالی رہ گئیں۔ جب روانگی کا وقت آیا تو حلیمہ کو خالی ہاتھ جانا شاق معلوم ہوا۔ یکا یک غیب سے حلیمہ کے دل میں اس یتیم کے لینے کا نہایت قوی داعیہ اور شدید تقاضہ پیدا ہو گیا۔ حلیمہ نے اپنے شوہر سے جا کر کہا۔ خدا کی قسم میں ضرور اس یتیم کے پاس جاؤں گی اور ضرور اس کو لے کر آؤں گی۔ شوہر نے کہا اگر تو ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں امید ہے کہ حق جل شانہ اس کو ہمارے لئے خیر و برکت کا سبب بنائے گا۔
حلیمہ اسی برکت کی امید پر آپ کو لے آئیں۔ اللہ نے اسی امید کے مطابق ان پر برکتوں کا دروازہ کھول دیا۔ بنی سعد کی اور عورتوں نے مخلوق سے طمع باندھی اور حلیمہ نے خالق سے امید باندھی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ اس مولود مسعود کو گود میں لیا تھا کہ پستان بالکل خشک تھے دودھ سے بھر آئے اتنا دودھ ہوا کہ آپ بھی سیراب ہو گئے اور آپ کا رضاعی بھائی بھی سیر ہو گیا۔ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے لئے اٹھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے اور میرے شوہر نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ رات نہایت آرام سے گزری صبح ہوئی تو شوہر نے حلیمہ سے کہا:
اے حلیمہ خوب سمجھ لے کہ خدا کی قسم تو نے بہت ہی مبارک بچہ لیا ہے (سیرۃ المصطفیٰ)
نفوس کی قلا بازیاں اس منظر میں بھی تقریباً اسی قسم کی ہیں جو حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق بچے کے پھیر سے بلا وجہ پیدا ہوئیں۔
آپ کو حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ حلیمہ کی اونٹنی، حلیمہ کی بکریوں، حلیمہ کے شوہر، حلیمہ کے بچوں بلکہ آخر میں قبیلہ والوں تک کو ان سب کو دودھ آپ ہی کے ذریعے سے ملا۔ اس میں واقعہ کیا ہے؟ اس کو سب جانتے ہیں لیکن نہیں جانتے، جنہیں جاننا چاہئے۔ (دبئی القاسم)

قدرت کا حیرت انگیز کرشمہ

قدرت کا یہ حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ جیسے ہی حلیمہ کی گود اس یتیم موتی سے آراستہ ہوئی اس پر برکتوں کا مینہ برسنے لگا۔ پہلے اس سوکھی فاقہ زدہ عورت کے دودھ سے اس کے بچے کا پیٹ بھی نہیں بھرتا تھا اب دونوں شکم سیر ہونے لگے۔ گھر کی بکریوں کے تھنوں میں بھی دودھ

بڑھ گیا۔ اور وہ گدھی جس پر حلیمہ سوار ہو کر آئی تھیں پچھڑتی تھی اور مریل تھی اور جب واپس ہوئی تو سب سے آگے آگے چل رہی تھی جیسے کسی پیاسے نے پانی دیکھ لیا ہو۔ بارش نہیں ہوئی تھی جنگل سوکھا پڑا تھا، گاؤں کی بکریاں بھوکی آتی تھیں مگر حلیمہ کی بکریاں شام کو گھر آتی تھیں تو کوکھیں تنی ہوئی ہوتی تھیں اور تھن لٹکے ہوئے۔ (محمد رسول اللہ)

فرشتوں کا جھولا ہلانا

ابن سبعؒ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کے ہلانے سے ہلا کرتا تھا۔

سب سے پہلا کلام

حضرت حلیمہ کہتی ہیں: انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ چھوڑتے ہی سب سے پہلے جو بات فرمائی وہ یہ تھی۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا سمجھدار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) (رواہ البیہقی وابن عساکر عن ابن عباس کذا فی المواہب)

بادلوں کا سایہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور نہ جانے دیا کرتی تھیں۔ ایک بار ان کو معلوم نہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی (رضاعی) بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مویشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں: اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا: اماں جان میرے بھائی کو گرمی نہیں لگی۔ میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب یہ ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا تھا۔ اس جگہ تک ہم اسی طرح پہنچے ہیں۔

(رواہ ابن سعد وابو نعیم وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کذا فی المواہب)

بچپن ہی سے عدل و مساوات کی علمبرداری

حلیمہ کا اپنا بچہ بچوں کی طرح دودھ پیتا تھا مگر یہ یتیم بچہ صرف داہنا دودھ پیتا تھا۔ بائیں کو منہ بھی نہ لگاتا تھا۔ حلیمہ بایاں دودھ دیتیں تو اپنا منہ ہٹا لیتا تھا۔ حلیمہ کو اس پر حیرت ہوتی۔ مگر اس کو کیا خبر تھی کہ یہ بچہ بڑا ہوگا تو قناعت کا معلم عدل وانصاف کا پیکر اور مساوات کا سب سے بڑا علمبردار ہوگا۔

یہ بچہ کچھ اور بڑا ہوا۔ نوالے لینے لگا تو اس کی مرضی ہوتی تھی کہ جو اس کو ملے وہ اس کے دودھ شریک کو بھی ملے۔ بچے روتے ہیں کہ کوئی چیز دوسرے بچے کو کیوں دی اور یہ بچہ اس پر روتا تھا کہ جو اس کو ملی وہ اس کی بہن کو کیوں نہیں ملی۔ اسی لئے آپ کے رضاعی چچا ابوثروان نے کہا تھا۔

"میں نے آپ کا ہر دور دیکھا ہے اور ہر دور میں آپ کو سب سے بہتر پایا۔ زمانہ شیر خوارگی میں سب سے بہتر شیر خوار، دودھ چھوٹا تو سب سے بہتر فطیم، جوان ہوئے تو سب سے زیادہ صالح نوجوان۔ آپ کے اندر خیر کی خصلتیں کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہیں۔"

حلیمہ کی دوگنی خوشی

چار سال ہو گئے یہ معصوم بچہ حلیمہ کے کلیجہ کو ٹھنڈک اور گھر کو رونق بخش رہا ہے۔ لیکن اب ماں کی مامتا چاہتی ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے پاس رکھے یہی بیوہ کی زندگی کا آسرا تھا اور اسی کی خاطر وہ اپنی جوانی تج رہی تھی۔ اس گھر کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا گھر آباد کرنے کا خیال بھی نہیں کیا تھا۔ حالانکہ عرب کے دستور کے مطابق یہ عیب کی بات نہیں تھی۔

مگر حلیمہ اور اس کے شوہر حارث بن عبدالعزی کو اس بچے سے اتنی محبت ہوگئی تھی کہ جدا کرنا ان کو گوارا نہیں تھا۔ لیکن جب ماں اور دادا کا تقاضا زیادہ ہوا تو چار و ناچار یہ دونوں اپنے گھر کے اس چراغ کو لے کر عبدالمطلب کے یہاں پہنچے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں دنوں مکہ میں وبا پھوٹ پڑی۔ بس حلیمہ کو بہانہ مل گیا۔ وہ بچہ کو واپس لے آئیں کہ جب مکہ کی آب و ہوا ٹھیک ہو جائے گی تب پہنچا دیں گی۔ (محمد رسول اللہ [illegible])

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حجرے کا موجودہ منظر

بنی سعد کی بستی میں حضرت حلیمہؓ کے گھر کے پیچھے کنواں

واقعۂ شقِ صدر

ولادت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر اسی طرح حلیمہ کے یہاں رہنے لگا۔ حلیمہ کے سب بچے اس کا خیال رکھتے تھے۔ اس سے محبت کرتے تھے اور کبھی اکیلا نہیں چھوڑتے تھے۔

ایک روز گھر سے باہر یہ سب بچے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے یہ بڑے حسین وجمیل خوبصورت اور شاندار آدمی تھے۔ نہایت عمدہ صاف لباس پہنے ہوئے انہوں نے بچہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اٹھایا اور اس کو الگ لے گئے۔ بچے دوڑتے ہوئے گھر پہنچے وہاں سے حلیمہ اور ان کے شوہر دوڑتے ہوئے آئے۔ دیکھا "محمد" اپنی جگہ موجود ہیں اور کوئی آدمی وہاں موجود نہیں۔ "محمد" خوش وخرم ہیں۔ مسکرا رہے ہیں۔ البتہ چہرے پر کچھ اثر ہے۔ ان سے پوچھا بیٹا کیا ہوا۔ کون آدمی تھے۔ وہ تمہیں کیوں اٹھا لائے تھے وہ کہاں چلے گئے۔

معصوم بچہ نے بھولی بھولی زبان سے سارا قصہ سنا دیا۔ کہ ان دونوں نے مجھے لٹا کر یہاں سے یہاں تک (سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) چاک کیا۔ پھر گوشت کا ایک لوتھڑا (دل) نکالا اس کو چیر کر سیاہ داغ اس میں سے نکالا۔ برف ان کے پاس تھا اس سے دھویا۔ پھر اس کو اپنی جگہ رکھ دیا اور ٹھیک کر کے چلے گئے۔ مجھے تکلیف کچھ نہیں ہوئی۔ بلکہ ٹھنڈک سی معلوم ہوئی اور اب تک معلوم ہو رہی ہے۔

حلیمہ اور حارث نے بچہ کو چمکارا۔ پیار کیا۔ سینہ سے لگا کر گھر لے آئے۔ (محمد رسول اللہ)

شقِ صدر چار مرتبہ ہوا

شقِ صدر کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا۔

اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب آپ حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے اور اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال کی تھی۔ ایک روز آپ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبرئیل اور میکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر

نمودار ہوئے۔ اور آپ کا شکم مبارک چاک کر کے قلب مطہر کو نکالا۔ پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر شکم اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگا دی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا جیسا کہ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۱۵ اور دلائل ابی نعیم ص ۶۹ ج ۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔

یہ چار مرتبہ کا شق صدر تو روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور بعض روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے کہ بیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا مگر یہ روایت باجماع محدثین ثابت اور معتبر نہیں۔

شق صدر کے اسرار

پہلی مرتبہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں زمانہ قیام میں قلب پاک کر کے جو ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ کا قلب مطہر پاک کر دیا گیا اور نکالنے کے بعد قلب مبارک غالباً اس لئے دھویا گیا کہ مادۂ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لئے دھویا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے جیسا کہ شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے۔ اس لئے مادۂ معصیت کے بجھانے کے لئے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارت عصیاں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔ اور دوسری بار دس سال کی عمر میں جو سینہ چاک کیا گیا وہ اس لئے کیا گیا تاکہ قلب مبارک مادۂ لہو ولعب سے پاک ہو جائے۔ اس لئے کہ لہو ولعب خدا سے غافل بنا دیتا ہے اور تیسری بار بعثت کے وقت جو قلب مبارک چاک کیا گیا وہ اس لئے کہ قلب مبارک اسرار وحی اور علوم الٰہیہ کا تحمل کر سکے۔

جاری ہے

اور چوتھی بار معراج کے وقت اس لئے سینہ چاک کیا گیا تاکہ قلب مبارک عالم ملکوت کی سیر اور تجلیات الٰہیہ اور آیات ربانیہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کی بے چون و چگون کلام کا تحمل کر سکے غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شق صدر میں جداگانہ حکمت ہے۔ بار بار شق صدر سے مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر و منور کی طہارت و نورانیت انتہا کو پہنچ جائے۔ حضرات اہل علم فتح الباری باب المعراج کی مراجعت کریں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

شق صدر اور شرح صدر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر سے حقیقۃً سینہ کا چاک کرنا مراد ہے۔ شق صدر سے شرح صدر کے معنی مراد لینا جو ایک خاص قسم کا علم ہے۔ صریح غلطی ہے شق صدر حضورؐ کے خاص الخاص معجزات میں سے ہے اور شرح صدر حضورؐ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ حضرت ابوبکر و عمر کے زمانے سے لے کر اب تک بھی علماء صالحین کو شرح صدر ہوتا رہا ہے۔ نیز اگر شق صدر سے شرح صدر کے معنی مراد ہوں جو کہ ایک امر معنوی ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ سیون کا نشان جو آپ کے سینہ مبارک پر تھا صحابہ کرام اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کیا شرح صدر سے سینہ پر سلائی کے نشان نمودار ہو جاتے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

مقامی بدوؤں کا بیان ہے کہ بنی سعد کی بستی کا یہ وہ مقام ہے جہاں شق صدر کا واقعہ پیش آیا

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی پریشانی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ واپسی

حلیمہ اور ان کے شوہر کو جب پتہ چلا تو فوراً وہاں پہنچے اور انہوں نے دیکھا وہاں کچھ نہیں تھا۔ البتہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے بچوں سے جو سنا تھا اس پر ان کا خیال یہ ہوا کہ ہو نہ ہو یہ جنات کا اثر ہے۔ اور یہ دونوں آنے والے جن تھے۔ عرب جنات کو مانتے تھے اور ایسی باتوں کو جنات کی حرکت سمجھا کرتے تھے۔ لیکن ان دونوں کو خیال رہنے لگا کہ آج یہ ہوا ہے کل کو خدا جانے کیا ہو جائے۔ کچھ دن اسی سوچ وچار میں گزرے۔ اس واقعہ کا چرچا ہوا تو کچھ پڑوسیوں نے حلیمہ اور حارث کو مشورہ دیا کہ کسی کاہن یا کسی یہودی یا عیسائی عالم کے پاس لے جا کر بچہ کو دکھائیں اور پوچھیں یہ کیا بات ہے۔ چنانچہ ایک یہودی عالم کے پاس لے گئے مگر وہاں پہنچ کر جو واقعہ ہوا اس سے ان کی پریشانی اور بڑھ گئی۔

جس یہودی کے پاس لے گئی تھیں اس نے بچہ کو دیکھنے کے بعد شور مچانا شروع کر دیا "یہی بچہ ہے جو عرب میں انقلاب برپا کرے گا اس وقت کے مذہبوں کو ختم کر دے گا۔ پوجا پاٹ بند اور مورتیوں کا کھنڈن کرے گا۔ اے لوگو! اپنا مذہب بچانا چاہتے ہو تو اس بچہ کو ختم کر دو"۔

یہودی عالم کی یہ حرکت دیکھ کر حارث اور حلیمہ اور بھی گھبرا گئے۔ فوراً بچہ کو اٹھایا۔ نظروں سے بچا کر گھر لائے اور طے کر لیا کہ بچہ کو خیریت کے ساتھ اس کی ماں اور دادے کے پاس

پہنچادیں۔ آمنہ سمجھے ہوئے تھیں کہ "حلیمہ" بچہ کو بڑے شوق سے لے گئی ہیں تو جب تک میں اصرار اور تقاضا نہیں کروں گی وہ واپس نہیں لائیں گی۔ لیکن اچانک ایک روز دیکھا کہ حلیمہ بچے کو لئے آرہی ہیں۔

آمنہ کو حیرت ہوئی۔ حلیمہ سے اس طرح اچانک لے آنے کی وجہ دریافت کی۔ حلیمہ نے سارا قصہ سنایا اور جو ان کا خیال تھا وہ بھی بتا دیا کہ شاید بچہ پر کسی جن کی نظر ہے۔ مگر حلیمہ کو حیرت ہوئی کہ آمنہ اس قصہ کو سن کر پریشان نہیں ہوئیں انہوں نے بچے کو گلے لگایا اور حلیمہ کو جواب دیا کہ تمہارا خیال غلط ہے میرا یہ پھول جس کے چہرے پر نور کھل رہا ہے اس پر جنات کا اثر نہیں ہوسکتا۔ یہ برکتوں والا بچہ ہے اس پر رحمت خدا کا سایہ ہے۔ میں رحمت کے آثار شروع سے دیکھتی آرہی ہوں مجھے طرح طرح کے انوار نظر آتے رہے ہیں۔ جنات کے اثر سے دل پر دہشت اور دماغ میں وحشت ہوتی ہے مگر مجھے جو آثار نظر آئے ان سے ہمیشہ دل کو سکون اور طبیعت کو بشاشت اور فرحت ہوئی ہے۔ بچے کے چہرے پر بھی رونق ہے نور چمک رہا ہے۔ جنات کے اثر سے چہرہ مرجھا جاتا ہے اور بیماروں جیسی صورت ہوجاتی ہے۔ یہ تمہاری مہربانی ہے کہ بچہ کو لے آئیں۔ میرے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔ آمنہ نے حلیمہ کو رخصت کیا اور دادا عبدالمطلب نے ان کو خوش کرکے واپس کیا۔ (محمد رسول اللہ)

مُہرِ نبوّت

بعض کہتے ہیں کہ مہر نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علمائے بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی۔ پہلا قول زیادہ صحیح اور راجح ہے جیسا کہ بعض روایات سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ہی مہر نبوت کے ساتھ ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ جن روایات میں شق صدر کے بعد مہر نبوت کا لگانا مذکور ہے وہ سابق مہر نبوت کی تجدید اور اعادہ ہو اس طرح سے تمام روایات میں تطبیق اور توفیق ہو جاتی ہے۔

اگر مہر شق صدر کے بعد لگائی گئی تو اس کی حکمت یہ ہے کہ جب کسی شے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے تو مہر لگا دیتے ہیں تاکہ جو شے اس میں رکھ دی گئی ہے وہ اس میں سے نکلنے نہ پائے۔ جواہرات بھر کر تھیلی پر مہر لگا دیتے ہیں کہ کوئی موتی نکلنے نہ پائے۔ اسی طرح آپ کے قلب مبارک کو علم و حکمت سے بھر کر دو شانوں کے درمیان مہر لگا دی گئی تاکہ اس خزینہ سے کوئی شے ضائع نہ ہونے پائے۔

نیز جس طرح شق صدر سے قلب کا اندرونی حصہ حظِ شیطان سے پاک کر دیا گیا اسی طرح دو شانوں کے درمیان قلب کے مقابل بائیں جانب ایک مہر لگا دی گئی تاکہ قلب شیطان کے وسوسوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے اس لئے کہ شیطان اسی جگہ سے وسوسہ ڈالتا ہے عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حق جل شانہ سے درخواست کی اے رب العالمین مجھ کو شیطان کے وسوسے کا راستہ دکھلا کہ وہ کس راہ سے آ کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ تو من جانب اللہ دو شانوں کے درمیانی جگہ جو قلب کے مقابل بائیں جانب ہے وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

گمشدگی اور واپسی

حلیمہ ابھی پہنچا کر واپس نہیں ہوئی تھیں کہ آپ باہر نکلے اور راستہ بھول کر کہیں چلے گئے۔ تلاش کیا گیا آپ نہیں ملے تو سب پریشان ہو گئے۔ اس وقت بوڑھے اور عمر زدہ دادا کی بے تابی عجیب تھی۔ اسی بے تابی میں وہ حرم میں پہنچے اور خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے۔ ابن سعد نے اس دعا (مناجات) کے چند شعر نقل کئے ہیں۔

لاھم ردوا کبی محمداً ردہ الی واصطنع عندی میداً

خدا وندا میرے سوار محمد کو پہنچا دے اسکو میرے پاس پہنچا دے اور مجھ پر احسان فرما

انت الذی جعلتہ لی عضداً لا یبعد الدھر فیبعداً

تو ہی ہے جس نے اسے میرا بازو بنایا ہے اس کو کبھی گردش زمانہ تباہی میں نہ ڈالے

انت الذی سمیتہ محمداً

تو ہی ہے جس نے اس کا نام محمد رکھا ہے

بہرحال یہ بے تابی تقاضا محبت تھی۔ تھوڑی دیر میں کسی نے آپ کو پہنچا دیا یا خود آپ پہنچ گئے۔ تو عبدالمطلب نے گلے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا (محمد رسول اللہ)

ووجدک ضالاً فھدیٰ (سورۃ ضحیٰ)

آپ کو پایا راستہ بھولا ہوا۔ پس راستہ بتا دیا آپ کو۔

والدہ کیساتھ مدینہ کا سفر

مدینہ منورہ جس کا نام اس وقت یثرب تھا۔ سیدہ آمنہ کا وہاں ننھیالی رشتہ تھا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حلیمہ سعدیہ کے یہاں سے آ گئے تو تقریباً تیرہ ماہ بعد سیدہ آمنہ مدینہ گئیں۔ اپنے نور چشم لخت جگر کو بھی لے گئیں بلکہ خدمت کے لئے متوفی عبداللہ کی باندی "ام ایمن" بھی ساتھ گئیں۔ وہاں دارالنابغہ میں قیام کیا۔ یتیم عبداللہ آمنہ کا لال جس طرح حسن و جمال میں موتی تھا۔ اس کی خصلتیں بھی سب بچوں سے نرالی تھیں۔ ذہین بچے شریر ہوتے ہیں مگر آمنہ کے اس جگر گوشہ میں ذہانت تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی شرارت کا نام نہ تھا۔ ہر بات میں ادب و تہذیب ہر ایک کام کا سلیقہ۔ بھولی بھالی بات چیت بہت شیریں سمجھداری اور شرافت ایسی کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ دوسروں سے تذکرہ کرتے وہ اس بچہ کو دیکھنے آتے تھے۔ مدینے سے دو دو تین تین منزل کے فاصلہ پر یہودیوں کی بڑی بڑی بستیاں تھیں وہاں بڑے بڑے عالم رہتے تھے۔ وہ آنے والے نبی کی پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے اور اس کی آمد کے منتظر تھے۔ نجومیوں اور جوتشیوں (کاہنوں) کی باتیں بھی مشہور تھیں۔ اس بچہ کی خبر رفتہ رفتہ ان یہودیوں کو پہنچی تو وہ دیکھنے آنے لگے۔ کوئی دیکھ کر بچہ کی تعظیم کرتا اور کوئی ہکا بکا ہو کر رہ جاتا کہ جو باتیں آنے والے نبی کی ہیں وہ اس بچہ میں پائی جاتی ہیں۔ پھر اپنی تنگ نظری سے جز بز ہوتے کہ یہ حق تو ہمارے خاندانوں کا حصہ ہے۔ قریش میں یہ بچہ کیوں پیدا ہو گیا۔

مدینہ سے واپسی، والدہ صاحبہ کا انتقال

اس طرح کی باتیں ہونے لگیں۔ سیدہ آمنہ کو حلیمہ کی بات یاد آ گئی کہ وہ ایک یہودی کے پاس اس نونہال کو لے گئی تھیں تو اس نے شور مچا دیا تھا کہ اس بچہ کو ختم کر دو ورنہ انقلاب برپا کر دے گا۔ تمہارے مذہب بدل دے گا۔ سیدہ آمنہ کو فکر ہوئی۔ انہوں نے مدینہ کا قیام مختصر کیا۔ صرف ایک مہینہ ٹھہریں۔ پھر اپنی آنکھوں کے نور دل کے سرور کو لے کر مکہ روانہ ہو

تھیں۔ لیکن اس یتیم بچہ کی انوکھی بات یہ بھی تھی کہ قدرت نے ابھی سے اس کو آزمانا شروع کر دیا تھا۔ سیدہ آمنہ مدینہ سے چلیں تو طبیعت خراب ہو گئی۔ اب جیسے جیسے قافلہ چل رہا تھا ان کا مرض بڑھ رہا تھا۔ ایک مقام کا نام ابواء تھا۔ وہاں قافلے پڑاؤ کیا کرتے تھے۔ جب سیدہ آمنہ یہاں پہنچیں تو مرض اور بڑھ گیا۔ آگے چلنے کی ہمت نہیں رہی۔ مکہ کے بجائے آخرت کے لئے رخت سفر باندھ لیا اور دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ یہیں ان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ "ام ایمن" ساتھ تھیں۔ وہ اس یتیم کو جو اب یسیر بھی ہو گیا تھا۔ لے کر مکہ معظمہ آ گئیں۔ دادا کو خبر ہوئی تو بہت صدمہ ہوا۔

اس واقعہ سے تقریباً پچاس سال بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپ کو بچپن کی باتیں یاد تھیں۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ یہاں ہم ٹھہرے تھے۔ یہاں والدہ کا قیام ہوا تھا۔ یہودی مجھے آ آ کر دیکھا کرتے تھے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ "بنی عدی بن نجار" کے محلہ میں ایک باولی تھی۔ میں اس میں تیرا کی مشق کیا کرتا تھا۔ ام ایمن بیان کیا کرتی تھیں کہ مجھے خوب یاد ہے۔ یہودی کہا کرتے تھے کہ یہ بچہ اس امت کا نبی ہوگا۔ مکہ سے ہجرت کر کے آئے گا۔ یہ اس کا دارالہجرت ہے۔

اس ننھے معصوم کو غریب الوطنی اور سفر میں ماں کی جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ صدمہ بہت سخت تھا۔ مگر قدرت چپکے چپکے تسلی دے رہی تھی کہ

؎ جن کے رتبے ہیں ان کی سوا مشکل ہے (محمد رسول اللہ)

پھر دیکھو! جس کا باپ مر جاتا ہے تو جھوٹی قوتوں کے ماننے والے گھبرا گھبرا کر چلاتے ہیں واویلا مچاتے ہیں کہ اس بچے کو کون پالے گا۔ بے زوری کو زور سمجھنے والوں کا زور توڑنے کے لئے خود اس کے ساتھ یہ دکھایا گیا کہ پیدا ہونے کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے کہ وہ آئے اس میدان میں آئے جہاں جھوٹی قوتوں سے آزادی کا پرچم کھولا جائے گا وہ دھوکے کی اس قوت سے آزاد ہو گیا جس کا نام دنیا نے باپ رکھا ہے اور ٹھیک جس طرح ظہور سے پہلے اس کی ہستی نے اس آزادی کی شہادت ادا کی ظہور کے ساتھ ہی چند ہی دنوں کے بعد اس غلط بھروسے کا تکیہ بھی اس کے سر کے نیچے سے کھینچ لیا گیا۔ جس کو ہم سب ماں کہتے ہیں۔ (زجی القلم)

اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں

یہ غم زدہ معصوم جب مکہ معظمہ پہنچا تو عبدالمطلب نے اپنے یتیم و اسیر پوتے کو چھاتی سے لگایا اور اپنے ساتھ رکھنے لگے۔ یہ معصوم بھی دادا سے لگ گیا اور اتنا کھل گیا کہ ان کے پاس جاتا تو بلاتکلف ان کی گودی پر بیٹھ جاتا تھا۔ خانہ کعبہ کی دیوار کے نیچے ان کے لئے فرش بچھایا جاتا تھا۔ فرش پر عبدالمطلب بیٹھتے اور کنارے پر لڑکے بیٹھ کرتے تھے۔ مگر یہ معصوم "محمد" آگے پہنچ جاتے تھے۔ چچا تایا منع کرتے تھے لیکن عبدالمطلب خوش ہوتے اپنے پاس بٹھا لیتے۔ کمر پر ہاتھ پھیرتے اور فرمایا کرتے تھے۔ یہ میرا بیٹا بہت بڑا آدمی ہوگا۔ اس کی خاص شان ہوگی۔ یہودی کہتے ہیں کہ یہ نبی ہوگا۔ ام ایمن جن کو برکت کہتے تھے ان کو تاکید کیا کرتے کہ دیکھو برکت میرے محمد کا ہر وقت خیال رکھا کرو۔ کہیں بھٹک نہ جانے دیا کرو۔ (محمد رسول اللہؐ)

ایک عجیب واقعہ

یہ واقعہ وفا ء الوفا اور عیون الاثر مستدرک حاکم میں ہے کندیر بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں اسلام سے قبل حج کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا دیکھا کہ ایک شخص طواف میں مصروف ہے۔ اور یہ شعر اس کی زبان پر ہے۔

رد الی راکبی محمداً　　　یارب رده واصطنع عندی یداً

اے اللہ میرے سوار محمد کو واپس بھیج دے　　　اور مجھ پر عظیم الشان احسان فرما

میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ عبدالمطلب ہیں۔ اپنے پوتے کو گمشدہ اونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے۔ محمد کو جس کام کے لئے بھیجتے ہیں اس میں ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ آپ کو گئے ہوئے دیر ہو گئی اس لئے عبدالمطلب بے چین

ہو کر یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔ کچھ دیر نہ گزری کہ آپ بھی واپس آ گئے اور اونٹ آپ کے ہمراہ تھا۔ دیکھتے ہی عبدالمطلب نے آپ کو گلے لگا لیا اور یہ کہا کہ بیٹا میں تمہاری وجہ سے بے حد پریشان تھا اب کبھی تم کو اپنے سے جدا نہ ہونے دوں گا۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت شرط مسلم پر ہے اور حافظ ذہبی نے بھی اس کا شرط مسلم پر ہونا تسلیم کیا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

عبدالمطلب کی وفات

عبدالمطلب جو اب شیخ عرب تھے۔ سو سال سے بھی زیادہ عمر ہو چکی تھی۔ صرف دو سال پوتے کی دیکھ بھال کر سکے۔ پھر ان کی وفات ہو گئی۔ ام ایمن کہا کرتی تھیں کہ اس روز میں نے دیکھا کہ جنازے کے پیچھے "محمد" روتے جا رہے تھے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپ کو دادا کی وفات یاد ہے؟ فرمایا خوب یاد ہے میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی۔ (محمد رسول اللہ)

علی اختلاف الاقوال بیاسی یا پچاسی، پچانوے یا ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کیا اور حجون میں مدفون ہوئے۔ ابوطالب چونکہ حضرت عبداللہ کے حقیقی اور عینی بھائی تھے۔ اس لئے عبدالمطلب نے مرتے وقت آپ کو ابوطالب کے سپرد کیا اور یہ وصیت کی کہ کمال شفقت اور نہایت محبت سے ان کی کفالت اور تربیت کرنا (سیرۃ المصطفیٰ)

جوانی جوانی کی قوتوں کو کھو کر بڑھاپے کی ہلتی ہوئی دیوار کے سہارے زندگی کی نمائش ختم کر رہا تھا۔ اس پیرانہ سری کے ساتھ آپ کے جد امجد نے چاہا تھا کہ یتیم آزادی کی داغ کالی ہونے والی حقیقت میں کچھ اپنی شرکت سے اشتباہ اندازی کی لیکن جو اپنے دعویٰ کی خود دلیل تھا اس کی دلیل کمزور ہو جاتی اگر عین وقت پر عبدالمطلب کی سرپرستی کے فریب کا پردہ چاک نہ کر دیا جاتا آخر وہ بھی چاک کر دیا گیا۔ (نبی اکرم)

ابوطالب کی کفالت

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ اپنے چچا ابوطالب کی آغوش تربیت میں آ گئے۔ ابوطالب نے آپ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھا اور اسی شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ کی تربیت کی کہ حق یہ ہے کہ تربیت اور کفالت کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔ افسوس کہ ابوطالب باوجود اس والہانہ اور عاشقانہ تربیت اور کفالت کے دولت ایمان اور نعمت اسلام سے محروم رہے۔ سیرۃ المصطفیٰ!

انتقال کے وقت عبدالمطلب کے دس لڑکے تھے اور چھ لڑکیاں۔ پانچ لڑکیاں اور تین بھائی ابوطالب، عبداللہ اور زبیر ایک ماں سے تھے۔ عبدالمطلب نے یتیم عبداللہ کو "ابوطالب" کے سپرد کیا۔ ابوطالب کو پہلے سے بھی اس بھتیجے سے محبت تھی۔ (محمد رسول اللہ)

حقیقت جتنی بھی اور شاندار چہرے کیسا تھا اب اس بے مادر و پدر لاوارث یتیم کی پیشانی سے چمک رہی تھی اب جیسی تک اگر مکمل بجائے بے مایہ بے بضاعت محترم ابوطالب کے خدا نخواستہ آپ کی نگرانی عم کے ساہوکار عبدالعزیٰ المشہور بہ ابولہب کے سپرد ہوتی۔ لیکن شیر کے بچے لومڑی کے بھٹوں میں نہیں پالے جاتے۔ اس قطرہ کی قسمت میں موتی ہوتا ہے جو گھونگھوں اور مینڈکوں کے منہ میں نہیں گرتا۔

غریب ابوطالب کی کفالت سے آپ کے برہانی وجود میں کیا ضعف پیدا ہوتا جس کے متعلق شاید بہتوں کو علم نہیں ہے کہ مدتوں ان کی یعنی ابوطالب کی گزران ان قراریط پر تھی۔ جو بکریاں اور اونٹوں کے چرانے کے صلہ میں ان کا بھتیجا مکہ والوں سے مزدوری میں پاتا تھا۔ کیسی عجیب بات ہے جو اپنے حقیقی بچوں کی پرورش کا بوجھ بھی اپنے سر پر نہیں اٹھا سکتے۔ اور جعفر عباس کی اور علی رضی اللہ عنہم اس کی گود میں کیوں ڈال دیے گئے۔ جن کی گود میں بچے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ تو پھر یہ کیسا بے بنیاد وہم ہے کہ جس کو خود قدرت کا ہاتھ براہ راست پال رہا تھا اس کی پرورش کی نسبت اس کے سر تھوڑی جاتی ہے جس کی اگر سمجھا جائے تو شاید عمر کا ایک بیشتر حصہ اس سے کہیں بڑھ کر کہ گزر جاتا ہے اور پیرورد سمجھا جاتا ہے۔ (النبی الخاتم)

ابوطالب کو حضور ﷺ سے محبت اور آپ کی انوکھی شان

بقول ابن عباس (رضی اللہ عنہما) اپنی اولاد سے زیادہ اس بھتیجے سے محبت کرتے تھے ابوطالب

کو ایسی محبت کبھی کسی سے نہیں ہوئی تھی۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ کہیں جاتے تو ساتھ لے جاتے۔ رات کو اپنے پاس لٹاتے تھے۔ دستر خوان بچھ جاتا سب بچے بیٹھ جاتے مگر ابو طالب اس وقت تک نوالہ نہ توڑتے جب تک ان کا چہیتا "محمد" نہ آ جاتا تھا۔ محمد کی باتیں بھی ایسی تھیں کہ ابو طالب کے دل کو بھاتی رہتیں۔ دستر خوان پر جب بچے اکٹھے ہوتے تو چیخ و پکار اور چھین جھپٹ کرتے مگر یہ بھولے صاحبزادے "محمد" خاموش بیٹھے رہتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ انہیں کچھ بھی نہ ملتا۔ دوسرے بچے ہی جھپٹ لیتے تھے۔ ابو طالب نے "محمد" کا کھانا الگ کر دیا مگر یہ بات محمد کی فطرت کے خلاف تھی کہ الگ کھائیں یا کوئی چیز ان کو مل جائے اور دوسروں کو نہ ملے اس لئے الگ کھانے پر "محمد" راضی نہ ہوئے۔ سب کے ساتھ ہی کھاتے اور اپنے کھانے سے زیادہ دوسروں کے کھانے سے خوش ہوتے۔ کبھی خود اپنے پاس سے اٹھا کر دے دیتے تھے۔

ابو طالب کو ایک اور تجربہ بھی ہوا تھا کہ جب "محمد" ساتھ کھاتے تو کھانے میں برکت ہوتی۔ تھوڑے سے کھانے سے سب کے پیٹ بھر جاتے اور اگر کبھی کسی وجہ سے "محمد" شریک نہ ہو سکے تو زیادہ کھا کر بھی نیت نہیں بھرتی تھی۔

ایک عجیب بات یہ بھی تھی کہ محمد ہر وقت صاف ستھرے رہتے۔ ابو طالب کے بچے صبح کو اٹھتے تو کسی کی آنکھ چپکی ہوئی چیپڑے بھرے ہوئے۔ کسی کی ناک گندی مگر محمد کا منہ صاف جیسے کسی نے ابھی دھویا ہو۔ دانت موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے چہرہ روشن آنکھیں سرگیں ناک کھنچی ہوئی صاف ناک کے بانسے پر نور چمکتا ہوا۔ (محمد رسول اللہ)

ایک بار مکہ میں قحط پڑا لوگوں نے ابو طالب سے درخواست کی کہ آپ بارش کے لئے دعا کیجئے۔ ابو طالب ایک مجمع کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر حرم میں حاضر ہوئے اور آپ کی پشت کو خانہ کعبہ سے لگا دیا۔ آپ نے بطور تضرع اور التجا انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا بادل کا کہیں نام و نشان نہ تھا اشارہ کرتے ہی ہر طرف سے بادل امڈ آئے اور اس قدر بارش ہوئی کہ تمام ندی نالے بہنے لگے اسی بارہ میں ابو طالب نے کہا ہے

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

ایسے روشن اور منور کہ ان کے چہرے کی برکت سے خدا سے بارش مانگی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کا ماویٰ اور ملجا ہے (سیرۃ المصطفیٰ)

اعلیٰ صفات و اخلاق کی جلوہ افروزی

اپنی ضروریات کا انتظام خود کرنا

عبدالمطلب کی وفات کے بعد ابوطالب ان کے جانشین بنائے گئے۔ قبیلہ کے شیخ اور مکہ کے ایک سردار مانے گئے۔ اس لحاظ سے عزت تو کافی تھی مگر دولت نہ کافی۔ بڑا کنبہ، عیال کثیر، آمدنی کا ذریعہ محدود۔ یتیم عبداللہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے سپرد ہوئے تو اگرچہ یہ یتیم عمر عزیز کی ابھی آٹھویں منزل ہی طے کر رہا تھا مگر چچا کی پریشان حالی کے احساس نے ان کو اس ننھی سی عمر میں ہی فکرمند بنا دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اپنے مربی چچا کی مدد وہ کس طرح کر سکتا ہے۔ مکہ میں نہ کوئی دستکاری تھی نہ کوئی سرکار جس کی نوکری کی جا سکے۔ اس زمانہ کی دنیا کارخانوں سے بھی آشنا نہ تھی۔ اور مکہ کی پتھریلی اور ریتلی زمین اور آس پاس کے جھلسے ہوئے کالے اور بھورے پہاڑوں کو کسی چشمہ یا دریا کی سیرابی بھی میسر نہ تھی کہ یہاں کھیتی باڑی ہو سکے۔ البتہ بھیڑ بکری اور اونٹ یہاں بکثرت تھے اور قدرت نے ان کا چارہ یعنی ببول کے درخت اور اذخر جیسی گھاس بھی بہم پہنچا دی تھی انہیں مویشی کے گلے اس زمانہ کی قیمتی دولت تھے اور جن کے پاس یہ دولت ہوتی تھی وہ ان کے چرانے اور دیکھ بھال کے لئے مزدور اور اجیر بھی رکھا کرتے تھے۔ یہ گلہ بانی سوسائٹی کی نظر میں کچھ بھی حیثیت رکھتی ہو مگر آمدنی اور گزر کا ایک جائز ذریعہ تھی۔ سردار قریش عبدالمطلب کے یتیم پوتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی ذریعہ کو اختیار کیا اور اس کے ننھے سے وجود کے لئے اونٹوں کی گلہ بانی مشکل تھی تو بکریاں چرانے کی مزدوری کرنے لگے۔ اس طرح اپنی زندگی خود بنالی اور نہ صرف یہ کہ اپنا بوجھ خود سنبھالا بلکہ پریشان حال چچا کی مدد بھی کرنے لگے۔ (محمد رسول اللہ)

جس طرح آپ نے حضرت حلیمہ کے یہاں بچپن میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائیں اسی طرح جوان ہونے کے بعد بھی بکریاں چرائیں۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ مقام الظہران میں ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ تھے کہ وہاں پیلو کے پھل چننے لگے آپ نے فرمایا کہ سیاہ دیکھ کر چنو وہ زیادہ خوش ذائقہ اور لذیذ ہوتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے (کہ جس سے آپ کو یہ معلوم ہوا) آپ نے فرمایا ہاں کوئی ایسا نبی نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوا کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔ بخاری شریف کتاب الاجارہ ص ۳۰۱ ج ۱ حافظ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مصابیح میں فرماتے کہ بعض محدثین نے یہ سمجھ کر کہ بکریاں چرا کر اجرت لینا شان نبوت کے شایان نہیں یہ کہہ دیا کہ اس حدیث میں جو لفظ قراریط واقع ہے۔ قیراط کی جمع نہیں بلکہ ایک مقام کا نام ہے۔ جہاں آپ بکریاں چرایا کرتے یہ قول ان محدثین کا سراسر تکلف اور تعنت ہے۔ امور تبلیغیہ اور امور دینیہ جو اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں ان پر تو کچھ اجرت اور مالی معاوضہ لینا بے شک منصب نبوت کے شایان شان نہیں لیکن کسب معاش کے لئے اجرت اور معاوضہ پر کام کرنا یہ ہرگز شان نبوت کے خلاف نہیں بلکہ کسب و اکتساب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور عمل ہے اور توکل انکا حال ہے نیز یہ قصہ نبوت اور بعثت سے پیشتر تھا۔ علاوہ ازیں قراریط کو ایک مقام کا نام بتلانا بالکل غریب اور شاذ قول ہے اس قائل سے پہلے کوئی اس کا قائل ہی نہیں ہوا کہ قراریط کسی مقام کا نام ہے"۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے مقام کا نام نہیں۔ اہل مکہ قراریط کے نام سے واقف ہی نہیں۔

نسائی نے نصر بن حزن سے روایت کی ہے کہ ایک بار اونٹ والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ نبی بنا کر بھیجے گئے اور بکریوں کے

چرانے والے تھے اور داؤد نبی بنا کر بھیجے گئے اور وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے اور میں نبی بنا کر
بھیجا گیا اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں مقام اجیاد میں چرایا کرتا تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

بکریاں چرانے کی حکمت

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بکریاں چرانا امت کی گلہ بانی کا دیباچہ اور پیش
خیمہ تھا۔ اونٹ اور گائے کا چرانا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ بکریوں کا چرانا دشوار ہے۔ بکریاں کبھی
اس چراگاہ میں جاتی ہیں اور کبھی دوسری چراگاہ میں اس لحظہ میں اگر اس جانب ہیں تو
دوسرے لحظہ میں دوسری جانب دوڑتی نظر آتی ہیں۔ گلہ کی کچھ بکریاں اس طرف دوڑتی ہیں
اور کچھ دوسری طرف اور راعی بیچارہ ہر طرف دیکھتا ہے کہ کوئی بھیڑیا درندہ تو ان کی فکر میں
نہیں۔ چاہتا ہے کہ سب بھیڑیں اور بکریاں یکجا مجتمع رہیں۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ کوئی بکری گلہ
سے علیحدہ ہو جائے اور بھیڑیا اس کو پکڑ لے جائے صبح سے شام تک راعی اسی فکر میں ان کے
پیچھے پیچھے سرگرداں اور پریشان رہتا ہے۔ یہی حال حضرات انبیاء علیہم والسلام الف الف صلوٰۃ
اللہ کا امت کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کی اصلاح وفلاح کی فکر میں لیل ونہار سرگرداں رہتے
ہیں۔ امت کے افراد تو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں اور انبیاء
علیہم السلام کمال شفقت ورافت سے ان کو للکار کر اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ اور امت
کی اس بے اعتنائی سے ان حضرات کو جو تکلیف اور مشقت پہنچتی ہے اس پر صبر اور تحمل فرماتے
ہیں اور بایں ہمہ پھر کسی وقت دعوت اور تبلیغ اور ارشاد و تعلیم سے اکتاتے اور گھبراتے نہیں اور
جس طرح بھیڑ بکریاں بھیڑیوں اور درندوں کے خونخوار حملوں سے بے خبر ہوتی ہیں۔ اسی طرح
امت نفس اور شیطان کے مہلکانہ حملوں سے بے خبر ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم
الصلوٰۃ والسلام ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کہیں نفس اور شیطان ان کو اچک نہ لے
جائیں جس وجہ سے نبی کو امت کی صلاح اور فلاح کی فکر ہوتی امت کو اس کا عشر عشیر بھی فکر نہیں
ہوتا۔ امت کو تو اپنی ہلاکت اور بربادی کا خیال بھی نہیں ہوتا اور حضرات انبیاء ہیں کہ ان کی
زبوں حالی کو دیکھ کر اندر ہی اندر گھلتے رہتے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

قوم سے کچھ نہ لیا اور سب کو ہدایت بانٹی

شک کی اس نفی کو بھی توڑنے کے لئے غالباً یہ غیبی سامان تھا کہ جب تک ان سے آپ کچھ لے سکتے تھے اس عمر تک خانگی حالات کی مجبوریوں نے شہر اور شہریت سے جدا کر کے آپ کو جنگل پہنچا دیا' بجائے آدمیوں کے چراگاہ کے چرندے آپ کے ساتھی ٹھہرائے گئے مشغلہ تجارت میں مشغول ہونے سے پہلے تقریباً بائیس تیئیس سال کی عمر تک آپ کے اوقات کا یہی نظام تھا کہ صبح ہوئی گھر گھر سے بکریوں کے منڈوں' اونٹوں کے گلوں کو ساتھ لئے بہت دور صحرا میں چلے جاتے' شام ہوئی' سب کے گھروں کے مویشی پہنچا دیئے گئے گھر پہنچے جو کچھ دیا گیا' کھا لیا اور تھکے ہوئے گلہ بانوں کی طرح بنی نوع انسان کا یہ سب سے بڑا گلہ بان سو جاتا تھا' شہر میں کیا ہوتا ہے کون آتا ہے' کون جاتا ہے' شاید ہی اس کی خبر کبھی ملتی ہو اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گلہ بانی کی اس پوری زندگی میں صرف ایک دفعہ جیسا کہ عمر کا تقاضا ہے' کسی بارات کے تماشا دیکھنے کا خیال پیدا ہوا' شاید اس شوق میں چراگاہ سے سویرے واپس آ گئے شام ہوئی' ضروریات سے فارغ ہو کر صاحب تقریب کے مکان پر پہنچے برات کی دھوم دھام ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ چراگاہ کی تھک دوڑ کی تھکاوٹ نے تھپکیاں دے کر سلا دیا' آنکھ کھلی تو تماشے ختم ہو چکے تھے۔ اور مشرق کا رقاص افق عالم پر ناچتا ہوا اپنا تماشا پیش کر رہا تھا۔ دھوپ نکل چکی تھی۔

یہ حال تو اس وقت کا ہے جب اپنی قوم سے آپ کچھ لے سکتے تھے لیکن جب قدرت نے اس کو جس کے دماغ نے' جس کے قلب نے' جس کی عقل نے' جس کی طبیعت نے محسوس قوتوں میں سے کسی سے قطعاً کچھ نہیں لیا تھا اسی کو ساری دنیا میں ان سب چیزوں کو بانٹنے پر مامور کیا جو آج تک کسی کو کسی سے نہ ملا تھا اور نہ آئندہ مل سکتا ہے جیسا کہ مسیح علیہ السلام نے کہا تھا:

''میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر تم برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ فارقلیط (احمد) آئے گا تو سچائی کی ساری راہیں بتا دے گا (یوحنا باب ۱۶۔۱۳) (انتہی ملخصاً)

قومی خدمت...... تعمیر کعبہ میں حصہ

کعبہ عربوں کا قومی اور مذہبی نشان تھا۔ چونکہ وہ پہاڑوں کے نشیب میں واقع ہے تو

کبھی ارادہ فرمایا خدا کی طرف سے پھر کبھی صورت پیش آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد پھر میرے دل میں اس قسم کا کوئی خیال ہی نہیں آیا۔ یہاں تک اللہ نے مجھ کو اپنی پیغمبری سے سرفراز فرمایا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

سیدنا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فطرت کو جو شرم و حیا کی جنس کرامت عطا ہوئی تھی۔ اس کا ایک نمونہ اس موقع پر دیکھنے میں آیا۔

کعبہ کی مرمت کے سلسلہ میں جب آپ پتھر اٹھا رہے تھے تو آپ کے چھوٹے چچا "عباس" جو آپ سے دو سال بڑے تھے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بے ڈول اور نوکیلے پتھروں سے ان کے معصوم بھتیجے "محمد" کے مونڈھے چھلے جا رہے ہیں۔ (محمد رسول اللہ)

آپ کے چچا حضرت عباس نے کہا کہ بیٹا تہبند کھول کر مونڈھے پر رکھ لو تا کہ پتھروں کی رگڑ سے محفوظ رہو۔ آپ نے چچا کے کہنے سے تہبند عمداً کھولتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔

ابوالطفیل سے مروی ہے کہ اس وقت آپ کو غیب سے یہ آواز آئی۔ اے محمد اپنے ستر کی خبر لو۔ یہ غیبی آواز سب سے پہلی آواز تھی جو آپ کو سنائی دی۔

ابن عباس کی روایت میں ہے کہ ابوطالب نے آپ سے پوچھا کہ کیا ماجرا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک سفید پوش آدمی دکھلائی دیا جس نے یہ کہا اے محمد اپنے ستر کو چھپاؤ۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

بتوں سے نفرت و پرہیز

یہ عجیب بات ہے کہ مکہ کے باشندے بے دینی اور مذہب سے آوارہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مذہبی سمجھتے تھے مگر ان کی یہ مذہبیت شرک اور اوہام پرستی کا جال بن کر رہ گئی تھی۔ ایک طرف حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا نام زبان پر تھا جنہوں نے شرک کے خلاف توحید کا جھنڈا بلند کیا تھا اور دوسری طرف یہ حالت تھی کہ حرم کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ ہر ایک قبیلہ کا دیوتا اور اس کا بت الگ الگ تھا۔

شرک کی اس گرم بازاری میں کسی بچہ کا غیر اللہ کی پرستش سے بچنا ناممکن تھا۔ مگر جس کو قدرت نے وہ سنجیدگی عطا فرمائی تھی جس نے اس کو کھیل تماشے اور قصہ گوئی کی گفتگو سے

لگ رہا تھا جو بُت پرستی کے تصور سے بھی لرز جاتا تھا وہ عبادت کے معاملے میں یہ بے جوڑ بات اور یہ مذاق گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرستی کے قصے سنے اور دوسری طرف اپنی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھکا دے۔ (محمد رسول اللہؐ)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا گیا کہ آپ نے کبھی کسی بت کو پوجا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کہ کبھی آپ نے شراب پی ہے آپ نے فرمایا نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں ہمیشہ سے ان چیزوں کو کفر سمجھتا تھا اگرچہ مجھ کو کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۲)

جس فطرت سلیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھا دیا تھا کہ چاند سورج اور آسمان کے چمکدار تارے جن کو ان کی قوم معبود مانتی ہے ہرگز قابل پرستش نہیں ہیں کیونکہ انسان کی طرح رات دن کی تبدیلیوں کا ان پر بھی اثر ہوتا ہے بلکہ وہ انسان سے زیادہ پابند اور بے بس نظر آتے ہیں جو پابند ہو جس پر رات دن کی تبدیلیوں کا اثر ہوتا رہتا ہو۔ وہ معبود نہیں ہو سکتے۔

اسی فطرت سلیم نے پاک طینت "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بچپن ہی سے بتا دیا تھا کہ جس کو انسان خود بنائے وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ بھلا اس کی توہین ہو سکتا ہے کہ انسان اسی کے سامنے گردن جھکائے یا ماتھا رگڑے۔

لوگ خانہ کعبہ کا طواف جب بھی کیا کرتے تھے۔ وہاں پیتل کے دو بت اساف اور نائلہ تھے۔ طواف کرنے والے ان کو بوسہ دیا کرتے تھے اور ان پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے غلام زید بن حارثہ نے اپنے بیٹے (حضرت اسامہ) کو واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہا تھا چکر لگاتے ہوئے جب ہم اساف اور نائلہ کے پاس پہنچے تو میں نے چاہا کہ میں بھی انہیں چھولوں۔ حضرت "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرما دیا۔ اگلے چکر میں میں نے نظر بچا کر چھو لینا چاہا اور چھو بھی لیا۔ مگر آپ کی جیسے ہی نظر پڑی آپ نے سختی سے ڈانٹا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔ (محمد رسول اللہؐ)

آسمانی تربیت

آپ بچپن اور شباب میں بھی جبکہ منصب پیغمبری سے ممتاز نہیں ہوئے تھے۔ مردم

شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے۔ ایک دفعہ قریش نے آپ کے سامنے کھانا لاکر رکھا یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا۔ جانور جو ذبح کیا گیا تھا کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا۔ آپ نے کھانے سے انکار کیا۔ آپؐ نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی شروع کردی تھی اور جن لوگوں پر آپ کا اعتماد تھا ان کو اس بات سے منع فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں پیدا ہوئے مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا تفوق و امتیاز صرف اسی قدر تھا کہ اس بتکدہ کے متولی اور کلید بردار تھے۔ بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت میں بھی کبھی شرکت نہیں کی۔ قریش نے اس بناء پر کہ ان کو عام لوگوں سے ہر بات میں ممتاز رہنا چاہئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج میں قریش کے لئے عرفات جانا ضروری نہیں اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ قریش کا لباس اختیار کریں ورنہ ان کو برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا چنانچہ اسی بناء پر طواف برہنہ کا عام رواج ہو گیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں میں بھی اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔ (سیرت النبی جلد اوّل)

شام کا سفر اور راہب کی شہادت

آپ کا سن بارہ سال کا ہو چکا تھا کہ ابو طالب نے قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کا ارادہ کیا۔ مصائب سفر کے خیال سے ابو طالب کا ارادہ آپ کو ہمراہ لے جانے کا نہ تھا۔ عین روانگی کے وقت آپ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار دیکھے اس لئے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۸۱ جلد ۱) اور روانہ ہوئے۔ جب شہر بصری کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی راہب رہتا تھا جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا اور نبی آخر الزماں کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں ان سے بخوبی واقف اور باخبر تھا۔ چنانچہ کہ یہ قافلہ جب بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس جا کر اترا تو اس نے حضور پر نور کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیا دیکھو زرقانی ص ۱۹۳ ج ۱۔ جامع ترمذی میں ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ ایک بار ابو طالب مشائخ قریش کے ساتھ شام کی طرف گئے شام میں جس جگہ جا کر اترے وہاں ایک راہب رہتا تھا اس سے پہلے بھی بارہا اس راہب پر گزر ہوتا تھا مگر وہ کبھی ملتفت نہ ہوتا تھا۔ اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں جا کر اترا تو راہب خلاف معمول اپنے صومعہ سے نکل کر ان میں آیا اور تجسس نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا۔

یہی ہے سردار جہانوں کا یہی ہے رسول پروردگار عالم کا جس کو اللہ جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا۔

سرداران قریش نے اس راہب سے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ راہب نے کہا جس وقت آپ سب گھاٹی سے نکلے تو کوئی شجر اور حجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر اور

تجربہ نبی ہی کے لئے سجدہ کر سکتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں میں آپ کو مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں۔ جو سیب کے مشابہ آپ کے شانہ کے نیچے واقع ہے۔ راہب یہ کہہ کر واپس ہو گیا اور فقط ایک آپ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لئے کھانا تیار کرایا۔ کھانے کے لئے سب حاضر ہوئے تو آپ موجود نہ تھے۔ راہب نے دریافت کیا کہ آپ کہاں ہیں۔ معلوم ہوا کہ اونٹ چرانے گئے ہوئے ہیں۔ آدمی بھیج کر آپ کو بلایا۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو ایک ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ آپ سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں۔ اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی آپ ایک جانب کو بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا کہ درخت کے سایہ کو دیکھو کس طرح آپ کی طرف مائل ہے اور کھڑے ہو کر لوگوں کو قسمیں دینے لگا اور یہ کہا کہ آپ لوگ ان کو روم کی طرف نہ لے جائیں۔ رومی اگر ان کو دیکھ لیں گے تو آپ کی صفات اور علامات سے آپ کو پہچان کر قتل کر ڈالیں گے اثنا کلام میں اچانک اور دیکھا کیا جو راہب کی نظر پڑی تو دیکھا کہ روم کے سات آدمی کسی کی تلاش میں اسی طرف آ رہے ہیں۔ راہب نے پوچھا تم کس لئے نکلے ہو۔ رومیوں نے کہا کہ ہم اس نبی کی تلاش میں نکلے ہیں (جس کی توریت اور انجیل میں بشارت مذکور ہے کہ وہ اس مہینہ میں سفر کے لئے نکلنے والا ہے۔ ہر طرف ہم نے اپنے آدمی بھیجے ہیں۔ راہب نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ جس شے کا خدا عزوجل نے ارادہ فرمالیا ہو کیا اس کو کوئی روک سکتا ہے۔ رومیوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد رومیوں نے بحیرا راہب سے عہد کیا کہ ہم اب اس نبی کے درپے نہ ہوں گے اور یہ سات رومی وہیں بحیرا راہب کے پاس رہ پڑے کیونکہ جس مقصد کے لئے نکلے تھے وہ خیال ہی بدل گیا۔ اس لئے اب واپسی کو خلاف مصلحت سمجھ کر بحیرا راہب کے پاس ٹھہر گئے۔ راہب نے پھر قریش کے قافلہ کو قسم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں سے ان کا ولی کون ہے۔ لوگوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے ابو طالب سے کہا کہ آپ ان کو ضرور واپس بھیج دیں۔ ابو طالب نے آپ کو ابو بکر اور بلال کے ہمراہ مکہ واپس بھیج دیا۔ راہب نے زاد سفر کے لئے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا۔ (سیرۃ ابن اسحاق)

حرب الفجار

عرب میں عرصہ سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ واقعہ فیل کے بعد جو مشہور معرکہ پیش آیا وہ معرکہ حرب الفجار کے نام سے مشہور ہے یہ معرکہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان پیش آیا۔ اول قیس قریش پر غالب آئے۔ بعد میں قریش قیس پر غالب آئے۔ بالآخر صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔ بعض دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس لڑائی میں اپنے بعض چچاؤں کے اصرار سے شریک ہوئے مگر قتال نہیں فرمایا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمرہ چودہ یا پندرہ سال کی تھی اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر شریف بیس سال کی تھی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

عرب کے لوگ بڑے لڑاکے تھے۔ بات بات میں آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ اگر کہیں کسی طرف سے کوئی آدمی مارا گیا تو جب تک اس کا بدلہ نہیں لیتے تھے چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ "بکر" اور "تغلب" عرب کے دو قبیلوں میں ایک گھوڑ دوڑ کے موقع پر لڑائی ہوئی تو وہ لڑائی پورے چالیس برس ہوتی رہی۔

اسی قسم کی ایک لڑائی کا نام فجار ہے۔ یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلوں میں ہوئی تھی۔ قریش کے سب خاندانوں نے اپنی اس قومی لڑائی میں شرکت کی تھی ہر خاندان کا دستہ الگ الگ تھا۔ ہاشم کے خاندان کا جھنڈا عبدالمطلب کے ایک بیٹے زبیر کے ہاتھ میں تھا۔ اسی صف میں ہمارے پیغمبر بھی تھے۔ آپ بڑے رحم دل تھے۔ لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے اسی لئے آپ نے کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ (رحمت عالم)

حلف الفضول میں شرکت

لڑائی کا سلسلہ تو عرب میں مدت سے جاری تھا مگر کہاں تک؟ حرب فجار کے بعد بعض طبیعتوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح زمانہ سابق میں قتل و غارت گری کے انسداد کے لئے فضل بن فضالہ اور فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث نے ایک معاہدہ مرتب کیا تھا جو انہیں کے نام پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی طرح اب دوبارہ اس کی تجدید کی جائے۔

جب شوال میں حرب فجار کا سلسلہ ختم ہوا تو ذیقعدۃ الحرام میں حلف الفضول کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی اور سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب اس معاہدہ اور حلف کے محرک ہوئے اور بنو ہاشم اور بنی تمیم عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے۔ عبداللہ بن جدعان نے سب کے لئے کھانا تیار کرایا۔ اس وقت سب نے مظلوم کی حمایت و نصرت کا عہد کیا کہ مظلوم خواہ اپنا ہو یا پرایا، کسی کا بھی ہو جب تک اس کا حق ادا نہ ہو، اس کی اعانت اور امداد سے دریغ نہ کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس معاہدہ کے وقت میں بھی عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر تھا۔ اس معاہدہ کے عوض میں اگر مجھ کو سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر اب زمانہ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو بھی اس کی شرکت کو ضرور قبول کروں گا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

معاہدہ کے اسباب و مقاصد

واقعہ یہ تھا کہ یمن کا ایک سوداگر کچھ مال لے کر مکہ معظمہ میں آیا۔ مکہ کے ایک سردار عاص بن وائل سہمی نے اس کا مال خرید لیا اور جب قیمت ادا کرنے کا وقت آیا تو اس کو مار پیٹ کر بھگا دیا۔ وہ مکہ والوں کے سامنے رویا دھویا۔ مگر کسی نے پرواہ نہیں کی۔ مجبور ہو کر واپس ہوا مگر جب اس نے مکہ والوں کی ہجو میں اشعار کہے جو شہرت پا گئے اور اس طرح پورے عرب میں قریش کی بدنامی ہونے لگی۔ ظاہر ہے مکہ جیسے تجارتی شہر کے لئے یہ بدنامی بہت خطرناک

تھی۔ اس نے قریش کے سرداروں کو چونکا دیا اور اب وہ صورت حال پر غور کرنے کے لئے مکہ کے ایک رئیس "عبداللہ بن جدعان" کے یہاں جمع ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ابھی بیس سالہ نوجوان تھے۔ مگر امن وآشتی اور صلح ومصالحت جو آپ کا فطری جذبہ تھا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ جیسے ہی آپ کو خبر ہوئی آپ بھی مجمع میں پہنچ گئے۔ آپ کی شرکت کی یہ برکت تھی کہ واقعہ کا تعلق اگرچہ تجارت اور کاروباری سلسلے سے تھا۔ مگر غور وفکر کے دائرہ کو وسیع کیا گیا اور ایک باقاعدہ سوسائٹی (انجمن) بنائی گئی۔ (محمد رسول اللہ)

منشور

اس انجمن کے ارکان کا یہ عہد ہوتا تھا (۱) ہم اپنے وطن سے بے امنی دور کریں گے (۲) مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔ (۳) غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔ (۴) طاقتور کو کمزور پر بڑوں کو چھوٹوں پر ظلم کرنے اور ناانصافی سے روکا کریں گے۔ (محمد رسول اللہ)

جدید معاہدہ کی اہمیت

مگر جب تک دلوں کی سطح ہموار نہ ہو اس طرح کے معاہدے پائیدار نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا منشا علاج نہیں ہوتا۔ بلکہ دفع الوقتی ہوتا ہے۔ وقت گزر جاتا ہے تو یہ معاہدے بھی فراموش ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک معاہدہ پہلے بھی ہو چکا تھا۔ جب کہ پر قبیلہ جرہم کا قبضہ تھا مگر اب اس معاہدہ کا صرف نام یاد رہ گیا تھا۔ یعنی "حلف الفضول" وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ قبیلہ جرہم کے یہ تین سردار جنہوں نے یہ معاہدہ ایجاد کیا تھا۔ تینوں کے نام "فضل" تھے۔ اس وقت جو معاہدہ ہوا وہ ایک طرح سابق انجمن کا احیاء تھا۔ لہذا اس کو بھی وہی نام دیا گیا۔

بہرحال وقتی طور پر امن اور حفاظت جان و مال کے لئے ایک اچھا اقدام تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اس میں حصہ لیا کہ نبوت کے بعد جب ایک مضبوط نظام مسلمانوں کا قائم ہو گیا تھا۔ تب بھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ قریش اگر حلف الفضول کو زندہ کریں تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو اس میں حصہ لوں گا۔ (محمد رسول اللہ)

تجارت

مکہ کی زمین اگرچہ پیداوار کے قابل نہیں تھی۔ مگر تجارتی کاروبار کے لئے نہایت موزوں تھی۔ یہاں مشرق و مغرب کے ڈانڈے ملتے تھے۔ ایران، عراق، یمن، شام اور افریقہ کے تجارتی تعلقات کی درمیانی کڑی یہی شہر تھا۔ قریش اس قدرتی نعمت کو پہچانتے تھے اور جہاں تک ان کی گنجائش ہوتی تھی وہ اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

بعثت نبوی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بنائے جانے) سے تقریباً دو سو برس پہلے قریش کے مشہور اور ممتاز سردار ہاشم نے رحلة الشتاء والصیف (سردی اور گرمی کے موسم کے دو کوچ) کا دستور ڈال دیا تھا۔ گرمیوں میں مکہ والوں کے تجارتی قافلے شام اور انقرہ جاتے تھے جہاں اس زمانہ میں ٹھنڈ ہوتی تھی۔ خوشگوار موسم صحت بخش آب و ہوا کا لطف بھی اٹھاتے اور تجارت بھی کرتے اور سردیوں میں یہ قافلے حبش اور یمن جاتے تھے۔ ہاشم اور اس کے بھائیوں نے مختلف ممالک سے عربوں کے لئے آزاد تجارت کے سرٹیفکیٹ (پروانے) بھی حاصل کر لئے تھے۔ عرب میں قریش کی عظمت کا ایک بڑا سبب یہ تجارتی اقتدار بھی تھا۔

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر نے ترقی کی اور اس قابل ہوئے کہ تجارتی قافلہ کے ساتھ سفر کر سکیں تو آپ نے اس شریف پیشہ کو اپنانا چاہا لیکن روپیہ آپ کے پاس نہیں تھا تو آپ نے دوسروں کے سرمایہ سے تجارت شروع کر دی۔ بیرونی تجارت میں بھی حصہ لیا اور جیسا کہ (عبداللہ بن ابی الحمساء) کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے آپ مکہ میں گھوم پھر کر بھی کاروبار کیا کرتے تھے۔ (محمد رسول اللہؐ)

قریش کے شریفوں کا سب سے باعزت پیشہ سوداگری اور تجارت تھا۔ جب ہمارے رسول کاروبار سنبھالنے کے لائق ہوئے تو اسی پیشہ کو اختیار فرمایا۔ آپ کی نیکی، سچائی اور اچھے برتاؤ کی شہرت تھی۔ اس لئے اس پیشہ میں کامیابی کی راہ آپؐ کے لئے بہت جلد کھل گئی۔ ہر معاملہ میں سچا وعدہ فرماتے اور جو وعدہ فرماتے اس کو پورا کیا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت کے ساتھی عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

اس زمانے میں خرید و فروخت کا ایک معاملہ طے کیا۔ بات کچھ طے ہو چکی تھی کچھ ادھوری رہ گئی تھی میں نے وعدہ کیا کہ پھر آکر بات پوری کر لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ تین دن کے بعد مجھے اپنا وعدہ یاد آیا۔ دوڑ کر آیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ بیٹھے ہیں۔ میرے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور جب آیا تو آپ کی پیشانی پر میری اس حرکت سے بل تک نہ آیا۔ نرمی کے ساتھ اتنا ہی فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی زحمت دی۔ تین دن سے یہیں بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

تجارت کے کاروبار میں آپ اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ سائب نامی آپ کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ میری تجارت میں شریک تھے مگر ہمیشہ معاملہ صاف رکھا، نہ کبھی جھگڑا کرتے، نہ لیپ پوت کرتے تھے۔ آپ کے کاروبار کے ایک اور ساتھی کا نام ابوبکر تھا، وہ بھی مکہ ہی میں قریش کے ایک سوداگر تھے۔ وہ کبھی کبھی سفر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔

قریش کے لوگ حضرت کی خوش معاملگی، دیانتداری اور ایمانداری پر اتنا بھروسہ کرتے تھے کہ بے تامل اپنا سرمایہ آپ کے سپرد کر دیتے تھے۔ بہت سے لوگ اپنا روپیہ آپ کے پاس امانت رکھواتے تھے اور آپ کو امین یعنی امانت والا کہتے تھے۔

مکہ کی معزز تاجر خاتون

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عرب کے شریف خاندان کی بڑی مالدار عورت تھیں۔ ان کی شرافت نسبی اور عفت و پاک دامنی کی وجہ سے جاہلیت اور اسلام میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے قریش جب اپنا قافلہ تجارت کے لئے روانہ کرتے تو حضرت خدیجہ بھی اپنا مال کسی کو بطور مضاربت دیکر روانہ کرتیں۔ اکیلے حضرت خدیجہ کا سامان قریش کے کل سامان کے برابر ہوتا تھا۔

خدیجہ سے شرکت اور شام کا دوسرا سفر

خدیجہ رضی اللہ عنہا جب دوسری مرتبہ بیوہ ہو چکیں تو اپنی تجارت کو باقی رکھنے کے لئے انہیں کسی ایسے امانتدار شخص کی ضرورت تھی جو کاروباری سلیقہ اور تجارتی تجربہ بھی رکھتا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اگرچہ تقریباً ۲۴ سال کی تھی مگر آپ کے اوصاف حمیدہ کے چرچے شروع ہو گئے تھے۔ کاروباری سلیقہ کی بھی شہرت ہو چکی تھی اور تجارتی قافلہ کے ساتھ شام جا کر بیرونی تجارت کا بھی آپ کو تجربہ ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہ نے آپ کی یہ شہرت سنی

تھیں پھر ذاتی طور پر بھی واقفیت حاصل کی تو اپنے وسیع کاروبار کے لئے آپ کو زیادہ سے زیادہ موزوں پایا۔ چنانچہ آپ نے جوان صالح حضرت محمد بن عبداللہ بن قریشی ہاشمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیش کش کی کہ وہ کاروبار کی ذمہ داری سنبھال لیں۔ نفع میں ایک حصہ ان کا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشکش منظور فرمائی اور مال لے کر شام تشریف لے گئے۔ واپسی کے وقت آپ نے ایسا مال تلاش کیا جس کا مکہ میں فوراً نکاس ہو جائے۔ آپ نے شام سے یہ مال لا کر مکہ معظمہ میں فروخت کیا تو نفع بدرجہا زیادہ ہوا۔ (محمد رسول اللہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے پاس پیام بھیجا کہ اگر آپ یہ مال تجارت کے لئے لے کر شام جائیں تو آپ کو بہ نسبت دوسروں کے المضاعف معاوضہ دوں گی۔ آپ نے اپنے چچا ابوطالب کی مالی مشکلات کی وجہ سے اس پیام کو قبول فرمایا۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

نسطورا راہب سے ملاقات

جب آپ حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جب بصریٰ پہنچے تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ جس کا نام نسطورا تھا۔ وہ دیکھ کر آپ کی طرف آیا اور آپ کو دیکھ کر یہ کہا کہ عیسیٰ بن مریم کے بعد سے لے کر اب تک یہاں آپ کے سوا اور کوئی نبی نہیں اترا۔ پھر میسرہ سے کہا کہ ان کی آنکھوں میں یہ سرخی ہے۔ میسرہ نے کہا یہ سرخی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ راہب بولا۔

ھو ھو وھو نبی وھو اٰخر الانبیاء یہ وہی نبی ہے اور یہ آخری نبی ہے۔

پھر آپ خرید و فروخت میں مشغول ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک شخص آپ سے جھگڑنے لگا اور اس نے آپ سے یہ کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم کھائیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی لات عزیٰ کی قسم نہیں کھائی اور اتفاقاً جب کبھی میرا لات اور عزیٰ پر گزر بھی ہوتا ہے تو میں اعراض اور کنارہ کشی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتا ہوں۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا بے شک بات تو آپ ہی کی ہے یعنی صادق اور سچے ہیں۔ اور پھر اس شخص نے کہا کہ واللہ یہ شخص ہے جس کی شان اور صفت کو ہمارے علماء اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

برکات و بشارات کا ظہور

میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر ہوتا اور گرمی کی شدت ہوتی تو میں دو فرشتوں کو دیکھتا کہ وہ آپ

کر آپ پر سایہ کر لیتے ہیں۔ جب آپ شام سے واپس ہوئے تو دوپہر کا وقت تھا اور دو فرشتے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے جب بالا خانے سے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا تو پاس کی تمام عورتوں کو بھی دکھلایا۔ تمام عورتیں تعجب کرنے لگیں۔ بعد ازاں میسرہ نے سفر کے تمام حالات و واقعات سنائے اور آپ نے مال تجارت حضرت خدیجہؓ کے سپرد کیا۔ اس مرتبہ آپ کی برکت سے حضرت خدیجہؓ کو اس قدر منافع ہوا کہ اس سے پیشتر کبھی اتنا نفع نہ ہوا تھا۔ حضرت خدیجہ نے جتنا معاوضہ آپ سے مقرر کیا تھا اس سے زیادہ دیئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

صداقت وامانت کا مثالی کردار

ابوطالب کے ساتھ آپ بچپن میں بھی بعض تجارتی سفر کر چکے تھے۔ ہر قسم کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا اور آپ کے حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی۔ نوخیز نوجوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گلہ بانی سے آگے بڑھ کر میدان تجارت میں آئے تو آپ کے تعلقات وسیع ہوئے۔ لوگوں کو آپ کے آزمانے اور پرکھنے کا موقع ملا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو زیادہ قریب سے دیکھا وہی آپ کے سب سے زیادہ گرویدہ ہو گئے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ صرف دس بارہ سال کے عرصہ میں آپ کی غیر معمولی امانت داری، راست بازی اور سچائی نے سب ہی مکہ والوں کو یہاں تک موہ لیا کہ وہ آپ کا نام لینا بے ادبی سمجھنے لگے۔ یہی مکہ کے بڑے بڑے تاجر اور سیٹھ جن کو اپنی دولت پر ناز تھا۔ جن کو اپنے بین الاقوامی تعلقات پر فخر تھا کہ ان کے تجارتی قافلے شام، یمن، فارس وغیرہ جاتے رہتے ہیں۔ افریقہ کے بازاروں میں ان کا لین دین رہتا ہے۔ ان ملکوں کے امیروں اور بادشاہوں سے ان کی راہ و رسم ہے ان سے اپنی بات منوا سکتے ہیں۔ یہی رؤسائے قریش جو اپنے سوا کسی کو نظر میں نہیں لاتے تھے جو دوسروں کی گردنیں اپنے سامنے جھکوانا چاہتے تھے جن کے شاعروں کی جان ان کے وہ فخریہ قصیدے ہوا کرتے تھے جن میں وہ اپنی عظمت اور بڑائی کے ترانے گاتے اور کوئی ان کا توڑ کرتا تھا تو لڑ پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ خونریز جنگ کی نوبت آ جاتی تھی۔ دنیا جانتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ "محمد بن عبداللہ" کی غیر معمولی سچائی اور ایمانداری نے ان سیٹھوں اور رئیسوں کو یہاں تک متاثر اور گرویدہ بنا دیا تھا کہ وہ آپ کو "الصادق" و "الامین" ہی کہتے تھے۔ نام لینا بے ادبی سمجھتے تھے۔ یہ دو لفظ یہاں تک زبانوں پر چڑھ گئے

کہ انہوں نے قومی لقب کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ (محمد رسول اللہ)

ایفائے عہد کا بے مثال کردار

عبداللہ بن ابی الحمساء عامری ایک معمولی آدمی تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا یہ معاملہ نہ ہوا ہوتا جو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے تو دنیا نہ اس کو پہچانتی اور نہ پہچاننے کی ضرورت محسوس کرتی۔

یہ عبداللہ حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی سودا کر رہا تھا۔ بات چیت کرتے ہوئے اسے کوئی کام یاد آ گیا۔ اس نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا۔ آپ ٹھہریئے میں ابھی آتا ہوں۔ تب بات کروں گا۔ آپ کی زبان سے نکل گیا۔ "اچھا"۔

اب بات کی پختگی اور زبان کی پابندی ملاحظہ فرمایئے۔

عبداللہ بن ابی الحمساء یہاں سے چلا تو اس کو کوئی اور ضرورت پیش آ گئی وہ اس میں ایسا لگا کہ اس کو اپنے وعدہ کا خیال بھی نہیں رہا۔ یہ دن یونہی گزر گیا۔ پھر اگلا دن بھی گزر گیا۔ تیسرے دن اسے خیال آیا کہ میں "محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاملہ کر رہا تھا۔ بات یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ میں ان کو ٹھہرا کر آیا تھا۔ اب چل کر بات پوری کر لینی چاہئے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی الحمساء آپ کے مکان پر پہنچا۔ معلوم ہوا کہ دو روز گزر گئے۔ آج تیسرا دن ہے وہ مکان پر نہیں آئے۔ گھر والے خود پریشان ہیں" عبداللہ بن ابی الحمساء یہاں سے راونہ ہوا جہاں جہاں خیال تھا سب جگہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کیا۔ کہیں نہ ملے تو احتیاطاً اس جگہ بھی پہنچا جہاں بات چیت ہو رہی تھی اور وہ آپ کو وہاں ٹھہرا کر آیا تھا۔

عبداللہ بن ابی الحمساء اس مقام پر پہنچا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ "محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہیں موجود ہیں اور عبداللہ بن ابی الحمساء کا انتظار کر رہے ہیں اور زیادہ حیرت اس کو اس بات پر ہوئی کہ مسلسل تین دن انتظار کی زحمت اٹھانے کے بعد بھی جب عبداللہ بن ابی الحمساء سامنے آئے تو نہ لڑائی جھگڑا تھا نہ ڈانٹ ڈپٹ۔ کہا تو صرف اتنا کہا اور وہ بھی دھیمی آواز سے یافتی لقد شققت علی. انا ھھنا منذ ثلاث انتظرک (اے صاحب! آپ نے پریشان کر دیا۔ تین دن ہو گئے۔ یہاں آپ کا انتظار کر رہا ہوں)۔ (محمد رسول اللہ)

نکاح

نکاح کیلئے حضرت خدیجہؓ کا ارادہ و پیغام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کاروباری دانشمندی ہوشیاری اور مستعدی نے حضرت خدیجہ کی اس رائے کی تصدیق کر دی جو وہ اس "ترقی پسند" نوجوان کے متعلق پہلے قائم کر چکی تھیں۔

حضرت خدیجہ نے شام جاتے وقت جب مال سپرد کیا تو خاص اپنے بھروسے کے غلام "میسرہ" کو بھی ساتھ کر دیا تھا بہانہ یہ تھا کہ وہ خدمت کرتے رہیں گے اور مقصد یہ تھا کہ مال کی نگرانی بھی رکھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و اطوار کا بھی گہرا مطالعہ کرتے رہیں۔

سفر شام سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافع کا مال حضرت خدیجہ کے سپرد کیا۔ اور "میسرہ" نے نہ صرف امانتداری بلکہ آپ کے عام اخلاق کی بھی بڑی تعریف کی کہ خدیجہ جو اپنی زندگی کا بیڑا کسی راست باز کے حوالہ کرنا چاہتی تھیں "دامانِ محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان کو یہ بیڑا نظر آنے لگا۔ (محمد رسول اللہ)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کے تمام حالات سفر اور راہب کا مقولہ اور فرشتوں کا آپ پر سایہ کرنا ورقہ بن نوفل سے جا کر بیان کیا۔ ورقہ نے کہا کہ خدیجہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد اس امت کے نبی ہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ امت میں ایک نبی ہونے والے ہیں۔ جن کا ہم کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آ گیا ہے ان واقعات کو سن کر حضرت خدیجہ کے دل میں آپ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ (سیرۃ مغلطائی)

پیغام کی قبولیت اور نکاح

چنانچہ سفر شام سے واپسی کے دو مہینے اور پچیس روز بعد خود حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کا پیام دیا۔ آپ نے اپنے چچا کے مشورہ سے اس کو قبول فرمایا۔ تاریخ معین پر آپ اپنے چچا ابو طالب اور حضرت حمزہ اور دیگر رؤسائے خاندان کی معیت میں حضرت خدیجہ

کے یہاں تشریف لائے۔ مبرد سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد کا تو حرب فجار سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے۔ کسی کا قول ہے کہ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خویلد بھی موجود تھے۔

ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔

نکاح کے وقت آپ کی عمر شریف پچیس سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی۔ بیس اونٹ مہر مقرر ہوا (سیرۃ ابن ہشام) اور حافظ ابو بشر دولابی فرماتے ہیں کہ مہر کی مقدار ساڑھے بارہ اوقیہ تھی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے لہذا کل مہر پانچ سو درہم شرعی ہوا۔

آپ کا یہ پہلا نکاح تھا اور حضرت خدیجہ کا تیسرا (سیرۃ المصطفیٰ)

کردار کی امیری نے دولت کی امیری کو شکست دیدی

تم دیکھ چکے ہو کہ اتنی عمر میں دنیا کے نوجوان جو کچھ حاصل کر لیتے ہیں اس نے کچھ حاصل نہیں کیا تھا اور جس کو انسان سے زیادہ حیوانوں میں رہنا پڑا ہو محسوس و مرئی قوتوں کے امیروں کی نگاہیں آخر اس میں کیا پاسکتی تھیں؟ جس کی وہ قیمت لگاتے!

یہ سچ ہے کہ اس کا خاندان عالی اور بلا مبالغہ اتنا عالی تھا کہ ایسی بزرگی و شرافت بنی آدم کے کسی گھرانے کو میسر نہ آئی۔ اس وقت ہی نہیں بلکہ اس وقت بھی زمین کی آبادی کا تقریباً دو ثلث حصہ اسی دودمان عالی کے نفوس قدسیہ کی حلقہ بگوشی پر ناز کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ کون نہیں جانتا کہ دنیا کے سارے یہودی و نصرانی اپنی ساری بزرگیوں اور شرافتوں کو اسی کے جد اکبر ابراہیم علیہ السلام پر ختم کرتے ہیں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کے بچوں میں بھی جو بچہ کسی معمولی عراقی عورت کے بطن سے نہیں بلکہ شہنشاہ مصر کی صاحبزادی سے پیدا ہوا تھا اور جو ابراہیم و ہاجرہ دونوں کے دعا کی آواز کا ابولی جواب تھا۔ جس کا نام ہی اسماعیل (اللہ کا سنا ہوا) تھا وہی جس کو کعبہ کے رب نے قبول کیا اور جس کی بنیاد پر ابراہیم کو دنیا کی امامت کا منصب جلیل عطا ہوا۔ وہ اس آنے والے کا دادا تھا جو دنیا میں بڑی شان سے آ رہا تھا۔

خاندان کی اس عظیم برتری کے سوا خود عرب کے جزیرہ نما میں قریش والوں سے تبا

اونچا تھا اور قریشیوں میں بھی قصی و ہاشم کے گھرانے کو سب کے سامنے اپنی بے نظیر خدمت کے صلہ میں عزت و کرامت کا جو مقام حاصل ہوا تھا۔ عرب میں کون تھا جو اس کی برابری کر سکتا تھا۔ کندھا ملانے کی کوششیں ضرور جاری تھیں لیکن ان کے دوش کی بلندیوں تک اس وقت تک کس کا دوش پہنچا تھا؟

یہ سب کچھ تھا لیکن نقد پرستوں کے جس گروہ سے اس وقت سابقہ تھا ان کی کوتاہ نگاہوں اور تنگ ظرفوں کے آگے ماضی کی اس ادھار عظمت کی کیا قیمت تھی! جس بچے کا باپ بھی نہیں ہے، ماں بھی نہیں ہے، دادا بھی نہیں ہے، سرپرستوں میں اگر کسی ایک آدھ چچا کا نام لیا جاتا ہے تو وہ بھی اپنی معاشی بدحالیوں میں الجھا ہوا ہے۔ ذکر یہاں کا تو خیر وہ زمانہ تھا لیکن سرمایہ اور صلاحیتوں کا سوال تو ہر زمانہ میں رہا ہے اس وقت بھی تھا۔

ظاہر ہے کہ جس نے اپنی پوری زندگی بیابان میں بکریوں کی رکھوالی اور اونٹوں کی شبانی میں صرف چند قراریط پر گزاری تھی۔ اس کی طرف وہ نگاہیں کس طرح اٹھتیں جن میں مادیات و محسوسات کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہ تھی۔ وہی جو کسی نادیدہ حسن ظن یا گمان "پردیدہ" کے یقین کو کسی طرح قربان کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے اگر اس میں صداقت و امانت کی کرنیں پائی بھی تھیں تو کیا وہ اس "صداقت" اور "امانت" پر دولت و ثروت کی خواہش کو ذبح کرنے کی سکت رکھتے تھے۔

جاہل عرب بت پرست سے امید کی جا سکتی ہے، جب خدا پرستی صداقت شعاری کے تعلیم یافتہ مدعیوں کو بھی ہم اپنے سامنے اس حال میں پا رہے ہیں جس میں شاید عرب کے یہ اجڈ گنوار بھی غالباً مبتلا نہ تھے۔

مگر وہی بات جس کی دلیل ہمیشہ دعویٰ کے آگے آگے چلی آ رہی تھی، یہاں بھی اچانک وہی دلیل ایک عجیب شان میں دفعۃً جلوہ پرداز ہوئی۔

غریب حجاز کا سب سے بڑا امیر شہر مکہ تھا اور مکہ کے تمام امیروں کے پاس مجموعی طور پر جو کچھ تھا انفرادی طور پر اسی قدر دولت کی مالک اس شہر کی وہ بزرگ بی بی تھیں جن کا اسم گرامی

جا ہر ہو اور خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھا گویا اس حساب سے صرف مکہ کی نہیں بلکہ سارے حجاز کی سب سے بڑی دولت مند خاتون آپ تھیں۔ قدرت کی یہ عجیب کارفرمائی تھی کہ چند پیسوں کے لئے جس کو دن دن بھر ببولوں کے کانٹوں اور اذخر کے گھانسوں کی تلاش میں جنگل جنگل پھرنا پڑتا تھا۔ اسی کو خدیجہ اور خدیجہؓ کے پاس جو کچھ تھا سب دلا کر جسے لوگوں نے سب سے نیچا خیال کیا تھا سبھوں سے اونچا کر دیا تا کہ پھر ثابت ہو کہ امیری کے چاہنے والے اور اس کے لئے زمین کے قلابے آسمانوں سے ملانے والے امیر نہیں بنتے بلکہ امیر وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں لوگوں کی امیری بھی ہے اور غریبی بھی۔ جس دعویٰ کو وہ لے کر حرا سے بعد کو آیا دیکھتے جاؤ کہ کن پیکروں میں اس کی دلیلیں کہاں سے کہاں اتل اتل کر جریدہ عالم پر ثبت ہو رہی ہیں۔

ایسا دعویٰ کس نے سنا اور ایسی دلیل کس نے دیکھی، دعویٰ سنایا گیا اور دلیل دکھائی گئی عالم استدلال و برہان کی قطعاً یہ انوکھی چیز ہے (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) اور دیکھو کہ اسی کے ساتھ ایک روشنی ہے جس میں پڑھنے والے چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں کہ آئندہ جو جنبش ہوئی وہ اس سے نہیں ہوئی کہ افلاس نے کسی کو مضطرب کیا ہے، ناداری سے کوئی تڑپا ہے۔ (انتہی ناتمام)

حضرت خدیجہؓ کی جاں نثاری

نکاح کے بعد تجارت اور کاروبار کی طرف خاص توجہ کا تذکرہ تو نہیں آتا۔ البتہ خدمت قوم، ہمدردیٔ خلق، خدا پرستی اور خدا ترسی کے اوصاف روز افزوں نظر آتے ہیں۔ ادھر خدیجہؓ جن کے لئے یہی اوصاف باعث کشش تھے ان کی گرویدگی دن بدن بڑھ رہی ہے، یہاں تک کہ حضرت خدیجہؓ محض خانگی زندگی ہی میں رفیقہ حیات نہیں رہیں بلکہ قومی اور ملی خدمات میں بھی داہنا ہاتھ بن کر رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تو ان کا ایک حبہ بھی کبھی صرف نہیں ہوا۔ البتہ قومی اور ملی کاموں میں ان کی پوری دولت صرف ہوگئی۔ حتیٰ کہ وفات کے وقت وہ اس گھرانہ کی صاحب خانہ تھیں جس کا فخر اور امتیازی نشان فقر و فاقہ تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ لوگوں نے مجھے امداد سے محروم رکھا۔ خدیجہ نے میری مدد کی۔

لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ مگر خدیجہ نے ہر موقعہ پر میری تصدیق کی اور ہمت بڑھائی۔

باعظمت میاں اور باعصمت اہلیہ

امیری جب آتی ہے تو اپنی شانوں کے ساتھ آتی ہے۔ ٹھاٹھ کے ساتھ آتی ہے' باٹھ کے ساتھ آتی ہے' لیکن جس کو قصر میں براجنے کا موقع دیا گیا' تلاش کرو! وہ ویرانوں میں ملے گا' مکہ کے رئیس اپنی کوٹھیوں میں ہیں اور طائف کے امراء پھلوں اور پھولوں سے لدے باغوں اور ان کے بنگلوں میں ہیں۔ لیکن جو سب سے بڑی امارت کا مختارِ کل اور متصرف مجاز ہے وہ پہاڑوں کے اندھیرے غاروں میں ہے' پھر جو سرمایہ اس کو ملا گیا وہ مہاجنی کے بازاروں میں ہے؟ رشتوں کو جوڑا گیا' مہمانوں کو کھلایا گیا' بے کاروں کو کمو دیا گیا' بار والوں کا بوجھ ہلکا کیا گیا' ناداروں کو سکھایا گیا۔ بیت کی گھڑیوں میں لٹا دیا گیا۔ یہ حضرت خدیجہ ؓ کی رپورٹ ہے جس میں ان کی دولت کام آئی۔

پھر جو ان میں چھوٹا تھا' وہ بڑا ہو چکا تھا' مال میں بڑا ہو چکا تھا' جاہ میں بڑا ہو چکا تھا' اور اپنے ہم چشموں' ہم عصروں' ہم زادوں سب میں سب سے بڑا ہو چکا تھا' آخر اس سے زیادہ بڑائی کس کو حاصل تھی۔ کالے پتھر کے لئے سرخ خون کی جو ندی بہنے والی تھی۔ جس کے ایک ہاتھ نے اس طوفان کا رخ پلٹ دیا تھا۔ جس کے گھر کا مہمان ہمیشہ اکرام کے ساتھ واپس ہوا۔ جس کے دامن دولت نے یتیموں کو پناہ دی' جو بیروزگاروں کو روزگار دلانے کا روزگار کرتا ہے' جو بے ہنروں کو ہنر سکھاتا تھا۔ بھاری بوجھ والوں کا بار اٹھاتا تھا۔ وہ آڑے وقتوں میں آڑے آتا تھا۔ جو کچھ قدرت نے اس تک پہنچایا تھا وہ ان کو ان ہی راہوں میں بہاتا رہا۔

جس نے نیکی کی اتنی بیج در بیچ شاخوں میں اپنا سارا سرمایہ ساری توانائی لگا دی' اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد شہرت وصیت' جاہ و جلال کی جو بلندیاں اسے میسر آ سکیں ایسی برتری ان میں کس کو نصیب ہوئی تھی۔ مال و ثروت کے دیویوں یا مندروں میں "صدق" و "امانت" جیسی صفات کی اتنا کہ پرستش نہ ہوتی ہو لیکن کیا جاہ کے اکھاڑوں میں کردار کی ان قوتوں سے بازی نہیں جیتی جاتی؟ اور بلاشبہ وہ صرف اپنے شہر میں نہیں بلکہ اس شہر میں

جہاں جہاں سے لوگ آتے تھے اور کون بتا سکتا ہے کہ کہاں کہاں کے لوگ آتے تھے۔ زیارت کے لئے بھی آتے تھے تجارت کے لئے بھی آتے جاتے تھے۔ ان سب علاقوں میں خطوں میں بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ ملکوں میں بھی ان کی ... جہاں سے اس کا نام اونچا ہو چکا تھا۔ جہاد کے لئے اس وقت جو کچھ سوچا جا سکتا تھا کیا وہ سب ان کو حاصل ہو چکا تھا اور مالی بڑائی میں جس لشکر پر اس کی بڑائی کا پھریرا اڑ رہا تھا اس کا تو تماشا تم کر چکے ہو۔

یہی جو چیز اسے ملکوں میں مل چکی تھی کتنی بڑی بے ایمانی اور کیسی گندی اور سیاہ کور باطنی ہے جیا ... ہوئی۔ کہ اس کا بہتان اس پر لگایا جائے۔ جب وہ مختلف شہروں، قصبوں میں دن ہی نہیں بلکہ ڈراونی اور بھیانک ... تنہا تھا۔ سینوں اور بچھوؤں، درندوں اور موذیوں سے بھرے ہوئے پہاڑوں اور جنگلوں میں اس کو ان ہی چیزوں کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی جو محلوں، ریشمی توشکوں، مخملی گدوں، مرمریں چھپر کھٹوں پر بے فکری سے رات دن گر وہ چاہتا تو آسانی سے بھی مل سکتی تھی اور وہ مل رہی تھی۔ لیکن اس نے بجائے ایرانی قالینوں، رومی ریشم کے ... اور خشک زمین کے پتھر ملے فرش کو اپنا بچھونا اور تاروں بھری رات کو اپنا تکیہ بنایا۔

بلا بلا کی عصمت کا پتہ ... میں تنہا چھوڑا جا رہا ہو اور عصمت ہو عصمت اس کا نام ہے۔ خاک کے فرش کے سوا جس کے پاس کوئی فرش نہیں وہ اگر خاک پر سویا تو کیا عجب ہے۔ جو تخت پر سو سکتا ہے وہ مٹی پر سویا اس کا سونا ایسا خاص سونا ہے جس میں کھوٹ نہیں ہے۔ اور یہی تو اس امتحان گاہ کی جس میں سب ... جاتا ہے کسی منزل ہے یہ نیچے والے جو چاہیں پرکھنے والے پرکھ لیں اور جس طرح سے جن جن امکانی شکلوں سے چاہیں جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو باہر لانے کی کوشش کریں۔

اپنے معیاروں کو سامنے رکھ کر آؤ اپنی اپنی کسوٹیوں کو لے کر ... آؤ اور دیکھو! کہ جس کو قدرت کے ہاتھوں نے تمام عیبوں اور آلائشوں سے قطعاً پاک بالکل صاف پیدا کیا ہے۔ صداقت و راستی، امانت و اخلاص کے سوا اس میں کوئی اور چیز بھی ہے۔ خوب ٹھونک بجا کر مار کر دیکھو کیا اس دیگ کا کوئی چاول کچا ہے، روشنی کی جگہ کہیں اس کے اندر سے جھوٹ

پھوٹ کر دنیا کو جگمگا رہی ہیں' گھورو! آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورو! خورد بینوں کو آنکھوں پر چڑھا چڑھا کر گھورو! تاریکی کا اس میں کوئی ریشہ ہے۔

نبی مان لینے کے بعد کس کی ہمت تھی کہ اس قدوسی سرشت کے امتحان کا اندیشہ بھی کرتا یہی مصلحت تھی کہ ایک مہینہ نہیں' دو مہینے نہیں' سال دو سال بھی نہیں' بلکہ تم میں کون جانتا ہے کہ مکی زندگی کے پورے تیرہ سال اس حال میں اس کو گزارنے پڑے کہ گویا اس کو کوئی نہیں جانے گا۔ گویا اس کو کوئی نہیں مانے گا۔ حالانکہ پھر اسی کو نہیں بلکہ اس کے ان کفش برداروں نے تقریباً اسی بارہ تیرہ سال کی مدت میں صرف جزیرۃ العرب ہی نہیں بلکہ مشرق و مغرب' ایشیاء و افریقہ کے لاکھوں میل کے رقبوں کو ایسے کروڑہا کروڑ انسانوں سے بھر دیا کہ گویا ان میں کوئی انکار کرنے والا تھا ہی نہیں۔

فاروق (رضی اللہ عنہ) ہی کے پندرہ سالہ عہد حکومت تک پہنچتے پہنچتے ایسا ہو گیا جیسا کہ حبقوق نبی نے صدیوں پہلے کہا تھا۔

آسمان اس کی شوکت سے چھپ گیا اور زمین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حمد سے بھر گئی۔ وہ کھڑا ہوا اس نے زمین کو لرزا دیا' اس نے نگاہ کی' اور قوموں کو پراگندہ کر دیا' قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ پرانی پہاڑیاں اس کے آگے ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ زمین مدیاں کے پردے کانپ جاتے تھے۔" (انتہی الالتام)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اقامت گاہ

تعمیر کعبہ

بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ کی عمر شریف پینتیس سال کی تھی قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ بناء ابراہیمی میں خانہ کعبہ غیر مسقف تھا دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ نہ تھی قد آدم سے کچھ زائد نو ہاتھ کی مقدار میں تھی۔ مرور زمانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکا تھا۔ نشیب میں ہونے کی وجہ سے بارش کا تمام پانی اندر بھر جاتا تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ایک واقعہ یہ پیش آ گیا کہ کوئی عورت دھونی سلگا رہی تھی کہ اس کی انگیٹھی میں سے آگ کا پتنگا خانہ کعبہ کے پردہ پر پڑ گیا جس سے تمام پردے جل گئے اور دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔

ان کمزور دیواروں پر تازہ حادثہ یہ پیش آیا کہ زوردار سیلاب ان سے ٹکرایا جس نے ان کی جڑیں ہلا دیں۔ اب لامحالہ طے کیا گیا کہ اس چہار دیواری کو توڑ کر از سر نو تعمیر کر دیں۔ اس منصوبہ کو پورا کرنے کے لئے رقم کی ضرورت تھی۔ سامان عمارت درکار تھا اور کوئی انجینئر بھی ہونا چاہئے تھا۔ (محمد رسول اللہ)

جب تمام رؤسا قریش اس پر متفق ہو گئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے از سر نو بنایا جائے تو ابو وہب بن عمرو مخزومی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ماموں) کھڑے ہوئے اور قریش سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ دیکھو بیت اللہ کی تعمیر میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ سب حلال ہو اور زنا اور چوری اور سود وغیرہ کا کوئی پیسہ اس میں شامل نہ ہو صرف حلال مال اس کی تعمیر میں لگایا جائے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو پسند کرتا ہے۔ اس کے گھر میں پاک ہی پیسہ لگاؤ اور اسی خیال سے کہ تعمیر بیت اللہ کے شرف سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ اس لئے تعمیر بیت اللہ کو مختلف قبائل پر تقسیم کر دیا کہ فلاں قبیلہ بیت اللہ کا فلاں حصہ تعمیر کرے اور فلاں قبیلہ فلاں حصہ تعمیر کرے۔

دروازے کی جانب بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں آئی اور حجر اسود اور رکن یمانی کا

درمیانی حصہ بنی مخزوم اور دیگر قبائل قریش کے حصہ میں آیا اور بیت اللہ کی پشت بنی جمح اور بنی سہم کے حصہ میں آئی اور حطیم بنی عبد الدار بن قصی اور ابن اسد اور بنی عدی کے حصہ میں آیا۔ اسی اثناء میں قریش کو یہ خبر لگی کہ ایک تجارتی جہاز جدہ کی بندرگاہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا ہے۔ ولید بن مغیرہ سنتے ہی جدہ پہنچا اور اس کے تختے خانہ کعبہ کی چھت کے لئے حاصل کر لئے اس جہاز میں ایک رومی معمار بھی تھا جس کا نام باقوم تھا۔ ولید نے تعمیر بیت اللہ کے لئے اس کو بھی ساتھ لے لیا۔ ان مراحل کے بعد جب قدیم عمارت کے منہدم کرنے کا وقت آیا تو کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بیت اللہ کے ڈھانے کے لئے کھڑا ہو۔ بالآخر ولید بن مغیرہ پھاوڑا لے کر کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ

اللھم لانرید الا الخیر اے اللہ ہم صرف خیر اور بھلائی کی نیت رکھتے ہیں۔

معاذ اللہ ہماری نیت بری نہیں اور یہ کہہ کر حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف سے ڈھانا شروع کیا۔ اہل مکہ نے کہا کہ رات انتظار کرو کہ ولید پر کوئی آسمانی بلا تو نازل نہیں ہوتی۔ اگر اس پر کوئی بلائے آسمانی اور آفت ناگہانی نازل ہوئی تو ہم بیت اللہ کو پھر اصلی حالت پر بنا دیں گے۔ ورنہ ہم بھی ولید کے معین و مددگار ہوں گے۔ صبح ہوئی کہ ولید صحیح و سالم پھر پھاوڑا لے کر حرم محترم میں آ پہنچا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے اس فعل سے اللہ راضی ہے۔ اور سب کی ہمتیں بڑھ گئیں اور سب مل کر دل و جان سے اس کام میں شریک ہو گئے اور یہاں تک کھودا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں نمودار ہو گئیں۔ ایک قریشی نے جب بنیاد ابراہیمی پر پھاوڑا چلایا تو دفعۃً تمام مکہ میں ایک سخت دھماکہ ظاہر ہوا جس کی وجہ سے آگے کھودنے سے رک گئے اور انہیں بنیادوں پر تعمیر شروع کر دی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ایک فتنہ کا سدِ باب

تقسیم سابق کے مطابق ہر قبیلہ نے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کر کے تعمیر شروع کی۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی اور حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو سخت اختلاف ہوا تلوار کھنچ گئیں اور لوگ جنگ وجدال اور قتل وقتال پر آمادہ ہو گئے۔ جب چار پانچ روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی تو ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی نے جو قریش میں سب سے زیادہ معمر اور سن رسیدہ تھا۔ یہ رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہو اسی کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کرالو۔ سب نے رائے کو پسند کیا۔ صبح ہوئی اور تمام لوگ حرم میں پہنچے، دیکھتے کیا ہیں کہ سب سے پہلے آنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ لفظ نکلے۔

هذا محمد الامين رضينا هذا محمد الامين

یہ تو محمد امین ہیں ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔ یہ تو محمد امین ہیں۔

آپ نے ایک چادر منگائی اور حجر اسود کو اس میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو تھام لے۔ تاکہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے۔ اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور سب نے مل کر چادر اٹھائی۔ جب سب کے سب اسی چادر کو اٹھائے اس جگہ پہنچے جہاں اس کو رکھنا تھا تو آپ بہ نفس نفیس آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ (سیرۃ ابن اسحٰق)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس سال کے ہوئے۔ قریش نے خانہ کعبہ کو دوبارہ نیا تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجر اسود کی جگہ تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں۔ قریب تھا کہ ان میں لڑائی جھگڑا ہو اور ہتھیار چلنے لگیں۔ آخر قوم کے عقلمندوں نے مشورہ دیا کہ جو مسجد حرام کے دروازے سے سب سے پہلے آئے سب اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے: یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں امین ہیں۔ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت

سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا: ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لے اور خانہ کعبہ تک لائے۔ جب حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کی جگہ پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنا دیں جب کہ وکیل کا فعل موکل کے فعل کی طرح ہوتا ہے۔ اس طرح سب رکھنے میں بھی شریک ہو گئے۔ (کذا فی تاریخ حجر اسود ۱۱۵ از شرف طیب)

محسن قوم

قوم سے اسی وقت تک جدا رہتا تھا جب تک ان کے احسان کا موقع ہوتا لیکن اس کے ساتھ یہ عجیب بات ہے جوں ہی قوم پر احسان کرنے کی کوئی گھڑی آئی۔ لوگوں نے اس کو اس کی قوم میں نہ ہوا اور کھڑا ہوا پایا۔ حجر اسود کے فتنے کے قریب تھا کہ قریش اپنے امن و عافیت کے آبگینہ کو چکنا چور کر لیں لیکن دیکھو! بیابان میں انسانوں سے جدا ہو کر چوپایوں کے ساتھ رہنے والا آتا ہے اور جو درندوں کے مانند تھے ان درندوں کے مانند ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچنے والے تھے۔ ان چیخنے والوں کو کتنی آسانی سے جوڑ دیتا ہے۔ آڑے وقت کے یہی تجربات تھے۔ جس نے بدوؤں کے منتشر رہنے کے اس قوم جیسے تیسے طور پر اس کے امین و صادق ہونے کا نقش کندہ کر دیا تھا۔ کہ کہنے والے کی یہ بات پوری ہوئی جو صدیوں پہلے کہی گئی تھی۔

وہ امین صادق کہلاتا ہے اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا
(مکاشفہ یوحنا باب ۱۹-۱۱)

یوں ہی وہ اپنی زندگی کی مختلف منزلوں میں چھوٹی قوت، بڑی قوت، خاندانی قوت، وطنی قوت ہر ایک کو بڑے زور سے توڑتا، پھوڑتا، کچلتا ہوا مسلسل چلا آیا۔

مگر اب جو ہو رہا ہے اس سے پہلے اس کی دعوتوں کی تعمیر میں داعی پر وہ سب جس کا چلا آ رہا تھا ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں سب کو حیرت تھی کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

شروعات

عقلِ سلیم کا تقاضا

خدا کو ایک ماننا اور اس کی عبادت کرنا عقلِ سلیم کا تقاضا ہے مگر خدا پرستی کے وہ طریقے جن سے انسان روحانی ترقی اور ابدی سکون حاصل کر سکے انسان اپنی عقل سے نہیں معلوم کر سکتا۔

عقل ان فیصلوں میں بھی بسا اوقات غلطی کر جاتی ہے جن کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔ انتہا یہ کہ وہ طاقتیں جو انسان کے اندر موجود ہیں اور تندرستی یا بیماری کی وہ کیفیتیں جو جسمِ انسان میں پائی جاتی ہیں چونکہ ان کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو عقل ان کو پوری طرح پہچاننے سے بھی قاصر رہتی ہے اور پہچانتی ہے تو بسا اوقات غلطی کر جاتی ہے۔ انتہا یہ کہ ایکسرے جیسی نظر آنے والی چیز کے بعد بھی ڈاکٹروں کی تشخیص مختلف رہتی ہے۔ جن میں کوئی ایک صحیح ہوتی ہے اور کبھی ایک بھی صحیح نہیں ہوتی۔ پس وہ معاملات جن کا تعلق ان حقیقتوں سے ہے جن تک مشاہدہ کی رسائی نہیں ہو سکتی نہ ان کے تجربہ کی کوئی صورت ممکن ہے۔ ان کے بارہ میں عقل کے فیصلوں پر وہی شخص اعتماد کر سکتا ہے جو انصاف جیسی نعمت سے محروم ہو یا موجودہ زندگی کے فلسفہ اور فکرِ مستقبل سے غافل اور لاپروا ہو۔ مگر وہ صاحبِ فہم و فراست جو دیکھتا ہے کہ ہر ایک فعل کی ایک تاثیر ہے اور یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ معمولی کمی بیشی سے تاثیروں میں بے انتہا فرق آ جاتا ہے اگر صحیح توازن قائم رہے تو انسان ایٹم بم اور راکٹ تک بنا سکتا ہے اور چاند تاروں تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن توازن میں کچھ بھی فرق آ جائے تو ساری محنت رائیگاں اور دولت برباد ہوتی ہے وہ ہرگز جرأت نہیں کر سکتا کہ مشاہدہ سے بالا چیزوں کے بارہ میں عقلی فیصلوں پر اعتماد کر لے۔ وہ لامحالہ کسی ایسے مخبر اور ایسے رہنما کی تلاش کرے گا اور اس کی جستجو میں بے چین اور مضطرب رہے گا جو انسانی زندگی کے مآل اور انجام کی صحیح خبر دے سکے، اور وہ متوازن چیزیں بتا سکے جن سے روحانی صحت اور ترقی حاصل ہو اور ابدی سکون میسر آ سکے۔ (محمد رسول اللہ)

انبیاء علیہم السلام کی پاک طبیعتیں

روایات مذکورۂ بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیاء نبی ہونے سے پیشتر ہی کفر اور شرک اور ہر قسم کے فحشاء اور منکر سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ ابتداء ہی سے ان حضرات کے قلوب مطہرہ توحید و تفرید و خشیت و معرفت سے لبریز ہوتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حضرات عنقریب کفر اور شرک کے مٹانے کے لئے اور ہر فحشاء اور منکر سے بچانے کے لئے اور خیر کی طرف دعوت دینے کے لئے من جانب اللہ مبعوث ہونے والے ہیں اور خدا کے مجتبیٰ اور مصطفیٰ برگزیدہ اور پسندیدہ بندے بننے والے ہیں معاذ اللہ وہ خود ہی منصب نبوت و رسالت و خلعت اجتباء و اصطفاء کی سرفرازی سے پیشتر کفر و شرک کی نجاست میں ملوث اور فواحش و منکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔ حاشا ثم حاشا قطعاً ناممکن اور محال ہے۔ حضرات انبیاء نبوت و بعثت سے پیشتر اگرچہ نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر اعلیٰ درجے کے اولیاء اور عرفاء ضرور ہوتے ہیں۔ صفات خداوندی سے جاہل نہیں ہوتے اور نہ ان کو کسی وقت صفات خداوندی میں کسی قسم کا دھوکہ اور مغالطہ ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کا شک اور اشتباہ آتا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

یادِ خدا کے شوق کا غلبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت سلیم نے آپ کو ایک خدا کی یاد پر آمادہ کیا۔ اس کا شوق پیدا ہوا۔ ایک طرف تو ذاتی زندگی میں آپ وہ اعتماد و عمل کرتے رہے کہ آپ کو "الصادق الامین" کا خطاب دیا گیا۔ دوسری جانب یاد خدا کا شوق اتنا ہی بڑھتا رہا۔ یاد خدا کے شوق کے ساتھ لامحالہ نوع انسان کی اصلاح و ترقی کے سوالات بھی آپ کے سامنے آتے رہے۔

☆ یہ اصلاح و ترقی صرف مادیات تک ہو یا اس کا تعلق روحانیت سے بھی ہو؟

☆ انسانی زندگی صرف اسی ظاہری زندگی تک ہے یا اس کے بعد بھی اس کا تعلق ہے؟

☆ اگر انسان مرنے کے بعد بھی ایک وجود رکھتا ہے تو اس کی فلاح و بہبود کس طرح ہو سکتی ہے؟

☆ اصلاح کا وہ طریقہ کیا ہو کہ انسان اس زندگی میں بھی امن، سکون اور ترقی سے ہمکنار ہو اور اس کے بعد کی زندگی بھی ایک خوشگوار زندگی ہو اور اس طرح یہ اصلاح مکمل اصلاح ہو۔ یہ وہ سوالات تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب حساس میں خلش پیدا

کرنے لگے۔ اور ان کی خلش یہاں تک بڑھی کہ آپ کو اس غور و فکر میں لطف آنے لگا۔ گویا یہی غور و خوض فکر و مراقبہ آپ کی حیات مقدسہ کا جوہر بن گیا اور چونکہ شہری زندگی اس میں حارج تھی تو آپ کو تنہائی پسند آنے لگی۔ رفتہ رفتہ یہ دل بستگی یہاں تک بڑھی کہ آپ شہر سے باہر پہاڑ کی ایک کھو میں رہنے لگے۔ (محمد رسول اللہؐ)

غار حرا میں ذکر و فکر

حرا پہاڑ کا چار گز لانبا اور پونے دو گز چوڑا غار جہاں سے "کعبہ مکرمہ" بھی نظر آتا رہتا ہے۔ اب بھی موجود ہے یہ مکہ شہر سے تقریباً تین میل ہے۔ راستہ اتنا دشوار کہ یہ تین میل تیس میل سے بھی زیادہ کٹھن پڑتے ہیں۔ طاقتور نوجوان بھی وہاں پہنچتے پہنچتے تھک جاتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عادت بنالی تھی کہ پانی اور ستو ساتھ لیتے اور اس غار میں پہنچ جاتے اور جب تک پھر ضرورت نہ ہوتی آپ وہیں یاد خدا، غور و فکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔

رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بھی پوری وفاداری اور دل سوزی سے حق رفاقت ادا کرتی رہیں وہ پانی اور ستو کا ایک اندازہ رکھتیں اور جب ان کے اندازہ سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی واپسی میں تاخیر ہوتی تو وہ خود پانی اور ستو لے کر اس غار پر پہنچ جاتیں (محمد رسول اللہؐ)

غار حرا کی خلوت و عزلت میں آپ کا یہ معمول رہا کہ کبھی کبھی آپ گھر تشریف لاتے اور چند روز کا توشہ لے کر گھر واپس ہو جاتے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصحاب خلوت و عزلت کے لئے انقطاع کلی مناسب نہیں اہل و عیال کے حقوق کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد فرمایا۔ لا رہبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ باطنی امراض کے معالجے کے لئے اور عبادت میں پختگی اور رسوخ پیدا کرنے کے لئے اگر کسی غار یا پہاڑ میں مدت معینہ کے لئے خلوت کی جائے (جیسا کہ حضرات صوفیہ کا طریقہ ہے) تو یہ عین سنت ہے۔ بدعت نہیں ہے۔

نیز اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی غار یا پہاڑ میں خلوت اور عزلت کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ اہل خانہ کو مقام خلوت سے ضرور مطلع کر دے تاکہ ان کو کسی قسم کی تشویش نہ ہو اس کی طرف سے قلب میں کوئی بدگمانی نہ ہو۔ عند الضرورت اس کی خبر گیری کر سکیں۔ بیمار ہو تو تیمارداری کر سکیں۔ وغیر ذالک۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

کے انکشاف کا اولین ترین ذریعہ رؤیائے صادقہ ہے اور رؤیائے صالحہ اول نبوت کا ایک نمونہ ہے جس سے انبیاء کرام کی نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ دلائل ابی نعیم میں باسناد حسن عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد علقمہ بن قیس سے مرسلاً مروی ہے کہ اول انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خواب دکھلائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سچے خوابوں سے ان کے قلوب مطمئن ہو جاتے ہیں تب بحالت بیداری ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کو نبوت سے قبل ایک عجیب و غریب خواب دکھلایا گیا اسی وجہ سے رؤیائے صالحہ وحی نبوت کا ایک نمونہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ رؤیائے صالحہ نبوت کا ایک جزء ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب تو ہمیشہ سچا ہی ہوتا ہے حضرات انبیاء کے خواب میں کذب کا امکان بھی نہیں۔ البتہ صالحین کے خواب میں صدق غالب رہتا ہے۔ شاذ و نادر ان کا خواب از قبیل اضغاث احلام ہوتا ہے۔ فساق و فجار کے خواب اکثر اضغاث احلام ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا ہے وہی خواب میں بھی سب سے زائد سچا ہے"۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ خواب کے صادق ہونے میں بیداری کے صدق کو خاص دخل ہے اور جو شخص جتنا زائد صادق الکلام ہے اسی قدر نبوت سے قریب ہے اور جس درجہ صدق سے دور ہے اتنا ہی نبوت سے دور ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ رؤیائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے اور کبھی یہ فرمایا کہ چالیسواں جزء ہے ایک حدیث میں ہے کہ چھیالیسواں جزء ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ پچاسواں جزء ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ سترواں جزء ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ چھہترواں جزء ہے۔ امام غزالی قدس اللہ سرہ احیاء العلوم کی کتاب الفقر والزہد میں فرماتے ہیں کہ ان مختلف کلمات کو یہ نہ سمجھو کہ باہم متعارض اور مضطرب ہیں بلکہ ان مختلف کلمات سے اختلاف مراتب کی طرف اشارہ سمجھو کہ خواب دیکھنے والے مختلف المراتب ہیں۔ صدیقین کے خواب کو نبوت سے وہی نسبت ہوگی جو ایک کو چھیالیس سے ہے اور کسی کے خواب کو نبوت سے وہی نسبت ہوگی جو ایک کو چالیس یا پچاس یا ستر یا چھہتر سے ہے۔ (بتصرف)

باب ۳

بعثت و دعوت

دعوتِ اوّل پر لبیک کہنے والے

تربیت و نصابِ تربیت

قبل از نبوت آپ ﷺ کی زندگی پر ایک نظر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خلیل اللہ کی نسل میں اشرف خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا ہوئے اور مکہ کے سردار عبدالمطلب کے پوتے بن کر قومی و ملکی اصلاح کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔ آپ تنہا تھے اور بچپن ہی میں والدین کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تھا۔ چالیس سال کی عمر آپ نے نہایت وقار اور متانت کے ساتھ گزاری۔ امانت داری میں ضرب المثل ہوئے۔ سچائی اور صاف گوئی میں شہرت پائی۔ اپنے اخلاق اور عادات کی وجہ سے ہر دلعزیز بنے اور باوجودیکہ اپنی وہم پرست قوم کی رسومات سے ہمیشہ علیحدہ رہے کسی کو آپ سے نفرت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس مدت میں آپ نے کسی کے سامنے کتاب نہیں رکھی۔ کچھ پڑھا نہیں۔ لکھنا سیکھا نہیں۔ دوسرے مذہب والوں سے ملے نہیں۔ ان کی صحبت اور میل جول سے مذہبی معلومات حاصل نہیں کیں۔ قانون بنانا جانا نہیں۔ سیاست و ملکی انتظام کی طرف توجہ نہیں کی۔ ریاست و حکومت کا وسوسہ بھی دل پر نہیں آیا۔ بڑا بننے یا بہ تکلف اپنے کو بنانے کی خواہش بھی نہ ہوئی۔ دفعۃً چالیس سال پورے ہونے پر حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان آپ پر نازل ہوا۔ اور علم لدنی پڑھا کر آپ کو متنبہ کیا گیا کہ:۔

"ہاں کھڑے ہو اور اپنا کام شروع کرو۔ مفسدوں کو شاہی عذاب سے ڈراؤ۔ اپنے مربی شاہنشاہ کی عظمت و کبریائی قائم کرو۔ شرک کی گندگی کو دور کرو۔ اور اصلاح خلائق کے قابل قدر کارنامہ کا کسی پر احسان مت جتاؤ۔ غرض اپنی مفوضہ خدمت کے انجام دینے میں جو کچھ بھی سر پڑے اسے اٹھاؤ۔ مصیبتیں جھیلو۔ ایذائیں سہو۔ تکلیفیں برداشت کرو۔ اور اٹل پہاڑ بن کر جمے رہو۔ نہ از جا رفتہ ہو اور نہ شکوہ و بے صبری کرو۔" ([illegible])

بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے کا تمدّن

عرب ایک وسیع ملک ہے جس میں مختلف صوبے اور متعدد شہر اور بستیاں آباد ہیں۔ مگر اس کی شہرت اور زیادہ تر آبادی کا سبب مکہ مکرمہ ہے جس میں دنیا بھر کی مخلوق کا معبد حقیقی "بیت اللہ" واقع اور ابتداء آفرینش عالم سے مرجع خلائق بنا رہا ہے۔ ایسے مقام کے باشندوں کا جہاں سلاطین جہان و شاہان ملک بھی سر جھکاتے آئیں اور ہر قسم کی نذر اور نیازیں چڑھائیں جو کچھ بھی رنگ ہونا چاہیے اس کو ہر قوم و ملت اپنے معبد کے مجاوروں کی حالت دیکھ کر سمجھ سکتی ہے۔

یہاں کے مجاور و متولی قریش تھے۔ جنہوں نے عام باشندوں پر فوقیت کی غرض سے اپنے لئے امتیازی خصوصیتیں قائم کر رکھی تھیں۔ یہی لوگ بیت اللہ کے خادم اور عرب کے حاکم سمجھے جاتے تھے اور اس وجہ سے گویا تمام دنیا پر اپنی عظمت و اقتدار کا سکہ جمائے ہوئے تھے۔ مذہبی رنگ سے بالکل جدا ہو کر ان کی آزادانہ زندگی اور خود مختارانہ گزران کا خلاصہ یہ تھا کہ:۔

"بانی رسومات کے پابند تھے تو تراشیدہ رواج کو مذہب سمجھتے تھے خیالات کی پرستش کرتے تھے مورتوں کو پوجتے تھے جن کو نفع نقصان کا مختار جانتے تھے اور اس میں اس درجہ منہمک ہو گئے تھے کہ ان کو یہ وہم ہو گیا کہ ان کی بے توقیری کیجئے اور ذرا کمی کیجئے تو ان کی ناراضی سے ہم پالا بلد بے زر مجبور الحواس ہو جائیں گے یا اور کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

اس توہم پرستی کے علاوہ عظمت مسجد الحرام کا یہ حال تھا کہ اس کو گویا ایک چوپال بنا رکھا تھا کہ یہیں مشورے لئے جاتے یہیں مقدمات فیصل ہوتے۔ اور یہیں قومی مفاخر پر مشاعرے اور مناظرے کے جلسے منعقد ہوتے تھے۔ عبادت کے قصد سے آتے تو تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ یہ قریش ہی کی خصوصیت تھی کہ کپڑے پہن کر بیت اللہ کا طواف کریں۔ باقی تمام قبائل جب آتے تو بالکل برہنہ طواف کرتے اور عورت ہو یا مرد ننگے ہو کر بے حیائی کے ساتھ اس کے چکر لگایا کرتے تھے۔ ایام گزاری کا رنگ یہ تھا کہ مردار کھاتے شرابیں پیتے جوا کھیلتے ڈاکہ ڈالتے اور قیمیوں رانڈوں کے مال کو اپنا حق سمجھ کر ہضم کر جاتے تھے۔ ایک

عورت بھی کئی مردوں سے نکاح کر لیتی اور باری باری ہر ایک کی زوجیت کا حق حاصل کرتی تھی۔ باپ کے مرنے کے بعد ماں کو منجملہ دیگر مال منقولہ کے ترکہ پدری سمجھتے اور اس پر قابض ہو کر جی چاہتا تو اس سے خود نکاح کرتے' ورنہ معاوضہ لے کر دوسرے کے حوالہ کر دیتے تھے۔ نابالغ بچوں اور عورت ذات لڑکیوں کو یہ کہہ کر ترکہ پدری سے محروم کر دیتے تھے کہ مرنے والے کی میراث وہ لے جو اس کا طرف دار بن کر دشمن سے جنگ کر سکے"۔

چونکہ کسی کو داماد بنانا عار سمجھتے اور یوں بھی جنگ کے خوگر ہونے کی وجہ سے بصورت مغلوبیت اندیشہ رہتا تھا کہ بے کس و لاوارث لڑکیاں دشمن کے قبضہ و تصرف میں چلی جائیں گی' اس لئے پیدا ہوتے ہی ان کو قتل کر دیتے یا معصوم و بے زبان بچی کو اپنے ہاتھوں زندہ اور جیتے جی مٹی میں دبا آتے تھے۔ روزمرہ کے کاروبار میں خاص دنوں اور مہینوں کو مانتے تھے جانوروں کی آواز اور اس کے دا ہنے بائیں اڑنے سے شگون لیتے۔ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے مورتوں کی نیازیں چڑھاتے اور اس کو عین دین سمجھے ہوئے تھے۔ سچے بادشاہ اور پیدا کرنے والے خدا کی شکر گزاری کا تو کیا پوچھنا ان کو خدا کے خالق اور مالک ہونے کا بھی اقرار نہ تھا۔ دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ جو حیرت خیز انتظام سے چل رہا ہے ان کے نزدیک اتفاقی تھا اور گویا بلا کسی موجد کے یوں ہی ہوتا چلا آتا تھا' دنیوی اعمال و افعال پر جزا و سزا کا ہونا ان کو مستبعد معلوم ہوتا اور حشر و نشر کے تذکرے ان کے قصے کہانیوں کا بھی جزو نہ رہے تھے۔ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے۔ جنات اور کاہنوں کو غیب دان جانتے اور حوادث و واقعات عالم کو ستاروں کی رفتار اور بروج میں آمد و رفت کا اثر سمجھتے تھے۔ حسن پرستی اور رقص و سرود سے دلچسپی تھی لہو و لعب میں مزہ آتا اور فحش و بدکاری سے لذت حاصل ہوتی تھی۔ سفر کرتے تو جھوٹی کہانیاں سنانے والوں اور قصہ گویوں کو ساتھ رکھتے تھے' شعر گوئی کا شوق مختصر ان کا علمی مایہ ناز تھا۔ جس میں اپنی تعریف بڑائی' شرافت اور دوسروں پر ہر نوع فوقیت نظم کی جاتی اور مجمعوں میں سنا کر داد چاہی جاتی تھی' خانہ جنگی اور خونریزی ان کا بہادرانہ کرتب اور نسل کی شرافت کا پرداختہ تھا جس کی بدولت بچے بچے کی جان ہر وقت خطرہ میں اور گویا ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھی' کینہ اور عزم انتقام کو شریفانہ جوہر اور قومی عظمت کی

دستاویز سمجھے ہوئے تھے جس سے کوئی خاندان اور کوئی قبیلہ بھی خالی نہ تھا، باہمی مخالفت اور آپس کی نزاع سے ہزاروں عورتیں رانڈ بن ہو چکی تھیں اور لاکھوں بچے یتیم، دوسرے کا محکوم ہونا موت سے زیادہ شاق تھا، اور اپنے سے بالا کسی کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ غرض ان کے تمدن و معاشرت کا ہر پہلو خراب تھا، اور جب عرب ہی اس اندھیری حالت میں پڑا ہوا تھا تو دوسروں کا کیا پوچھنا کہ مثل مشہور ہے: "چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

جب کعبہ سے ہی کفر اٹھ کھڑا ہو تو پھر اور کہاں مسلمانی ہو سکتی ہے۔ (سیرت مہتاب عرب)

قریش اور قریش کی حالت

اور جس طرح اس نے خاک اور دھول کے بوجھ سے انسانیت کے سر کو ہلکا کیا، سیادت کوئی پیش کرنے سے پہلے قدرت نے خود اس کو اس کے مبارک وجود کو اس کی دلیل نہیں بنایا کہ قوم اور خاندان کے دیوتاؤں کے آگے گردن کاٹنے والے اس کے قدموں پر اس لئے اپنی اور اپنے بچوں کے خون کی بھینٹ چڑھانے والے کہ قوم کے وجود میں افراد کی حفاظت مستور ہے۔ یہ لوگ قومی اور افرادی بقا ہی نہیں بلکہ سرے سے بقا کے راز سے جاہل ہیں۔

دیکھو! جس طرح وہ ایسے ملک میں پیدا ہوا تھا جس میں کچھ نہیں تھا۔ اسی طرح یہ قدرت ہی کی طرف کی بات تھی کہ جس قوم میں وہ پیدا ہوا اس کے پاس بھی کچھ نہیں تھا وہی کا دماغ، اس کا دل اس کی طبیعت اپنی قوم سے کیا تھی جبکہ خود ان ہی کے پاس کچھ نہ تھا اور اگر کچھ تھا بھی تو جو باہر کا حال تھا وہی ان کے اندر کی بھی کیفیت تھی بلکہ ان کے دل ان پہاڑوں سے زیادہ سخت ان کے دماغ ان کے میدانوں سے زیادہ چٹیل تھے ان میں ان کی کھیتوں میں رہنے والوں کے اندر خونخوار سے زیادہ وحشی پن پیدا ہو چکا تھا۔ ابھرنے سے زیادہ ان میں ملنے والے ٹھہرتے تھے۔

تاہم وہ آبادی ہی تھے اور مکہ باوجودیکہ ایک شہر تھا، مانا کہ اس میں مدرسہ نہ تھا۔ کالج نہ تھے۔ یونیورسٹی نہ تھی، سوسائٹی نہ تھی کلب نہ تھا، لائبریری نہ تھا، صنعتی کارخانے نہ تھے۔ علمی معبد، کوئی باضابطہ سیاسی ادارہ نہ تھا۔ لیکن پھر بھی وہ شہر تھا اس میں تمدن کے کچھ لوازم تھے، ایک معبد تھا جس کی زیارت کے لئے اطراف و جوانب کے مسافر وہاں آتے تھے۔ شمالی و جنوبی کاروانی راستوں کی شاہراہوں پر واقع تھا۔ (النبی الخاتم)

آفتابِ رسالت کا طلوع

رؤیائے صادقہ کی صبح صادق خبر دے رہی تھی کہ عنقریب آفتاب نبوت طلوع کرنے والا ہے اور جس طرح صبح کی روشنی آناً فاناً بڑھتی رہتی ہے اسی طرح رؤیائے صالحہ اور صادقہ کی روشنی بھی آناً فاناً بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ آفتاب نبوت و رسالت فاران کی چوٹیوں سے طلوع کر ہوا جو قلب کے بصیر اور بینا تھے۔ مثلاً ابوبکرؓ وہ سامنے آئے اور آفتاب نبوت کے انوار و تجلیات سے مستفید ہوئے اور جو کور باطن اور خفاش دل تھے جیسے ابوجہل آفتاب کے طلوع ہوتے ہی خفاش کی طرح ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور نبوت و رسالت کے آفتاب عالمتاب کی تمازت کی تاب نہ لاسکے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

چہل سالہ عمر کی خصوصیات

منصب نبوت و رسالت کی سرفرازی کے لئے چالیس سال کا سن اس لئے تجویز کیا گیا کہ انسان کی قوائے جسمانیہ اور روحانیہ چالیس ہی سال کی عمر میں حد کمال کو پہنچتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ حتی اذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ اصل عمر تو انسان کی چالیس ہی سال ہے۔ اس کے بعد تو انحطاط اور زوال ہے۔ اسی طرح جب آپ کے قوائے جسمانیہ و روحانیہ حد کمال کو پہنچ گئے اور تجلیات الٰہیہ اور نفحات قدسیہ کے قبول کرنے کی استعداد مکمل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے آپ کو نبوت و رسالت کا خلعت عطا فرمایا۔ واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم (سیرۃ المصطفیٰ)

پہلی وحی

جب عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو حسب معمول آپ ایک روز غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ دفعۃً ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپ کو سلام کیا اور پھر یہ کہا اقراء پڑھیے آپ نے فرمایا۔ ما انا بقاری میں پڑھ نہیں سکتا۔ اس پر فرشتہ نے پکڑ کر مجھ کو اس شدت سے دبایا کہ میری مشقت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقراء میں نے پھر وہی جواب دیا۔ ما انا بقاری فرشتہ نے پھر تیسری بار مجھ کو پکڑا اور اسی شدت کے ساتھ دبایا اور چھوڑ دیا اور یہ کہا کہ پڑھو

اقرأباسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق. اقرأوربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم

آپ اپنے پروردگار کے نام کی مدد سے پڑھیے جو خالق ہے تمام کائنات کا خصوصاً انسان

کا کہ جس کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھیے کہ آپ کا رب بہت ہی کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ چیزیں بتلائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

آپ اسی غار میں تھے کہ ایک وجود محسوس ہوا۔ اس سے گھبراہٹ کم ہوئی بلکہ دل کو سکون ہوا جیسے سوکھے ہونٹوں کو ٹھنڈا پانی مل گیا (محمد رسول اللہ)

علمی و روحانی فیض کا انتقال

جبرئیل امین کا آپ کو تین بار دبانا علمی اور روحانی فیض پہنچانے کے لئے تھا، تاکہ جبرئیل کی روحانیت اور ملکیت آپ کی بشریت پر غالب آجائے اور قلب مبارک آیات الٰہیہ اور اسرار غیبیہ اور علوم ربانیہ کا تحمل کر سکے اور آپ کی ذات بابرکات خالق اور مخلوق کے مابین واسطہ اور عالم شہادت کا منتہیٰ اور عالم غیب کا مبدا بن سکے۔ حضرات عارفین کا اس طرح سے کسی کو فیض پہنچانا بطریق توارث ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور یہ دعا فرمائی۔

اللھم علمه الکتاب (بخاری شریف)

اے اللہ اس کو اپنی کتاب کا علم فرما۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

مومن کا پہلا فرض

تخلیق نواز اور انقلاب انگیز تعلیمات کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ مشہور مثل کلام الملوک ملوک الکلام کی دلآویز مثال بھی آپ کے سامنے آجائے گی۔

وحی کا آغاز لفظ "اقرا" سے ہوا اور اسی اہمیت کے ساتھ دوسری مرتبہ بھی بعد میں لایا گیا۔ اقرا باسم ربک پڑھ اپنے رب کے نام سے" پھر پروردگار (رب) کی تین صفتیں بیان کی گئیں۔ خلق۔ الاکرم۔ علم زیادہ دینے والا، علم پہنچایا گیا (علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم) تعلیم دی قلم سے اور سکھایا انسان کو وہ جو نہیں جانتا تھا۔

کیا اس اسلوب کلام سے ہمیں یہ سبق نہیں ملتا کہ جو شخص اس وحی پر ایمان لائے اس کا پہلا فرض قرأت اور تعلیم ہے۔ اور تعلیم بھی وہ نہیں جو صرف باپ دادا کی زبانی دی جاتی ہے بلکہ تعلیم ایسی جس میں پڑھنا بھی ہو اور قلم سے لکھنا بھی۔ (محمد رسول اللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ معلم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ انسان کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو وہ نہیں جانتا وہ جس طرح قلم کے ذریعہ سکھاتا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ "امی محض" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کسی واسطہ کے علم الاولین والآخرین سے نواز دے۔ علق (خون بستہ) یعنی لہو کی پھٹکی۔ اس کو علم سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ خون کی پھٹکی کے لئے علم کا تصور بھی بے محل ہے۔ لیکن خدا قادر پروردگار عالم اس علق سے انسان کو پیدا کرتا ہے اور علم بے پایاں کی دولت سے نوازتا ہے۔ وہی رب ذوالجلال۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے امی کو جوہر علم سے آراستہ کر رہا ہے۔ بلاشبہ کسی امی کو نہیں کہا جا سکتا کہ پڑھ۔ پڑھنے کا حکم امی کے حق میں تکلیف مالا یطاق ہے۔ مگر رب محمد کا حکم محمدؐ کے لئے تکلیف مالا یطاق نہیں ہے۔ کیونکہ جو حکم کر رہا ہے وہ پہلے ہی محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ جوہر عطا کر چکا ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب اقرء کا اہل اور محل بنا دیا واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد رسول اللہؐ)

اقوام عالم کی علمی حالت

تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے کے لئے یہ موضوع بہت دلچسپ ہے کہ وہ تحقیق کرے کہ اس وقت تعلیم کے بارے میں اقوام عالم کی حالت کیا تھی اور ان کا ذوق تعلیم کہاں تک سرد پڑ چکا تھا۔ مغربی یورپ' انگلینڈ جرمنی وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہاں تو انسان ابھی پہاڑ کی کھوہ اور پھونس کی جھونپڑی سے بھی نہیں نکلا تھا۔ رات کو ایک ہی جھونپڑی میں اپنے مویشی کے ساتھ بند ہوتا تھا۔ مشرقی یورپ جہاں "روم" کا اقبال چمک رہا تھا' وہاں بھی علم اور تعلیم کی کچھ دولت تھی تو صرف کلیسا کے تاریک کناروں میں چھپی ہوئی۔ کلیسا سے باہر یا دولت علم سے آشنا ہی نہ تھے یا تعلیم ان کے لئے ممنوع تھی اور کلیسا کے علماء بھی صرف نفع اندوزی کی حد تک علم کے قدر دان تھے۔ اگر نفع کسی کتاب کی فروخت سے ہوتا یا چمڑے پر لکھی ہوئی کتاب کے حروف مٹا کر چمڑہ فروخت کر دینے میں نفع ہوتا تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ (سید سلیمان)

ہندوستان کا حال معلوم ہے کہ یہاں صرف براہمہ ہند علم کے مالک سمجھے جاتے تھے اور

غیر برہمن میں سے کسی آدمی سے زیادہ مخلوق شودر تھی، وہ علم حاصل تو کیا کر سکتی اگر علم کی بھنک بھی کان میں پڑ جاتی تو کان میں سیسہ پگھلا دیا جاتا (منو سمرتی)

ایران اور روم میں عیش پرستی علم پر غالب تھی اور چین و افریقہ کا ماضی ان کے موجودہ حال سے معلوم ہو رہا ہے۔ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ربع مسکون سے خارج تھا تو انسانی دنیا سے بھی خارج تھا۔ (محمد رسول اللہ)

مَا اَنَا بِقَارِئٍ کی وضاحت

مَا اَنَا بِقَارِئٍ کے بظاہر معنی یہ ہیں کہ میں پڑھا ہوا نہیں امی ہوں لیکن اس معنی میں اشکال یہ ہے کہ قرأت یعنی زبان سے پڑھنا امیت کے منافی نہیں۔ امی شخص بھی کسی کے تعلیم و تلقین سے قرأت اور تلفظ کر سکتا ہے خصوصاً جبکہ فصاحت و بلاغت اس کی غلام ہو۔ امیت کتابت کے منافی ہے۔ امی شخص لکھی ہوئی تحریر کو نہیں پڑھ سکتا لیکن زبانی تعلیم و تلقین کردہ الفاظ کی قرأت کر سکتا ہے۔ پس اگر جبرئیل امین کوئی لکھی ہوئی تحریر لے کر آئے تھے کہ جس میں یہ آیتیں لکھی ہوئی تھیں اور آپ کی نسبت یہ کہتے تھے کہ اقرأ یعنی اس تحریر کو پڑھو تو پھر اس کے جواب میں ما انا بقاری کہنا ظاہر اور مناسب ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل ایک حریری صحیفہ لے کر آئے جو جواہرات سے مرصع تھا اور وہ صحیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اقرأ یعنی اس حریری صحیفہ کو پڑھیے۔ آپ نے فرمایا ما انا بقاری یعنی میں امی ہوں لکھی ہوئی تحریر کو پڑھ نہیں سکتا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ایک شبہ کا جواب

علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ سورۂ اقرأ کی نازل شدہ آیتوں میں آپ کے اس شبہ کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ ما انا بقاری میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ وہ یہ کہ بے شک تم پڑھے ہوئے نہیں مگر اپنے رب کے نام پاک کی اعانت اور امداد سے پڑھو سب آسان ہو جائے گا اور یہ سمجھ لو کہ حق جل شانہ کسی کو علم کتاب اور قلم کے واسطہ سے عطا فرماتے ہیں جس کو اصطلاح میں علم کتابی کہتے ہیں۔ علم بالقلم میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور کسی کو براہ راست بغیر اسباب ظاہری کے وساطت کے علم عطا فرماتے ہیں

جس کو اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں اور علم الانسان مالم یعلم میں اسی طرف اشارہ ہے خلاصۂ جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپ پڑھے ہوئے نہیں مگر حق جل وعلا کی قدرت بہت وسیع ہے بغیر وسائط ظاہری کی وساطت کے بھی جس کو چاہتا ہے علوم و معارف سے سرفراز فرماتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی علم و معرفت عطا فرمائے گا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

احساس ذمہ داری

بعد ازاں آپ گھر تشریف لائے اور بدن مبارک پر لرزہ اور کپکپی تھی آتے ہی حضرت خدیجہ سے فرمایا۔ زملونی مجھ کو کپڑا اڑھاؤ جب کچھ دیر کے بعد وہ گھبراہٹ اور پریشانی دور ہوئی تو تمام واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا اور یہ کہا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ میری جان نہ نکل جائے۔ چونکہ وحی اور فرشتہ کے انوار و تجلیات کا حضور کی بشریت پر دفعۃً نزول اور ورود ہوا اس لئے وحی کی عظمت اور جلال سے آپ کو یہ خیال ہوا کہ اگر وحی کی یہی شدت رہی تو عجب نہیں کہ میری بشریت وحی کے اس ثقل اور بوجھ کو نہ برداشت کر سکے یا بار نبوت سے مغلوب ہو کر فنا ہو جائے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

آپ نے یہ آیتیں پڑھیں۔ آیتیں ذہن نشین ہو گئیں۔ مگر ساتھ ساتھ ذمہ داری کا احساس بھی ہوا۔ ایک طرف اپنی عاجزی کا غیر معمولی احساس تھا۔ آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے۔ دوسری طرف اتنی بڑی ذمہ داری اور ایسی ذمہ داری جس کا کوئی تجربہ اب تک نہیں تھا۔ یعنی بھٹکی ہوئی مخلوق کو پڑھنے پڑھانے تعلیم دینے اور سدھارنے کی ذمہ داری۔ اور ایسی صورت سے جو بالکل اجنبی صورت تھی جس کا کبھی وہم و گمان بھی نہیں آیا تھا۔ نہ کسی سے ایسی باتیں سنی تھیں۔ اس طرح کے خیالات اور غیر معمولی احساس کا اثر یہ ہوا کہ دل کانپنے لگا۔ (محمد رسول اللہؐ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اطمینان دلانا

غرض یہ کہ آپ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے تو حضرت خدیجہؓ نے یہ فرمایا۔ آپ کو بشارت ہو آپ ہرگز نہ ڈریے۔ خدا

کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ کی صلہ رحمی بالکل محقق ہے۔ ہمیشہ آپ سچ بولتے ہیں لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی دوسروں کے قرضے اپنے سر رکھتے ہیں اور ناداروں کی خبرگیری فرماتے ہیں، امین ہیں لوگوں کی امانتیں ادا کرتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں۔ حق بجانب امور میں آپ ہمیشہ معین اور مددگار رہتے ہیں۔ یہ روایت بخاری اور مسلم کی ہے۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے یہ بھی فرمایا۔ ما اتیت فاحشۃ قط آپ کبھی کسی فاحشہ کے پاس بھی نہیں پھٹکے۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص ایسے محاسن اور کمالات اور ایسے محامد اور پاکیزہ صفات اور ایسے اخلاق و شمائل اور ایسے معالی اور فضائل کا مخزن اور معدن ہو اس کی رسوائی ناممکن ہے وہ نہ دنیا میں رسوا ہو سکتا ہے نہ آخرت میں حق تعالیٰ شانہٗ جس کو اپنی رحمت سے یہ محاسن اور کمالات عطا فرماتے ہیں اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی اور یہ کہا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں خدیجہ کی جان ہے میں تو یہی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔

حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ روایت صراحۃً اس پر دلالت کرتی ہے کہ علی الاطلاق سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

آپ مکان پر پہنچے تو لرزہ کی سی کیفیت تھی۔ آپ نے رفیقۂ حیات (حضرت خدیجہؓ) سے کہا:

میرے اوپر کپڑا ڈال دو۔

حضرت خدیجہؓ نے بلائیں لیں، پوچھا کیا بات ہے؟ طبیعت کو سکون ہوا تو آپ نے پورا قصہ سنایا اور یہ بھی فرمایا۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے (اتنی بڑی ذمہ داری کس طرح اٹھا سکوں گا)

حضرت خدیجہؓ سمجھدار ناتون تھیں۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس طرح پندرہ سال سے دیکھ رہی تھیں ان کو یقین تھا کہ اس غیر معمولی شخص کے لئے کوئی غیر معمولی صورت نمودار ہوگی جس کی شان نرالی ہوگی۔

حضرت خدیجہؓ نے پورا واقعہ سنا۔ پھر وہ آیتیں سنیں جن میں اس طرف اشارہ تھا کہ خدا، قادر جو خون کے لوتھڑے سے جیتا جاگتا انسان بناتا ہے۔ قلم کے ذریعہ لکھنا پڑھنا سکھاتا

سے انسان کو وہ علم ملتا ہے جس کو وہ خود اپنے ذہن سے نہیں معلوم کر سکتا تھا، وہ خدا اور
کسی استاد یا معلم کی مدد کے بغیر محض اپنی قدرت سے علم کے دروازے آپ پر کھول دے گا۔

یہ آیتیں سن کر حضرت خدیجہؓ کو یقین ہو گیا کہ جس غیر معمولی صورت کی توقع تھی وہ سامنے آ گئی ہے۔

وحی اور واقعہ کے متعلق کوئی فیصلہ تو نہیں کر سکیں، البتہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطرہ ظاہر کیا تھا کہ ان ذمہ داریوں کے بوجھ سے میری جان جاتی رہے گی۔ حضرت خدیجہؓ نے اس کا اطمینان دلا دیا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کی زندگی کا مرقع پیش کر کے بہت لطیف پیرایہ میں اطمینان دلایا کہ آپ یہ بار اٹھا سکیں گے۔ کیونکہ اب تک کی زندگی میں جو بوجھ اٹھاتے رہے ہیں وہ کم نہیں ہیں، وہ بھی غیر معروف ہیں۔ پس اگر کوئی اس سے بھی بڑی ذمہ داری آپ پر پڑے گی تو آپ اس کو بھی اٹھا سکیں گے۔

حضرت خدیجہؓ نے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا۔

کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (بخاری شریف ص ۳ ج ۱)

ترجمہ: خدا شاہد ہے کیا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ناکام کر دے۔ آپ کی مدد نہ کرے۔ آپ رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں۔ ہارے تھکے درماندہ مسافروں کے لئے سواری کا انتظام کرتے ہیں ان کو منزل تک پہنچاتے ہیں۔ آپ ایسے حسنات کرتے ہیں اور ایسی خدمات انجام دیتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی، جو دوسری جگہ قطعاً نایاب ہیں۔ باہر کے مسافر جو بے ٹھکانا ہوتے ہیں آپ ان کو اپنا مہمان بناتے ہیں۔ جو ہونے والے ہوں اور ناگہانی حوادث میں آپ حق کی حمایت کرتے ہیں۔'' (محمد رسول اللہ)

حضرت خدیجہؓ کے تسلی آمیز جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی اور مہمانداری اور خیرات اور ہمدردی کی وجہ سے دنیا میں بھی انسان آفتوں سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔(۲)

حضرت خدیجہؓ کا آپ کی تسلی کے لئے آپ کے محاسن اور کمالات کا ذکر کرنا اس کی دلیل ہے کہ کسی کے واقعی اور نفس الامری محاسن اور کمالات کسی کے منہ پر بیان کرنا بشرطیکہ ممدوح کا عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے اس واقعہ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ انسان پر لازم ہے کہ جب کوئی اہم واقعہ پیش آئے تو اگر اس کے ناصح اور خیر خواہ اور سمجھدار ہوں تو سب سے پہلے ان سے تذکرہ کرے اور بعد میں جو اہل علم اور اہل فہم ہوں ان سے ذکر کرے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ورقہ بن نوفل کے پاس

بعد ازاں خدیجہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توریت اور انجیل کے بڑے عالم تھے اور سریانی زبان سے عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے بیزار ہو کر نصرانی بن گئے تھے اور اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ ان سے یہ تمام واقعہ بیان کیا۔ ورقہ نے سن کر یہ کہا۔

لئن کنت صدقتني انه ليأتيه ناموس عيسى

اگر تو سچ کہتی ہے تو تحقیق ان کے پاس وہی فرشتہ آتا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔

یہ روایت دلائل ابی نعیم میں باسناد حسن مذکور ہے اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ لے کر ورقہ کے پاس گئیں اور کہا اے میرے چچازاد بھائی ذرا اپنے بھتیجے کا حال (یعنی خود ان کی زبان سے) سنئے۔ ورقہ نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے بھتیجے تم نے کیا دیکھا آپ نے تمام واقعہ بیان فرمایا۔

ورقہ نے آپ کا تمام حال سن کر یہ کہا کہ یہ وہی ناموس "فرشتہ ہے" جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں تمہارے زمانہ پیغمبری میں قوی اور توانا ہوتا جب کہ تمہاری قوم تم کو وطن سے نکالے گی۔ کاش اس وقت میں زندہ ہی ہوتا۔ آپ نے بہت تعجب سے فرمایا کیا وہ مجھ کو نکالیں گے۔ ورقہ نے کہا ایک تم ہی پر موقوف نہیں جو شخص بھی پیغمبر ہو کر اللہ کا کلام اور اس کا پیام لے کر آیا

لوگ اس کے دشمن ہوئے اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں نہایت زور سے آپ کی مدد کروں گا مگر کچھ زیادہ دن گزرنے نہ پائے کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اور ابو میسرہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ ورقہ نے کہا۔

آپ کو بشارت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی ہے اور آپ مثل موسیٰ علیہ السلام کے نبی مرسل ہیں۔ اور آپ کو عنقریب اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ چلتے وقت ورقہ نے آپ کے سر کو بوسہ دیا۔ (سیرت مصطفیٰ)

حضرت خدیجہؓ کا اس واقعہ کو سن کر آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا۔ جو اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اس امر کی دلیل ہے کہ جب کوئی نادر واقعہ پیش آئے تو علمائے ربانیین پر پیش کرنا چاہئے۔

نیز اہل علم کی خدمت میں کسی کے توسط سے حاضر ہونا زیادہ بہتر ہے جیسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت خدیجہؓ کی وساطت سے ورقہ بن نوفل سے ملاقات فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ورقہ کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ خدیجہ کو ساتھ لیا جن کی ورقہ سے قرابت تھی۔ معلوم ہوا کہ علماء اور صلحاء کی ملاقات کے لئے اگر کسی رہنما کو ساتھ لے لیا جائے تو مناسب ہے تاکہ گفتگو میں سہولت رہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی لیکن یہ ان کی رائے اور ان کا اپنا اعتقاد تھا کہ جو اس طرح صاحب خیر ہو خدا کی طرف سے اس کی مدد ہوگی۔ اس کو ذلیل و رسوا اور ناکام نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اس طرح کے معاملہ کی حقیقت وہ بھی نہیں جانتی تھیں۔ کیونکہ نبوت اور الہام کی باتوں سے وہ بھی واقف نہیں تھیں۔ ان کو ایک شخص کا خیال آیا۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد رشتہ کے بھائی ہوتے تھے۔ عیسائی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے۔ عالم فاضل تھے۔ نبوت اور الہام کی باتیں جانتے تھے۔ عبرانی زبان پر ان کو عبور تھا۔ عبرانی کی اصل انجیل کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ عربی میں اس کا ترجمہ بھی کیا کرتے تھے۔ اب بہت بوڑھے تھے۔ بصارت سے بھی محروم ہو چکے تھے۔ مگر لوگ ان کی قدر کرتے تھے۔ ان کا نام ورقہ تھا ولدیت نوفل۔

حضرت خدیجہؓ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر ان کے یہاں پہنچیں اور کہا آپ کے برادر زادے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو عجیب صورت پیش آئی ہے۔ یہ خود ہی بیان کریں گے آپ غور سے سنئے اور رائے دیجئے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پورا واقعہ بیان کیا۔

ورقہ نے جیسے ہی سنا برجستہ جواب دیا۔

یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ ورقہ نے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سنا کہ قوم ان کو نکالے گی تو بہت تعجب ہوا۔ یہ قوم جو یہاں تک گرویدہ ہے کہ عقیدت اور احترام میں نام لینا بے ادبی سمجھتی ہے مجھ سے دعائیں کراتی ہے اور بڑے معاملات کا فیصلہ کر میرے حوالے کر دیتی ہے کیا وہ ایسی آنکھیں پھیر لے گی کہ مجھے مکہ سے نکال دے گی۔

جیسے محبوب رہنما کے لئے یہ بہت ہی عجیب بات تھی آپ نے تعجب سے دریافت کیا۔ کیا میری قوم مجھے نکالے گی؟

ورقہ! بیشک آپ کو نکالے گی اور یہ انوکھی بات نہیں ہے جو شخص بھی ایسی بات پیش کرتا ہے جو آپ پیش کرنے والے ہیں اس کے ساتھ قوم کا برتاؤ یہی ہوا کرتا ہے۔ کاش میرے سامنے وہ دن آئے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں۔

ورقہ تو زندہ نہیں رہے کچھ دنوں بعد ان کی وفات ہو گئی مگر جو بات انہوں نے کہی تھی وہ پوری ہوئی۔

یہ تھا نبوت کا آغاز۔ اور یہ تھی وحی کی ابتداء جس میں پڑھنے پڑھانے، علم اور قلم کا تذکرہ اور عالمانہ زندگی کی ترغیب ہے۔ (واللہ اعلم) ابتدائی صورت کے بعد یہ سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے بند ہو گیا۔

حق کی نمود

اب دیکھو! خلوت کی اسی زندگی سے وہ ایک بڑے دعویٰ کو لے کر آتا ہے ٹھیک اسی

طرح آتا ہے جیسا کہ سلیمان نبی نے کہا تھا۔

"وہ میرے محبوب کی آواز۔ دیکھ وہ پہاڑوں پر سے کودتے ٹیلوں پر سے پھاندتے آتا ہے"۔

(غزل الغزلات باب ١)

اور پہاڑ سے اتر کر دنیا کے آگے اس نے حیرت سے بھرے ہوئے اس تجربہ کا اعلان کیا کہ جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا تھا:

"ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھ اور وہ کہتا ہے کہ میں ان پڑھ ہوں پڑھ نہیں سکتا"

(یسعیاہ باب ٢٩)

سمجھنے والوں نے سمجھا، نہیں سمجھا، سمجھے اس سے کیا بحث، لیکن بخاری میں ہے حرا کی کھوہ میں اس کے سامنے سب سے پہلے فجعہ الحق کا نقارہ اسی طرح بے نقاب ہوا جس طرح پہاڑی سے ہرے بھرے جھاڑ کی شاداب آگ سے۔

انی انا اللہ لا الہ انا میں ہی اللہ ہوں، کوئی معبود نہیں ہے، تکن میں جی کی سرمدی گونج اس طرح گونجی کہ سننے والا نہیں بتا سکتا کہ کدھر سے گونجی لیکن گونجی اور اسی آگ سے گونجی، حضرت موسیٰ کو یوں ہی محسوس ہوا اور یہ قرآن میں ہے۔ غیر قرآنی یادداشتوں میں آیا ہے کہ جنگل کے سایہ میں بدھ مایوس بیٹھا تھا، گیا کا وہی شاکیہ جس کی نگاہ جلتا ہوا اچھلا۔

"گیا پا گیا اب تجھے نہیں کھوؤں گا، گئی گیا، گئی گیا اب کبھی نہ مروں گا" (اوکلی وارل)

خدا ہی جانتا ہے کہ بدھ کیا تھا، کون تھا اور اس نے کیا کہا تھا۔

لوگوں نے کیا سنا لیکن بھولے بسرے افسانوں میں ذکر چلا آتا ہے کہ کچھ اسی قسم کے الفاظ تھے۔

بہر حال حق کے اس فجائی اور اچانک ظہور کے بعد بخاری ہی میں ہے کہ فجاءہ الملک تب فرشتہ آیا۔

ملک ہی حق تھا اور حق ہی ملک تھا، جو یہ کہتے ہیں اب ان سے کیا پوچھیں گا جس نے چکھا اسی نے جانا ہم نے نہ چکھا اور نہ ہم جان سکتے ہیں ہمارے سامنے تو وہی پیش ہوا جو عجیب و غریب دکھائی دل ہلا دینے والا دکھائی جو دیکھ نہیں سکتے انہیں کیسے دکھایا جا سکتا تھا۔

پہاڑوں کے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ چٹانوں کی شکل میں۔ جنت کا ٹکڑا وہ ہے جو خود بھی نہیں دیکھ سکتا اور دیکھنے والوں نے جو دیکھا ہے یہ بد نصیب اس کے سننے سے بھی پیٹھ پھیرتا ہے گردن موڑتا ہے۔ (البلاغ)

تاریخ بعثت

اس پر تمام محدثین ومؤرخین کا اتفاق ہے کہ بروز دوشنبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت کا خلعت عطا ہوا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آپ کس مہینہ میں مبعوث ہوئے حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول کی آٹھ تاریخ کو خلعت نبوت عطا ہوا۔ اس بنا پر بعثت کے وقت آپ کی عمر شریف ٹھیک چالیس سال تھی اور محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ سترہ رمضان المبارک کو آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

اس اعتبار سے بعثت کے وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی۔ حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں اسی قول کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ غار حرا کا اعتکاف آپ رمضان ہی میں فرماتے تھے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

سلسلۂ وحی کے تسلسل کا انتظار

آپ گھر واپس آ گئے اور وحی کا آنا چند روز کے لئے رک گیا تا آنکہ دل سے گذشتہ دہشت اور خوف دور ہو جائے اور آئندہ وحی کا شوق اور انتظار قلب میں پیدا ہو جائے۔

وحی کے رک جانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر حزن وملال ہوا کہ بار بار پہاڑ پر جاتے کہ اپنے کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیں۔

بر دل سالک ہزاراں غم بود ۔۔۔ گر ز باغ دل خلالے کم بود

ہجر سے بڑھ کر مصیبت کچھ نہیں ۔۔۔ اس سے بہتر ہے کہ مر جاؤں کہیں

مگر آپ جب ایسا ارادہ فرماتے تو فوراً جبرئیل امین ظاہر ہوتے اور یہ فرماتے۔

یا محمد انک رسول اللہ حقا

اے محمد آپ یقیناً بلاشبہ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ یہ سن کر آپ کے قلب کو سکون ہو جاتا۔

(سیرۃ المصطفیٰ)

تقاضائے عشق

عشق برق خرمن سوز ہوتا ہے جو اپنے سوا متاع ہستی کی ہر ایک نمود کو ختم کر دیتا ہے رہتا ہے تو صرف عشق مگر محبوب کی طرح محبوب درد ہے تمرّد جان سے زیادہ عزیز۔ عاشق کی تمنا یہی رہتی ہے کہ یہ درد بڑھے وہ اپنے جانے دل کی تمنا کر سکتا ہے مگر خاتمہ عشق کا نام بھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ کچھ ایسی ہی صورت یہاں بھی ہوئی جس کیفیت کا ایک اثر یہ تھا کہ قلب مبارک لرزنے لگا۔ اسی کا دوسرا اثر یہ تھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمنا یہ ہوئی کہ وہ کیفیت پھر میسر آئے۔ اس کا شوق یہاں تک بڑھا کہ آپ اس کے بغیر اپنی زندگی بیکار سمجھنے لگے۔ جب اس شوق کا غلبہ ہوتا تو آپ چاہتے کہ کسی پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرا کر ختم کر دیں۔ لیکن رحمت حق دستگیری کرتی بہر حال جس قدرت نے آپ کو خاص مقصد کے لئے پیدا کیا تھا وہی رہنمائی۔ اور کچھ عرصہ توقف کے بعد سلسلہ وحی شروع ہو گیا۔ یعنی ذوق و شوق ذکر و فکر اور مراقبہ کا ضروری کورس پورا ہو گیا تو وحی الٰہی کی بارش ہونے لگی جو مسلسل تئیس برس تک جاری رہی۔ (محمد رسول اللہ)

حضرت خدیجہؓ کی فراست

ایک بار حضرت خدیجہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا کہ اگر ممکن ہو تو جس وقت وہ ناموس آپ کے پاس آئے تو مجھ کو ضرور مطلع فرمائیں۔ چنانچہ جبرئیل امین جب آپ کے پاس آئے حسب وعدہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اطلاع دی۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ آپ میری آغوش میں آ جائیں۔ جب آپ حضرت خدیجہ کی آغوش میں آ گئے تو حضرت خدیجہ نے اپنا سر کھول دیا اور آپؐ سے دریافت کیا کہ کیا آپ اس وقت بھی جبرئیل کو دیکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں حضرت خدیجہ نے فرمایا آپ کو بشارت ہو۔ خدا کی قسم یہ فرشتہ ہے۔ شیطان نہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے یہ فرمایا کہ آپ کو مبارک ہو۔ (زرقانی [illegible])

اعمال میں سب سے پہلا فرض

توحید و رسالت کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی آپ کو تعلیم دی گئی وہ وضو اور نماز تھی۔ اور جبرئیل نے زمین پر اپنی ایڑی سے ایک ٹھوکر ماری جس سے پانی کا ایک چشمہ

جاری ہو گیا۔ جبریئل نے اس سے وضو کی اور آپ دیکھتے رہے بعد ازاں آپ نے بھی اسی طرح وضو کی پھر جبریئل نے دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ نے اقتداء کی اور وضو اور نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ کو وضو اور نماز کی تعلیم دی۔

اسامہ بن زید اپنے باپ زید بن حارثہؓ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابتداء بعثت و نزول وحی کے وقت جبریئل میرے پاس آئے اور وضو اور نماز کی مجھ کو تعلیم دی۔

علامہ سہیلی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ پس وضو باعتبار فرضیت کے مکی ہے اور باعتبار تلاوت کے مدنی ہے اس لئے کہ آیت وضو کا نزول ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوا۔ ابتداء بعثت ہی سے آپ کا نماز پڑھنا تو قطعاً ثابت ہے اختلاف اس میں ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے (کہ جو شب معراج میں فرض ہوئیں) ان سے پہلے آپ پر کوئی نماز فرض تھی یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہ تھی آپ جس قدر چاہتے نماز پڑھتے۔ صرف صلوٰۃ اللیل کا حکم نازل ہوا تھا اور بعض علماء کے نزدیک ابتداء بعثت سے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں عصر کی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

دعوتِ عام سے پہلے

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چالیس سالہ مثالی زندگی نے آپ کو الصادق اور الامین اور ایسا محبوب رہنما بنا دیا تھا جس کے اعلیٰ اخلاق اور بہترین کردار پر مکہ کے ہر ایک چھوٹے بڑے کو پورا اعتماد تھا۔ مگر ان اعلیٰ اخلاق کے باوجود منصب نبوت کے فرائض اور ادا و فرائض کے طریقوں سے آپ قطعاً ناواقف تھے۔ قرآن مجید نے آپ کی شان یہ بیان کی ہے۔

(الف) نہ آپ لکھ سکتے تھے نہ لکھا ہوا پڑھ سکتے تھے۔ نہ آپ نے کہیں تعلیم پائی تھی۔

نہ آپ شاعر تھے نہ ادیب کی حیثیت سے آپ کی شہرت تھی۔ نہ آپ کاہن یا نجوم داں تھے۔ نہ سابق مذہبوں سے آپ کو واقفیت تھی۔ نہ آپ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ آسمانی کتاب کیا ہوتی ہے۔ نہ آپ کو کبھی یہ خیال آیا تھا کہ آپ پر کوئی کتاب نازل ہو گی۔ نہ اس شہر میں جہاں آپ پلے تھے۔ بڑھے تھے نبوت یا رسالت کا چرچا تھا۔ انتہا یہ کہ وہ قوم جس کے آپ فرد تھے امی تھی۔ یعنی نبوت سے نا آشنا کیونکہ اس میں کوئی نبی نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام سنا تھا۔ مگر ان کی تعلیمات فراموش ہو چکی تھیں صرف

وھندلے سے نشان باقی تھے۔ لیکن اب آپ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ ایک قوم میں مکمل انقلاب برپا کریں جو اگرچہ گمراہ ہے۔ مگر اپنے آپ کو تمام دنیا کی قوموں میں سب سے بہتر اور برتر سمجھتی ہے اور یقین رکھتی ہے کہ حق وہی ہے جس پر وہ قائم ہے۔ اور اس انقلاب کا آغاز خاص اس گروہ سے کریں جس کو نہ صرف اس کا یقین ہے کہ وہ حق پر ہے بلکہ یہ فخر بھی ہے کہ وہ اپنے مذہب میں نہایت پختہ اور کٹر ہیں۔

پچھڑے ہوئے اور پسماندہ عرب کا ایک "امی" ان تمام علاقوں اور ان میں بسنے والے انسانوں یعنی پورے نوع بشر کے لئے ہادی اور رہنما بنایا جا رہا ہے۔ منصب رسالت اس کے سپرد ہونے والا ہے تو اس سے پہلے کہ وہ دوسروں کو دعوت دے ضروری ہے کہ جن باتوں کی وہ دعوت دے ان کا نمونہ وہ خود بن جائے۔ چنانچہ نبوت کے بعد کم و بیش تین سال ایسے گزرے جن میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عام دعوت و تبلیغ کا حکم نہیں تھا۔ ہاں کچھ سعادت مند وہ تھے جنہوں نے مشک کی خوشبو خود سونگھ لی اور وہ خود ہی اس شمع کے پروانے بن گئے۔

ان حضرات نے بھی ابھی تبلیغ شروع نہیں کی لیکن اچھا خربوزہ اگر اس کی بو ٹھیک ہو تو وہ دوسرے خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑ لیتا ہے۔ یہی کچھ ان افراد جن کے کردار نے مستقبل میں ثابت کر دیا کہ وہ بہترین انسان اور پورے سماج کے قیمتی جواہر تھے۔ وہ خود متاثر ہوئے اور دعوت عام سے پہلے آغوش اسلام میں داخل ہو گئے۔ (ان کے پر تقدس کارنامے تاریخ عالم کے سینے پر نقش ہیں، جو شہادت دے رہے ہیں کہ یہ حضرات کس درجہ صداقت پسند حق کو دلیر اور بہادر تھے اور اسی لئے وہ سب سے پہلے اس ذی شان نبی ﷺ اور اس کے پیغام کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ (محمد رسول اللہ)

سابقین اولین رضی اللہ عنہم

حضرت خدیجہؓ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ

سب سے پہلے آپ کی حرم محترم صدیقۃ النساء خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا اور بروز دوشنبہ شام کے وقت سب سے پہلے آپ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ لہذا اول اہل قبلہ آپ ہی ہیں۔ (اصابہ وعیون الاثر) اور پھر ورقہ بن نوفل مشرف با اسلام ہوئے بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو حدت سے آپ کی آغوش تربیت میں تھے دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور بعثت سے اگلے روز بروز سہ شنبہ آپ کے ہمراہ نماز پڑھی۔

حضرت علی نے اسلام قبول کیا۔ اور عرصہ تک (یعنی ایک سال تک جیسا کہ بعض روایات میں ہے) اپنے اسلام کو ابو طالب سے مخفی رکھا۔ بعد ازاں آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اسلام لائے اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

جب تمام اہل بیت اسلام میں داخل ہو گئے۔ تب آپ نے احباب و مخلصین کو اس رحمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے ابو بکر صدیق کو ایمان و اسلام کی دعوت دی۔ ابو بکر نے بلا کسی تامل اور تفکر کے اور بغیر کسی غور اور تدبیر کے اول وہلہ میں آپ کی دعوت کو قبول کیا۔

آپؐ نے صدق کو پیش کیا اور ابو بکر نے تصدیق کی ایک ہی تصدیق نے صدیق بنا دیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میں نے جس کسی پر بھی اسلام پیش کیا وہ اسلام سے کچھ نہ کچھ متردد ضرور ہوا مگر ابو بکر کہ اس نے اسلام کے قبول کرنے میں ذرہ برابر کوئی توقف نہیں کیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت ابو بکرؓ کی عظمت

حضرت ابو بکر کہ وہ بڑے عاقل اور ہوشمند زیرک تھے اور نفع اور ضرر اور حسن و قبح میں تمیز

کی پوری صلاحیت رکھتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے اور مکہ کے ذی ثروت اور ذی شوکت اور ذی اثر لوگوں میں تھے۔ ابوبکر نے ایسی حالت میں بلا کسی دباؤ کے اول وہلہ میں اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور لوگوں پر اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ کسی باپ اور بھائی سے اپنے اسلام کو مخفی نہیں رکھا اور اپنے احباب خاص پر خاص طور پر اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اس دین میں داخل ہونے کی دعوت دی ایسا اسلام موجب صد فضیلت ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ابوبکر ایسے شخص تھے کہ جو آزاد اور مستقل تھے اور ہوشمند اور صاحب شوکت و مرتبت تھے وہ اول وہلہ میں اسلام لائے اور ابتداء ہی سے دعوت اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنے اور مال ومتاع اور زندگی کا کل سرمایہ اسلام کے لئے وقف کر دیا اور کامل تیرہ سال تک ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور دشمنوں کی مدافعت کی۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام میں داخل ہوتے ہی اسلام کی تبلیغ شروع کر دی آپ کے احباب و مخلصین میں سے جو آپ کے پاس آتا یا آپ جس کے پاس جاتے اس کو اسلام کی دعوت دیتے چنانچہ آپ کے رفقاء اور مصاحبین میں سے آپ کی تبلیغ سے یہ حضرات اسلام میں داخل ہوئے۔ (۱) عثمان بن عفانؓ اور زبیر بن عوامؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاصؓ یہ اعیان قریش اور شرفاء خاندان آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ابوبکرؓ ان سب کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سب نے اسلام قبول کیا اور آپ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

جناب ابی طالب کی طرف سے حمایت کا وعدہ

جب نماز کا وقت آتا تو آپ کسی گھاٹی یا درہ میں جا کر پوشیدہ نماز پڑھتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اور حضرت علی کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک ابوطالب اس طرف آنکلے۔ حضرت علی نے اس وقت تک اپنے اسلام کو اپنے ماں باپ اور اعمام اور دیگر اقارب پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ اے بھتیجے یہ کیا دین ہے اور یہ کیسی عبادت ہے آپ نے فرمایا اے چچا یہ

دین ہے اللہ کا اور اس کے تمام فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور خاص کر ہمارے جد امجد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دین ہے اور اللہ نے مجھ کو اپنے تمام بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ سب سے زیادہ آپ میری نصیحت کے مستحق ہیں کہ آپ کو خیر اور ہدایت کی طرف بلاؤں اور آپ کو چاہیے کہ آپ سب سے پہلے اس ہدایت اور دین برحق کو قبول کریں اور اس بارہ میں میرے معین اور مددگار ثابت ہوں۔

ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں اپنا آبائی مذہب تو نہیں چھوڑ سکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ تم کو کوئی گزند نہ پہنچ سکے گا۔ بعد ازاں حضرت علی کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بیٹے یہ کیا دین ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہے۔ حضرت علی نے کہا باپ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کچھ وہ من جانب اللہ لے کر آئے اس کی تصدیق کی اور ان کے ساتھ اللہ کی عبادت اور بندگی کرتا ہوں اور ان کا تبع اور پیرو ہوں۔ ابوطالب نے کہا بہتر ہے تم کو بھلائی اور خیر ہی کی طرف بلایا ہے۔ ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔

حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک روز حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشغول عبادت تھے۔ حضرت علی آپ کے دائیں جانب تھے اتفاق سے ابوطالب ادھر سے گزرے جعفر بھی آپ کے ہمراہ تھے آپ کو جب نماز پڑھتے دیکھا تو جعفر سے مخاطب ہو کر کہا اے بیٹا تم بھی علی کی طرح اپنے چچازاد بھائی کے قوت بازو ہو جاؤ اور بائیں جانب کھڑے ہو کر ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ۔ جعفرؓ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ اکتیس یا بتیس صحابہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

حضرت عفیف کندی رضی اللہ عنہ

عفیف کندی حضرت عباس کے دوست تھے عطر کی تجارت کرتے تھے۔ اسی سلسلہ تجارت میں یمن بھی آمد و رفت رہتی تھی۔ عفیف کندی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں منیٰ میں حضرت عباس کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اور اول نہایت عمدہ طریقہ سے وضو کیا اور پھر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اس نے بھی اسی طرح وضو کیا اور پھر نماز کے لئے

کھڑی ہوگئی۔ پھر ایک نوجوان لڑکا آیا اس نے بھی وضو کی اور آپ کے برابر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا میں نے عباس سے پوچھا یہ کیا دین ہے۔ حضرت عباس نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد رسول اللہ کا دین ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب بھی میرا بھتیجا ہے جو اس دین کا پیرو ہے اور یہ عورت محمد بن عبداللہ کی بیوی ہیں۔ عفیف بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں چوتھا مسلمان ہوتا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میں بغرض تجارت بصریٰ گیا ہوا تھا ایک روز بصریٰ کے بازار میں تھا کہ ایک راہب اپنی صومعہ میں سے یہ پکار رہا تھا کہ دریافت کرو کہ ان لوگوں میں کوئی حرم مکہ کا رہنے والا تو نہیں۔ طلحہ نے کہا کہ میں حرم مکہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے کہا کہ کیا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور ہو گیا۔ میں نے کہا کون احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) راہب نے کہا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے۔ یہ مہینہ ان کے ظہور کا ہے حرم مکہ میں ظاہر ہوں گے ایک پتھریلی اور نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کریں گے اور وہ آخری نبی ہیں۔ دیکھو تم پیچھے نہ رہنا راہب کی اس گفتگو سے میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ فوراً مکہ واپس آیا اور لوگوں سے دریافت کیا کیا کوئی نئی بات پیش آئی۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ محمد امین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر ان کے ساتھ گئے ہیں۔ میں فوراً ابوبکرؓ کے پاس پہنچا۔ ابوبکر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حاضر ہو کر میں مشرف باسلام ہوا اور آپ سے راہب کا تمام واقعہ بیان کیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے سے تین شب قبل یہ خواب دیکھا کہ میں ایک شدید ظلمت اور سخت تاریکی میں ہوں تاریکی کی وجہ سے کوئی شئی مجھ کو نظر نہیں آتی اچانک ایک ماہتاب طلوع ہوا اور میں اس کے پیچھے ہو لیا دیکھا تو زید بن حارثہ اور علی اور ابوبکرؓ مجھ سے پہلے اس نور کی طرف سبقت کر چکے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی وحدانیت اور اپنے

رسول اللہ ہونے کی شہادت کی طرف تم کو بلاتا ہوں میں نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد محمد رسول اللہ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

سابقین اولین میں سے ہیں چوتھے یا پانچویں مسلمان ہیں اسلام لانے سے پیشتر یہ خواب دیکھا کہ ایک نہایت وسیع اور گہری آگ کی خندق کے کنارے پر کھڑا ہوں۔ میرا باپ سعید مجھ کو اس کی طرف دھکیلنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ ناگہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور میری کمر پکڑ کر کھینچ لیا۔ خواب سے بیدار ہوا اور قسم کھا کر میں نے یہ کہا واللہ یہ خواب حق ہے۔ ابوبکرؓ کے پاس آیا اور خواب ذکر کیا۔ ابوبکرؓ نے یہ کہا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کچھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا اتباع کر اور اسلام کو قبول کر اور انشاء اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے گا اور اسلام میں داخل ہوگا اور اسلام ہی تجھ کو آگ میں گرنے سے بچائے گا مگر تیرا باپ آگ میں گرتا نظر آتا ہے۔ پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہم کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بتوں کی پرستش کو چھوڑ دو کہ جو نہ نفع اور ضرر کے مالک ہیں اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ کس نے ان کی پرستش کی اور کس نے نہیں کی۔

خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے رسول برحق ہیں اور اسلام میں داخل ہوگیا۔ باپ کو جب میرے اسلام کا علم ہوا تو مجھ کو اس قدر مارا کہ سر زخمی ہوگیا اور ایک چھڑی کو میرے سر پر توڑ ڈالا اور پھر یہ کہا کہ تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کیا جس نے ساری قوم کے خلاف کیا اور ہمارے معبودوں کو برا اور ہمارے آباؤ اجداد کو احمق اور جاہل بتلاتا ہے۔ خالد کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے کہا۔ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچ فرماتے ہیں۔ باپ کو اور بھی غصہ آ گیا اور مجھ کو سخت سست کہا اور گالیاں دیں اور یہ کہا اے کمینے تو میرے سامنے سے دور ہو جا۔ واللہ میں تیرا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ میں نے کہا اگر تم کھانا بند کر لو گے تو اللہ عزوجل مجھ کو رزق عطا فرمائیں گے۔ اس پر

باپ نے مجھ کو اپنے گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ کوئی اس سے کلام نہ کرے اور جو اس سے کلام کرے گا اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے گا۔ تو لہٰذا اپنے باپ کا در چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر آ پڑے۔ آپ خالد کا بہت اکرام فرماتے تھے۔

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا باپ ایک بار بیمار ہوا تو یہ کہا کہ اگر اللہ نے مجھ کو اس مرض سے عافیت بخشی تو مکہ میں اس خدا کی عبادت نہ ہونے دوں گا جس کی عبادت کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حکم کرتے ہیں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں نے اللہ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ میرے باپ کو اس مرض سے اٹھنے کے قابل نہ چھوڑ چنانچہ اسی مرض میں میرا باپ مر گیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار گھر میں گیا تو اپنی خالہ سعدیٰ کو گھر والوں کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔ میری خالہ کہانت بھی کیا کرتی تھیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے عثمان تجھ کو بشارت ہو اور سلامتی ہو۔ تین بار اور پھر تین بار۔ اور ایک بار تا کہ دس پورے ہو جائیں۔ تو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ ہوا۔ خدا کی قسم تو نے ایک نہایت پاکدامن اور حسین عورت سے نکاح کیا تو خود بھی ناکتخدا ہے اور ناکتخدا سے تیری شادی ہوئی ہے۔ یہ سن کر مجھ کو بہت تعجب ہوا اور میں نے کہا اے خالہ کیا کہتی ہو اس پر سعدیٰ نے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے عثمان اے عثمان تیرے لئے جمال بھی ہے اور تیرے لئے شان بھی ہے۔ یہ نبی ہیں جن کے ساتھ نبوت و رسالت کے براہین اور دلائل بھی ہیں رب العزت نے ان کو حق دیکر بھیجا ہے۔ ان پر اللہ کا کلام اترتا ہے جو حق اور باطل میں تمیز کرتا ہے۔ پس تو ان کا اتباع کر کہیں بت تجھ کو گمراہ نہ کر دیں۔

میں نے کہا اے خالہ آپ تو ایسی شے کا ذکر کرتی ہیں کہ جس کا شہر میں کبھی نام بھی نہیں سنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پر سعدیٰ نے یہ کہا۔

محمد بیٹے عبداللہ کے رسول ہیں اللہ کی طرف سے اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ قول ان کا

سراسر فلاح اور بہبود ہے اور ان کا حال کامیاب ہے ان کے مقابلہ میں کسی کی چیخ و پکار نفع نہ دے گی۔ اگرچہ تیغ تیز تلواریں اور نیزے ان کے مقابلے میں چلائی جائیں۔

یہ کہہ کر اٹھ گئیں مگر ان کا کلام میرے دل پر اثر کر گیا۔ اسی وقت سے غور اور فکر میں پڑ گیا۔ ابوبکرؓ سے میرے تعلقات اور روابط تھے ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ابوبکر نے مجھ کو متفکر دیکھ کر دریافت فرمایا۔ متفکر کیوں ہو۔ میں نے اپنی خالہ سے جو سنا تھا کن و عن ابوبکرؓ سے بیان کر دیا۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا اے عثمان ماشاء اللہ تم ہوشیار اور سمجھدار ہو۔ حق اور باطل کے فرق کو خوب سمجھ سکتے ہو۔ تم جیسے کو حق اور باطل میں اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بت کیا چیز ہیں جن کی پرستش میں ہماری قوم مبتلا ہے کیا یہ بت اندھے اور بہرے نہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم بے شک ایسے ہی ہیں جیسے تم کہتے ہو اس پر ابوبکرؓ نے کہا واللہ تمہاری خالہ نے بالکل سچ کہا یہ محمد بن عبداللہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنا پیام دے کر تمام مخلوق کی طرف بھیجا ہے تم اگر مناسب سمجھو تو آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سنو یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ حسن اتفاق دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گزرتے ہوئے دکھلائی دیئے اور حضرت علیؓ آپ کے ہمراہ تھے اور کوئی کپڑا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ ابوبکرؓ آپ کو دیکھ کر اٹھے اور آہستہ سے گوش مبارک میں کچھ عرض کیا آپ تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا کہ اے عثمان اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے تو تم اللہ کی دعوت کو قبول کرو اور میں اللہ کا رسول ہوں جو تیری طرف اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم آپ کا کلام سنتے ہی سب بھول گیا اور بے اختیار ہو کر فوراً اسلام لے آیا اور یہ کلمات زبان پر جاری ہو گئے۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله

کچھ روز نہ گزرے کہ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں آ گئیں اور سب نے اس ازدواج و اقتران کو بنظر استحسان دیکھا اور میری خالہ سعدیٰ نے اس بارہ میں اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ نے اپنے بندے عثمانؓ کو ہدایت دی۔ اور اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے۔ پس عثمان نے اپنی صحیح رائے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور آپ خراروی کا بیٹا تھا فکر اور سمجھ سے کام لیا اور حق سے اعراض نہ کیا۔ اروی بنت کریز حضرت عثمانؓ کی والدہ کا نام ہے۔

اور اس پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی ان کے نکاح میں دی گویا یہ اتصال ایسا ہوا جیسے شمس و قمر کا افق میں اجتماع ہوا۔ اے ہاشم کے بیٹے محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر قربان ہو آپ تو اللہ کے امین ہیں۔ مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

حضرت عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہم

حضرت عثمان بن عفانؓ کے اسلام لانے کے دوسرے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان حضرات کو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔

عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن الجراح، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ارقم بن ابی الارقم یہ سب کے سب ایک ہی مجلس میں مشرف باسلام ہوئے۔ یزید بن رومان سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون اور عبیدہ بن الحارث اور ابوعبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد یہ سب مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اسلام پیش کیا اور احکام اسلام سے آگاہ اور خبردار کیا۔ ایک وقت سب نے اسلام قبول کیا اور یہ سب حضرات دار ارقم میں پناہ گزیں ہونے سے قبل اسلام لائے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرات عمار و صہیب رضی اللہ عنہما

عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ دار ارقم کے دروازہ پر صہیب بن سنان سے میری ملاقات ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف فرما تھے میں نے صہیب سے پوچھا کیا ارادہ ہے صہیب نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے میں نے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کے پاس حاضر ہوں اور آپ کا کلام سنوں ہم دونوں دار ارقم میں داخل ہوئے۔ آپ نے ہم پر اسلام کو پیش کیا ہم اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء ہی سے بت پرستی سے بیزار اور متنفر تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ یہ بت کسی نفع اور ضرر کے اصلاً مالک نہیں محض پتھر ہیں۔ علماء اہل کتاب میں سے ایک عالم سے مل کر یہ دریافت کیا کہ سب سے پہلے افضل اور بہتر کونسا دین ہے اس عالم نے یہ کہا کہ ایک شخص مکہ میں ظاہر ہوگا بت پرستی سے اللہ کی توحید کی طرف بلائے گا سب سے بہتر اور افضل دین لائے گا۔ تم اگر ان کو پاؤ تو ضرور ان کا اتباع کرنا۔ عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں اس وقت سے ہر وقت مجھ کو مکہ ہی کا خیال رہتا تھا۔ ہر وارد و صادر سے مکہ کی خبریں دریافت کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ملی۔

آپ کی خبر ملتے ہی میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اور مخفی طور پر آپ سے ملا اور عرض کیا کہ آپ کون ہیں آپ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں۔ میں نے کہا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اللہ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کو ایک مانا جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے بتوں کو توڑ دیا جائے اور صلہ رحمی کی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ اس بارہ میں کون آپ کے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام یعنی ابوبکرؓ اور بلالؓ میں نے عرض کیا میں بھی آپ کا پیرو اور متبع ہوں آپ کے ہمراہ ہوں گا آپ نے فرمایا اس وقت تو اپنے وطن لوٹ جاؤ جب میرے غلبہ کا علم ہو اس وقت آ جانا عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں میں مسلمان ہو کر وطن واپس ہو گیا اور آپ کی خبریں دریافت کرتا رہا۔ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھ کو پہچانا بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں تم وہی ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی ہوں مجھ کو کچھ تعلیم دیجئے۔ الیٰ آخر الحدیث پوری حدیث مسند احمد میں مذکور ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے۔ (سیرۃ حلبیہ)

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوذر غفاری کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت کی خبر پہنچی تو اپنے بھائی انیس سے کہا کہ مکہ جاؤ، اس شخص کی خبر لے کر آؤ جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ اور آسمان سے مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اس کا کلام بھی سنو۔ ابوذر کی ہدایت کے مطابق انیس مکہ آئے اور آپ سے مل کر واپس ہوئے۔ ابوذر نے دریافت کیا کیا خبر لائے انیس نے کہا کہ جب میں مکہ پہنچا تو کوئی آپ کو کاذب و ساحر کہتا تھا کوئی کاہن و شاعر۔ واللہ وہ نہ شاعر ہے نہ کاہن۔ انیس خود بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ اس لئے فرماتے ہیں میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے۔ ان کا کلام کاہنوں کے کلام سے مشابہ نہیں ان کے کلام کو اوزان شعر پر جانچ کر دیکھا شعر بھی نہیں۔ واللہ انہ لصادق خدا کی قسم وہ بالکل صادق ہے اور یہ بھی کہا۔

اس شخص کو میں نے صرف خیر اور بھلائی کا حکم کرتے ہوئے اور شر اور برائی سے منع کرتے ہوئے دیکھا اور عمدہ اور پاکیزہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا۔ اور ان سے ایک کلام سنا جس کو شعر سے کوئی تعلق نہیں۔

ابوذر نے سن کر یہ کہا کہ دل کو پوری تشفی نہیں ہوئی۔ غالباً ابوذر آپ کے حالات اور واقعات تفصیل کے ساتھ سننا چاہتے تھے۔ اتنا اجمال ان کے لئے کافی اور شافی نہ ہوا۔ اس لئے ابوذر خود توشہ و مشکیزہ لے کر مکہ روانہ ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے توسط سے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور آپ کا کلام سنا اسی وقت اسلام لائے اور حرم میں پہنچ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کفار نے اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ حضرت عباس نے آ کر بچایا۔ آپ نے فرمایا اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو بھی اس سے آگاہ کرو۔ جب ہمارے ظہور اور غلبہ کی خبر سنو تب آنا۔ ابوذر واپس ہوئے دونوں بھائیوں نے مل کر والدہ کو اسلام کی دعوت دی والدہ نے نہایت خوشی سے اس دعوت کو قبول کیا۔ بعد ازاں قبیلہ غفار کو دعوت دی نصف قبیلہ اسی وقت مشرف باسلام ہوا۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

دعوت وارشاد کا پہلا دفتر اور نصاب

جب اسی طرح رفتہ رفتہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہوگئی تو حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان جمع ہونے کے لئے تجویز ہوا کہ وہاں سب جمع ہو کریں۔ حضرت ارقم سابقین اولین میں سے ہیں۔ ساتویں یا دسویں مسلمان ہیں کوہ صفا پر آپ کا مکان تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام یہیں جمع ہوتے تھے حضرت عمرؓ کے اسلام لے آنے کے بعد جہاں چاہتے جمع ہوتے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

رشد و ہدایت کا نصاب

قرآن پاک کی وہ سورتیں جو ابتداء میں نازل ہوئیں انہیں کو نصاب کہا جا سکتا ہے۔ ان سورتوں میں عقائد و نظریات کی بھی تعلیم دی گئی ہے اور طریقہ تربیت بھی بتلایا گیا ہے۔
باقی ۲۳ سالہ زندگی میں ان ہی کی تشریح اور توضیح ہوتی رہی۔ ترمیم کسی ایک میں بھی نہیں ہوئی بنیادی تعلیمات درج ہیں۔

ا پوری کائنات کا ایک خالق ہے جس کی سب سے نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ رب العالمین اور ارحم الراحمین ہے۔ (یعنی مخلوقات کے جس قدر طبقات اور درجات کائنات عالم میں ہیں وہ ان کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اس نے ہر مخلوق کی ایک فطرت بنائی اور اس فطرت کے بموجب نشو و نما بقاء و تحفظ تدریجی ترقی اور درجہ کمال تک پہنچنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی اس کی رحمت نے ان کو مہیا کیا اور برابر مہیا کرتی رہتی ہے) تمام جہانوں کا رب اور سب پر رحم کرنے والا وہی ہے۔ تمام کمالات اسی کو حاصل ہیں۔ تمام تعریفوں کا وہی مستحق ہے۔

☐ مشرق و مغرب کا رب وہی ہے وہی معبود ہے۔ اس کے سوا اور کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے۔

☐ اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اس کو دولت علم سے نوازا اور ترقی کے راستے پر لگایا۔

☐ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ قلم اور لکھنے پڑھنے کے ذریعے تعلیم کا طریقہ اسی نے بتایا۔ وہ اس ذریعے کے بغیر بھی جس کو چاہے عالم و فاضل اور سرچشمۂ فضل بنا سکتا ہے۔

☐ وہ ایک ہے یکتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کے اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

☐ انسان کا ہر ایک عمل اچھا ہو یا برا ایک حقیقت ہے۔ ہر ایک عمل اپنا اثر رکھتا ہے انسان اپنے اعمال کے جال میں اس طرح پھنس جاتا ہے جیسے کوئی قیدی۔

☐ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ کسی پر دوسرے کا گناہ نہیں ڈالا جا سکتا ہر شخص اپنا اور اپنے فعل کا ذمہ دار ہے انسان کو صرف وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا انسان جو کچھ کماتا ہے وہ اس کے سامنے آئے گا۔

☐ ایک خاص دن ہوگا جس میں انسان کے تمام اعمال کا حساب اور ہر معاملہ کا انصاف ہوگا۔

☐ خدا کی مخلوق صرف وہی نہیں ہے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مخلوق ہے ایک خاص مخلوق وہ ہے جس کو فرشتہ کہا جاتا ہے ان کی تعداد کا علم صرف ان کے خالق "اللہ رب العالمین ہی کو ہے"۔ وہ خدا کے حکم کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کی زندگی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور خدا کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔ وہ خدا کے حکم سے انسانوں پر خدا کی نعمتیں بھی نازل کرتے ہیں اور خدا کے حکم سے خدا کا قہر بھی بندوں پر اتارتے ہیں۔

☐ اللہ تعالیٰ انسانوں کی صحیح رہنمائی کے لئے نبی اور رسول بھیجتا ہے۔ نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا صرف وہ کہتا ہے جو خدا اس کو بتاتا ہے۔

□ علم اور یقینی بات وہی ہے جو اللہ کے بتانے سے رسول بتاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ انسان کے پاس ہے وہ ظن ہے (تخمین اور اٹکل کی باتیں ہیں جو علم و یقین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں)

□ تزکیۂ نفس اور دل کو پاک کرنے اور روحانیت کو ترقی دینے کی صورتیں یہ ہیں۔

اللہ کو یاد کرو دن کو یا رات کو جس طرح خدا کی یاد کرو۔ نمازیں پڑھو زکوٰۃ ادا کرو (جو ایک لازمی فریضہ ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ) اللہ کو قرض دو (ملی اور قومی کاموں میں خرچ کرو وہ اللہ تعالیٰ پر قرض ہوگا' کوئی نیک عمل ضائع نہیں کیا جائیگا۔ جو نیکی کرو گے خدا کے یہاں اس سے بہتر اور بہت بڑھا ہوا پاؤ گے۔ جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی رہیں اللہ تعالیٰ سے ان کی معافی اور مغفرت چاہتے رہو۔

□ دولت کو اللہ کا انعام سمجھو۔ ہر ایک غرض سے بلند ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہر ایک ضرورت مند کی مدد کرو اور اس سے کہہ دو کہ ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔ صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔

□ روحانیت کی پاکی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جسم کو پاک رکھو لباس پاک رکھو ہر ایک پلیدی کو (ظاہری ہو یا باطنی) دور کرو۔

□ عذاب کے کام ہیں (جن سے انسان کی ابدی زندگی برباد ہوتی ہے اور وہ دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے) یہ ہیں۔

نماز نہ پڑھنا' غریبوں کی امداد نہ کرنا' بیکار باتوں (اور خدا سے غافل کرنے والے کاموں) میں منہمک رہنا۔ عذاب و ثواب یعنی پاداش عمل پر یقین نہ رکھنا۔ کسی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اس پر احسان جتانا۔

بخیلی اور تنگی اختیار کرنا کہ دولت اپنے پاس جمع رہے اور غریبوں اور ضرورت مندوں کی امداد نہ ہو۔

اچھے آدمی جن کے نقش قدم پر چلنا چاہئے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام سے نوازا یعنی (الف) خدا کے برگزیدہ نبی۔

جو ایسے پاک فطرت ہوتے ہیں کہ ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

(ب) صدیق: جو سچے قول و فعل میں نہایت سچے جن کا ضمیر سچا جن کے ہر فعل میں

سچائی اور صداقت ۔ یہاں تک کہ وہ سچائی کا پیکر اور صداقت کی تصویر ہوتے ہیں۔

(ج) شہید:۔ جو حق و صداقت کے راستہ میں ہر ایک قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں جن کا جذبہ یہی ہوتا ہے کہ راہ حق میں قربان ہوں اس کے علاوہ وہ اپنے تمام جذبات قربان کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے آپ کو بھی قربان کر دیتے ہیں۔

(د) صالح:۔ نیک کردار پاکباز پاک طینت جو اچھے کاموں کی بہترین صلاحیت رکھتے ہیں اور اس صلاحیت کو عمل میں لاتے رہتے ہیں۔

□ مومن صالح اور سچا مسلمان وہ ہے جو راتوں کو جاگ کر خدا کو یاد کرے۔ دن کے کاموں کو خوبی سے انجام دے اور دل میں یاد خدا رکھے۔ اسی سے اس کا دل لگا رہے۔ اسی پر بھروسہ رکھے۔ نمازیں پڑھے۔ زکوٰۃ ادا کرے قومی اور ملی کاموں کے لئے دولت خرچ کرتا رہے۔ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا رہے۔ مخالفین کی باتوں کو ضبط و تحمل سے برداشت کرے۔ برداشت سے باہر ہو جائیں تو خوش اسلوبی سنجیدگی اور نرمی کے ساتھ ان سے الگ ہو جائے۔ جو قول و قرار کئے ہوں، جو منت مان لیں یا عہد کریں اس کو پورا کریں۔ جو بلا لحاظ مذہب و فرقہ مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کی امداد کو اپنا فرض سمجھیں۔ اپنی ضرورتیں پیچھے ڈالیں ان کی ضرورتیں پوری کریں۔ خدا کی خوشنودی ان کا نصب العین ہو۔ جو کچھ کریں خدا کے لئے ہی کریں۔ کسی انسان سے کوئی معاوضہ کو روا نہ رکھیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہیں کہ کوئی انسان ان کا کسی طرح شکریہ ادا کرے۔ خوف خدا، خدا کی عظمت اور اپنے انجام کی فکر ان کے دل و دماغ پر چھائی رہے۔ جو کچھ کریں اسی کے لئے کریں۔

بدترین انسان وہ ہیں

جو حکومت اور اپنے اقتدار پر گھمنڈ کریں جن کو اپنی شاہنشاہیت پر ناز ہو (جیسے فرعون) جو اپنی دولت کے نشہ میں صداقت سے منہ موڑیں۔ حقائق کو جھٹلائیں۔

جن کو اپنی دولت پر اپنی اولاد پر اپنے مادی ذرائع و وسائل پر ناز ہو۔ انہیں کی بدولت کی ادھیڑ بن میں رات دن لگے رہیں۔ ذخیرہ اندوزی کے حریص ہوں۔ حق کے مقابلہ میں اکڑ جائیں سچائی کی توہین کریں۔ عبرت کی آنکھیں بند رکھیں۔

جو خدا کو بھول جائیں ۔ خدا کی مخلوق کو بھول جائیں ۔ جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسمیں کھانے سے نہ شرمائیں بلکہ اس کو ہوشیاری اور فن کاری سمجھیں ۔ کسی کو چڑھائیں کسی کو اتاریں گلی گلی کرتے رہیں ۔ چغلیاں کریں ۔ نہ ان کی نظر میں شرافت اور اخلاق کی قدر ہو نہ عصمت اور پاکدامنی کی جن کی کوشش یہ ہو کہ غریبوں کا حق دبائیں اور اپنا سرمایہ بڑھائیں ۔

آپ کسی بہترین شاعر کا تصور کیجئے جس کے اشعار میں فصاحت و بلاغت کی تمام خوبیوں کے ساتھ ایسا درد بھی ہو جو سننے والوں کو خواہ مخواہ متاثر کردے ۔ مذکورہ بالا مضامین اگر ایسے شیریں اور رقت انگیز کلام میں سمو دیئے جائیں اور وہ لوگ جو اپنی زندگی خاص سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں دن رات اس کلام کا ورد رکھیں تو ان کی زندگی کیسی ہو جائے گی اور اس کا ردعمل ان پر کیا ہوگا ۔ جن پر اس کلام کی زد پڑتی ہے یعنی جن کے مفادات کو ٹھیس پہنچتی ہے یا اندیشہ ہے کہ ٹھیس پہنچے گی ۔

قرآن حکیم منظوم نہیں ہے ۔ نہ اس میں اول سے آخر تک کوئی شعر ہے ۔ مگر یہ اس کا تسلیم شدہ معجزہ ہے کہ اس کی شیرینی لطافت فصاحت و بلاغت شعر سے کہیں زیادہ رقت انگیز اور انقلاب آفرین ہے ۔ عرب خصوصاً قریش اپنی زبان کے عاشق تھے ۔ جتنا بڑا ادیب ہوتا تھا اتنا ہی زیادہ وہ عمدہ کلام سے متاثر ہوا کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ بعض شعراء کے منتخب اشعار کو دیوتا کا درجہ دیا جاتا تھا ۔ اور ان کے سامنے سجدہ کیا جاتا تھا ۔ یہ ادیب قرآن پاک سے بھی اتنے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ متاثر ہوا کرتے تھے ۔ یہاں تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جو سورتیں نبوت کے آغاز میں نازل ہوئیں ان میں ان مضامین کو ایسے انداز سے مرصع کیا گیا ہے کہ سننے والے اگر اپنی ضمیر کی آواز پر عمل کرتے تو ان مقاصد کے لئے اپنی زندگی بیچ دینے کے لئے بے تاب ہو جاتے تھے ۔ یہ سورتیں اس دور کا تعلیمی نصاب تھیں ۔ نمازوں میں پڑھی جاتی تھیں ۔ ان کے ایک ایک اشارہ پر عمل کیا جاتا اور ایک ایک لفظ کو بحث اور غور و فکر کا موضوع بنایا جاتا تھا ۔ (محمد رسول اللہؐ)

تربیت کا طریقہ

ا ۔ رات کو اٹھو جاگو آدھی رات یا آدھی رات سے قریب یا خدا کے حضور کھڑے ہو کر گزارو ۔

- قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر طمینان سے پڑھو۔

تبلیغ خصوصاً فرائض نبوت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ ریاضت و مجاہدہ یعنی محنت کرنے اور مشکلات کو برداشت کرنے کی عادت ہو۔ ضمیر پاک ہو اس کی تمام صلاحیتیں بیدار ہوں۔ جو بات نکلے دل سے نکلے۔ ہر ایک بات نہایت ٹھیک اور سنجیدہ ہو۔ شب بیداری سے یہ خصوصیتیں پیدا ہوتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ رات کو اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور ہر بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ (لہٰذا شب بیداری کرو کہ یہ خصلتیں پیدا ہوں کیونکہ) ہم عنقریب ڈالیں گے تم پر بھاری کلام

- پورے دن کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھو۔
- اپنے رب کے نام کا ذکر جاری رکھو۔
- اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو جاؤ۔
- خدا کو اپنا وکیل اور ذمہ دار بنا لو اسی پر بھروسہ رکھو۔
- اس عقیدہ کو اپنے اوپر حاوی کر لو کہ مشرق و مغرب (اور تمام عالم) کا رب وہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں جو معبود و الٰہ ہو۔
- جو کچھ وہ (مخالفین) کہتے ہیں اس پر ضبط و تحمل سے کام لو۔ زیادہ سے زیادہ برداشت کی عادت ڈال لو۔
- دنیا والوں سے کنارہ کرو (مگر خوبصورتی کے ساتھ۔ (یہ کنارہ کشی ایسی ہو کہ اپنے اندر جھنجلاہٹ رکھتی ہو۔ نفرت نہ ہو بلکہ ایسی ہو جیسے طبیب بیمار کی بیماری سے اپنا بچاؤ کرتا ہے مگر اس طرح کہ اس بچاؤ میں بھی دلداری ہوتی ہے) مرض کا علاج کرتا ہے مریض کا دل نہیں توڑتا۔ (محمد میاں غفرلہٗ)

باب ۳

اعلانیہ دعوت

سرداروں کا ردِ عمل

پروپیگنڈہ .... ایذا رسانی

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تحمل و استقلال

تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ اور ای طرح لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ تین سال کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ علی الاعلان اسلام کی طرف بلائیں۔

فاصدع بما تؤمروا عرض عن المشرکین

جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کا صاف صاف اعلان کر دیجئے اور مشرکین کی پروا نہ کیجئے۔

وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک

اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر اور شرک سے ڈرائیے۔

لمن اتبعک من المؤمنین

اور جو ایمان لا کر آپ کا اتباع کرے اس کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ فرمائیے۔

وقل انی انا النذیر المبین

اور آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ (ترجمہ بالمعنی)

سب سے پہلے اپنا خاندان

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب حکم ہوا "قم فانذر" اٹھو اور لوگوں کو آگاہ کرو (کہ ان کے موجودہ عمل اور کردار کا نتیجہ کیا ہوگا) تو آپ نے انذار اور تبلیغ کا سلسلہ اپنے خاندان سے شروع کیا۔ خدا کا حکم بھی یہی تھا۔

آپ نے کھانے کا انتظام کیا اور ان رشتہ داروں کو دعوت دی جو آپ کے پردادا (دوسری پشت کے دادا) ہاشم کی اولاد تھے۔ ان میں وہ چچا بھی تھا جس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اور

ابولہب کی کنیت سے مشہور تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا سب سے بڑا بھائی تھا۔ عمر میں، بیاہ اور دولت کے لحاظ سے خاندان میں سب سے اونچا تھا۔ عبدالعزیٰ سمیت تقریباً چالیس آدمی اس دعوت میں آئے۔ کھانا کھایا۔ پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ فرمانا شروع کیا۔ ابھی آپ نے بات پوری بھی نہیں کی تھی کہ عبدالعزیٰ نے پکار کر کہا۔ یہ جادو بہت ہی عجیب ہے جو تمہارے دوست نے تم پر کیا ہے۔ جو دو کا نام سن کر کون ٹھہر سکتا تھا۔ مجمع منتشر ہو گیا۔

ابولہب کی یہ حرکت بہت ہی ہمت شکن تھی مگر اس کے مقابلہ پر تھی جس کی ہمت نے ٹوٹنا نہیں سیکھا تھا۔ وہ نئے حوصلہ سے اٹھا۔ کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ دعوت کی اور اس مرتبہ حلقہ وسیع کر دیا۔ پہلے ہاشم کی اولاد کو دعوت دی تھی اس مرتبہ ہاشم کے والد عبد مناف کی اولاد کو دعوت دی اور ابولہب کی پہلی حرکت کا رد عمل یہ ہوا کہ سب ہی آ گئے اور آخر تک بیٹھے رہے۔

آپ نے بھی اپنی بات پوری فرما دی۔ آپ نے فرمایا:

میں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں کہ عرب کے کسی جوان ہمت نے یہ پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ یہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا پیغام ہے۔ اُمت عرب اس پیغام سے دنیا میں بھی سربلند ہوگی اور آخرت کی کامیابیاں بھی اس کو نصیب ہوں گی۔ یہ پیغام عمل کا پیغام ہے انسان کا عمل ہی اس کو کامیاب کر سکتا ہے۔ ایک کا عمل دوسرے کو کامیاب نہیں کر سکتا۔

اے معشر قریش۔ اپنے آپ کو جس درجہ پر رکھنا چاہتے ہو تو اس کی قیمت خود ادا کرو۔ عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو نجات کا سودا تم خود کرو۔

اے آل عبد مناف خدا کے مقابلہ پر میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک تم خود عمل نہ کرو میں تمہیں قانون قدرت کی گرفت سے نجات نہیں دلا سکتا۔

اے عباس بن عبدالمطلب۔ خدا کے مقابلہ پر میں تمہارے کام نہیں آ سکتا۔ اے رسول خدا کی پھوپھی "صفیہ" میں اللہ کی گرفت سے تمہیں نہیں بچا سکتا۔ اے رسول کی بیٹی فاطمہ۔ میرے مال میں سے جو کچھ مانگنا چاہو وہ مانگو میں دوں گا مگر خدا سے بے نیاز ہو کر میں تمہارے

کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اللہ کے مقابلہ پر میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

تقریر بے حد موثر اور بلیغ تھی۔ سننے والوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ مگر دلوں کا پرانا مرض آسانی سے نکلنے والا نہیں تھا۔ یہاں بھی۔ عبدالعزیٰ ابولہب نے اپنی عمر کی بڑائی اور رشتہ کی برتری سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔

عجیب بات یہ تھی کہ اس مجمع میں سب سے زیادہ سن رسیدہ ابولہب تھا اور سب سے چھوٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ جن کی عمر تقریباً بارہ سال کی۔ بیمار اور کمزور بھی تھے۔ پیٹ بڑھا ہوا آنکھیں آئی ہوئیں۔ پنڈلیاں پتلی پتلی۔ کھڑا ہونا مشکل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کے بعد مجمع کی طرف سے جواب کا انتظار کیا تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ (طفل بیمار) نے آپ کی تصدیق کی اور حمایت کا وعدہ کیا۔ آپ نے ان کی حوصلہ افزائی کے الفاظ کہے۔ ابولہب کو موقع مل گیا۔ اس نے طنز کرتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ مجمع کا رخ بدل گیا۔ پھر منتشر ہو گیا۔ (محمد رسول اللہؐ)

فاران کی ایک پہاڑی کا نام "صفا" ہے۔ اس پہاڑی کا وجود اب بھی باقی ہے۔ کعبہ شریف سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ اب یہ پہاڑی شہر کی سطح کے برابر ہو گئی ہے مگر اس زمانہ میں یہ بلند تھی۔ خانہ کعبہ کا حرم (میدان) اس کے دامن میں تھا۔ عام طور پر قریش کی یہاں نشست رہتی تھی۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس پہاڑی پر چڑھے اور قبائل قریش کو نام بنام پکارا۔ بنی فہر بنی عدی وغیرہ وغیرہ۔

محمد: وہی محمد جن کا اثر و احترام یہ تھا اور قریش کے عوام و خواص اس درجہ گرویدہ تھے کہ آپ کو "الصادق" اور "الامین" کہہ کر خوش ہوا کرتے تھے انہیں الصادق اور الامین کی آواز کانوں میں پڑی تو لوگ پہاڑی کے دامن میں آ کر جمع ہو گئے اور جو نہیں آ سکتے تھے انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیج دیا۔

سب پہنچ گئے تو آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اگر میں یہ بتاؤں کہ یہ وادی جو اس پہاڑی کی آڑ میں ہے یہاں دشمن کی فوج پہنچ گئی ہے

اور وہ عنقریب تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا آپ صاحبان میری بات سچ مانیں گے۔
سب نے جواب دیا بیشک آپ کے متعلق ہمارا تجربہ یہی ہے کہ آپ سچ ہی بولتے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
عذاب خداوندی کا لشکر آنے والا ہے۔ اس سے پہلے کہ عذاب کا یہ لشکر آئے میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔

آپؐ نے اسی موضوع پر تقریر فرمائی۔ بہت ممکن تھا کہ لوگ اثر لیتے مگر خاندان ہاشم کا وہی عمر رسیدہ (عبدالعزیٰ ابولہب) بگڑ کر اٹھا اور یہ کہتا ہوا چل دیا۔

"محمد تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ کیا اس لئے ہمیں یہاں جمع کیا ہے"

خاندان کا بڑا پورے خاندان کا سرپرست اور مربی مانا جاتا ہے اور قاعدہ عرب کے مطابق وہ ولی یعنی جواب دہ اور ذمہ دار بھی ہوا کرتا تھا چھوٹوں کے حق میں اس کی بات مانی جاتی تھی۔ ابولہب کو یہ ولایت اور سرپرستی حاصل تھی کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا بڑا بھائی تھا۔ اس کے علاوہ مکہ کا بااثر دولت مند تھا۔ مجمع نے جب اتنے بڑے آدمی کو خفا ہو کر جاتے ہوئے (واک آؤٹ کرتے ہوئے) دیکھا تو مجمع بھی چل دیا۔ لیکن ذہنوں میں ایک سوال گھر کر چکا تھا (داعی حق کی یہی کامیابی تھی) (محمد رسول اللہؐ)

سردارانِ قریش کی برہمی کے اسباب

کوہ صفا سے جس نے پکارا وہ وہی "محمد" تھا۔ جس کا نام لینا لوگ بے ادبی سمجھتے تھے۔ جس کو "الصادق"..... "الامین" کہا کرتے تھے۔ جس سے دعائیں کرایا کرتے تھے۔ برکتیں حاصل کیا کرتے تھے۔ جس نے کچھ عرصہ پہلے اس خوفناک ہنگامہ کو نہایت خوبصورتی سے ختم کیا تھا جو تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کے سلسلہ میں سر اٹھا چکا تھا۔

کوہ صفا کی مختصر تقریر میں جن خرابیوں کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ان کا احساس خود قریش کو بھی تھا۔ انہی کمزوریوں اور خرابیوں کی اصلاح کے لئے چند سال پہلے وہ انجمن بنائی گئی تھی اور وہ عہد نامہ طے کیا تھا جو حلف الفضول کے نام سے مشہور تھا۔

یہ "ابولہب" جو اس وقت سب سے پہلے مشتعل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی عم بزرگ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر اتنا خوش ہوا تھا کہ اپنی باندی ثویبہ کو فوراً آزاد کر دیا۔ اسی ثویبہ نے سب سے پہلے اس نونہال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلایا تھا۔ پھر یہ خفگی اتنی برافروختگی اور بوکھلاہٹ کیوں؟

اس کا سبب وہ انقلاب تھا جس کی تصویر اس مختصر جماعت کے آئینہ کردار میں ان کو نظر آ رہی تھی جو اس چند سال کے عرصہ میں (جو تربیت کیلئے مخصوص تھا) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں تربیت پا کر تاریخ عالم کے پلیٹ فارم پر جلوہ گر ہو چکی تھی جو ایک طرف شرک و الحاد کے مقابلہ میں توحید، فسق و فجور کے مقابلہ میں مکارم اخلاق، حیوانیت اور بہیمیت کے مقابلہ میں انسانیت اور شرافت کی علمبردار تھی۔ تو دوسری جانب راتوں کو اٹھ اٹھ کر کلام الٰہی کی وہ آیتیں بھی گنگنایا کرتی تھی جو مفاد پرست دولت و ثروت اور ظالمانہ سرمایہ داری کے خلاف گرج رہی تھیں۔ جس کا کردار یہ تھا کہ اپنی دولت کو راہ خدا میں لٹا کر ان

آیتوں کے مفہوم و مقصود کا وہ نقشہ پیش کر رہی تھی جو ان دولت پرستوں کے لئے بہت ہی وحشت ناک تھا۔ جھنجلاہٹ اور اشتعال کا باعث یہ بھی تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانے کی جتنی کوششیں کیں وہ ناکام ہو چکی تھیں۔

ابولہب جیسا سرمایہ پرست جو خزانہ کعبہ کے غزال زریں پر بھی ہاتھ مار دے عاص بن وائل جیسا ذخیرہ اندوز جو مزدور کی مزدوری برسوں تک ٹلاتا رہے۔ ولید بن مغیرہ جیسا حریص جو سب سے بڑا دولتمند ہونے پر بھی صبر نہ کرے اور اس کی طمع اور لالچ کا جہنم "ھل من مزید" پکارتا رہے عتبہ بن ربیعہ اور مسعود ثقفی جیسے جاگیردار جن کی زندگی کا نصب العین ہی جاگیرداری اور زراندوزی ہو۔ ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط جیسے باغی اور طاغی جو بڑے بڑے کاروبار کے مالک جو مکہ اور مکہ سے گزر کر پورے عرب پر چھائے ہوئے ہوں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ابتدائی دور میں اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔ آپ کی مشہور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ میں سامنے پہنچا تو آپ فرما رہے تھے۔ ھم الاخسرون و رب الکعبۃ یوم القیامۃ' رب کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ خسارہ میں ہوں گے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یہ الفاظ سنے تو میں چونک گیا۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں میرے بارہ میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ یہ بدنصیب کون ہیں؟

فرمایا جو سب سے زیادہ دولت مند ہیں۔ صرف وہ مستثنیٰ ہیں جو آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف خرچ کرتے رہیں۔

سورۂ ھمزہ میں انہی جیسوں کے لئے فرمایا گیا ہے۔

"جہنم کی ہلاکت اور بربادی ہر ایسے شخص کے لئے جو دوسروں کے عیب نکالے اور ان کو نظر حقارت سے دیکھتے ہوئے طعنے دے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے مال جوڑ رکھا ہے اور اس کو بار بار گنتا رہتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا (اس کی سرمایہ داری پائیدار ہوگی) ہرگز نہیں بلاشبہ ایسا ہوگا کہ اس کو حطمہ میں ڈال دیا جائے گا۔ تم

جانتے ہو حطمہ کیا ہے۔ وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کو جھانک لیتی ہے۔ بلند اور دراز ستونوں کی طرح اس آگ کے شعلے ہوں گے ان لوگوں کو ان آتشیں ستونوں میں گھیر کر بند کر دیا جائے گا۔ (سورۂ ھمزہ ۱۰۴)

سورۂ ھمزہ کو بار بار پڑھئے آپ کو سرمایہ داروں کے اس غیر معمولی اشتعال کا سبب معلوم ہو جائے گا۔ (محمد رسول اللہؐ)

دعوت حق کے دو بنیادی رکن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علی الاعلان کفر وشرک کی ممانعت اور بتوں اور بت پرستوں کی مذمت اور اعداء اللہ کی باوجود شدید عداوت اور مخالفت کے آپ کی اور آپ کے صحابہ کرام کی استقامت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام کے لئے فقط تصدیق قلبی یا لسانی کافی نہیں بلکہ کفر اور کافری اور خصائص شرک اور لوازم سے تبری اور بیزاری بھی لازمی اور ضروری ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح اہل ایمان کے لئے حق جل علا اور اس کے رسول مصطفیٰ اور نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا اعلان ضروری ہے اسی طرح خدا کے دشمنوں سے بغض اور عداوت کا اعلان بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ نے ۹ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خاص اس لئے روانہ فرمایا کہ موسم حج میں براءت کا اعلان فرمائیں جس کے لئے سورۂ براءت کی آیتیں نازل ہوئی تھیں اور حدیث میں ہے۔ من احب للہ و ابغض للہ فقد استکمل الایمان جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض رکھا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔ اللہ کی محبت اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی ہے جب تک اللہ کے دشمنوں سے بغض اور عداوت کامل نہ ہو۔ قلب میں جس قدر خدا کے دشمنوں کے لئے گنجائش ہے اسی قدر قلب اللہ کی محبت سے خالی ہے۔ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ اللہ نے کسی کیلئے دو دل نہیں بنائے۔ لہٰذا ایک قلب میں دو متضاد چیزیں کیسے سما سکتی ہیں۔ مومن کامل تو وہی ہے کہ ایک خدا کی رضا اور خوشنودی کے مقابلہ میں سارے عالم کی ناراضگی کی ذرہ برابر پرواہ نہ رکھتا ہو۔

حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ کی یہ سنت ہے کہ جس طرح وہ خداوند

ذوالملک والملکوت کے ایمان و تصدیق کی دعوت دیتے ہیں اسی طرح کفر اور شرک اور طاغوت کی تکذیب اور انکار کا بھی حکم دیتے ہیں۔ (سیرت المصطفیٰ)

ابولہب کی عداوت اور ابوطالب کی حمایت

ابولہب اگرچہ رشتہ میں آپ کا چچا تھا لیکن جس طرح تصدیق اور جاں نثاری اور صداقت و محبت میں ابوبکر صدیقؓ سب سے اول رہے اسی طرح تکذیب اور ایذا اور استہزاء و بغض اور عداوت میں ابولہب سب سے اول رہا۔ علیہ ما علیہ۔ اسی عداوت میں آپ کی صاحبزادیوں کو یعنی حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو قبل از بعثت عتبہ اور عتیبہ سے منسوب تھیں اپنے بیٹوں سے طلاق دلائی تاکہ آپ کو ان کے طلاق دیئے جانے سے صدمہ ہو مگر حقیقت میں یہ اللہ کی عظیم الشان رحمت تھی بعد میں دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں اور حضرت عثمان ذی النورین کے لقب سے سرفراز ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے صحابہؓ کرام میں سے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ایسے صحابی ہیں کہ جن کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے پیغمبر کی دو صاحبزادیاں آئیں اور ذی النورین کہلائے۔

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صرف اسلام کی دعوت دیتے رہے اس وقت تک قریش نے آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا لیکن جب علی الاعلان اور بت پرستوں کی برائیاں بیان کرنا شروع کیں اور کفر اور شرک سے روکنا شروع کیا۔ تب قریش عداوت اور مخالفت پر آمادہ ہوئے مگر ابوطالب آپ کے حامی اور مددگار رہے۔ ایک مرتبہ قریش کے چند آدمی جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے کہ تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کی برائیاں کرتا ہے اور ہمارے دین کو برا اور ہم کو احمق اور نادان اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتلاتا ہے آپ یا تو ان کو منع کر دیں یا ہمارے اور ان کے درمیان میں نہ پڑیں۔ ہم خود سمجھ لیں گے۔ ابوطالب نے ان کو خوش اسلوبی اور نرمی سے ٹلا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح توحید کی دعوت اور کفر اور شرک کی مذمت میں مشغول رہے۔ ابولہب اور اس کے ہم خیالوں کی بغض و عداوت کی آگ میں اشتعال پیدا ہوا اور ان لوگوں کا ایک جھنڈ دوبارہ ابوطالب کے پاس

آئے اور کہا آپ کا شرف اور آپ کی بزرگی ہم کو مسلم ہے لیکن ہمارے معبودوں کی مذمت اور آباؤ اجداد کی تجہیل و تحمیق پر کسی طرح صبر نہیں کر سکتے تھے۔ آپ یا تو اپنے بھتیجے کو منع کر دیں ورنہ ہم میں سے ایک نہ ایک فریق ہلاک ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔

ابوطالب پر خاندان اور پوری قوم کی مخالفت اور عداوت کا ایک اثر پڑا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ کہا کہ اے جان عم تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور یہ کہہ کر گئے ہیں۔ لہٰذا تم مجھ پر بھی رحم کرو اور اپنے پر بھی رحم کھاؤ اور مجھ پر ناقابل تحمل بار نہ ڈالو۔ ابوطالب کی اس گفتگو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید ابوطالب میری نصرت و حمایت سے کنارہ کش ہو جانا چاہتے ہیں تو آپ نے اس وقت چشم پر نم اور دل پر غم سے یہ فرمایا اے چچا خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب بھی لا کر رکھ دیں اور یہ کہیں کہ اس کام کو چھوڑ دو تو میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ میرے دین کو غالب کرے یا میں ہلاک ہو جاؤں۔ اور یہ کہہ کر رو پڑے اور اٹھ کر جانے لگے۔ ابوطالب نے آواز دی اور یہ کہا اے جان عم تم جو چاہو کرو میں تمہیں کبھی دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

قتل کیلئے ناکام کوشش

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ابوطالب آپ کی امداد اور حمایت پر تلے ہوئے ہیں۔ تو پھر تیسری بار مشورہ کر کے ابوطالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ابوطالب یہ عمارۃ بن الولید قریش کا نہایت حسین و جمیل اور خوبصورت ہوشیار اور سمجھدار نوجوان ہے آپ اس کو لے لیں اور پھر اپنے بھتیجے کو جس نے ہماری تمام قوم میں تفریق ڈال دی ہے اس کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم ان کو قتل کر کے قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ ابوطالب نے کہا واہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اپنے پالے ہوئے بیٹے کو قتل کے لئے تمہارے حوالے کر دوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر پالوں اور پرورش کروں۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ مطعم بن عدی نے کہا اے ابوطالب خدا کی قسم آپ کی قوم نے ایک عادلانہ اور منصفانہ راستہ اور اس مصیبت سے رہائی کی بہترین صورت آپ کے سامنے پیش کی تھی مگر آپ نے اس کو قبول

نہیں کیا۔ ابوطالب نے کہا خدا کی قسم میری قوم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا تم سے جو ہو سکتا ہے وہ کر گزرو۔ قریش جب ابوطالب سے بالکل ناامید ہو گئے تو کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جس قبیلہ میں کوئی بے کس اور بے سہارا مسلمان تھا اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کی دعوت دی۔ ابوطالب کی اس آواز پر تمام بنی ہاشم اور بنی المطلب نے لبیک کہا۔ بنی ہاشم میں سے ابولہب آپ کے دشمنوں کا شریک حال ہوا۔ (عیون الاثر)

ربیعہ بن عبادؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بازار عکاظ اور بازار ذی المجاز میں دیکھا لوگوں سے یہ فرماتے تھے کہ

اے لوگو لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے۔ اور ایک بھینگا شخص آپ کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے کہ یہ شخص صابی (بے دین) اور جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون شخص ہے معلوم ہوا کہ یہ آپ کا چچا ابولہب ہے۔ (سیرت المعتق)

مخالفانہ پروپیگنڈہ کے لئے سرداروں کا مشورہ۔

قریش نے جب یہ دیکھا کہ روز بروز اسلام کی رفتار بڑھ رہی ہے تو ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے جوان میں معمر اور ذی رسیدہ تھا اور یہ کہا کہ موسم حج کا قریب آ گیا ہے اور آپ کا ذکر اور چرچا سب جگہ پھیل چکا ہے۔ اب اطراف واکناف سے آنے والے تمہارے ان صاحب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تم سے دریافت کریں گے۔ لہذا اول کہ آپ کے متعلق یہ رائے قائم کر لینی چاہئے اور سب کے سب متفق الرائے ہو جائیں۔ اختلاف نہ رہنا چاہئے۔ ورنہ خود ہم میں ہی سے بعض بعض کی تکذیب اور تردید کریگا اور یہ اچھا نہ ہوگا۔ اے ابوعبد شمس (ولید کی کنیت) آپ ہمارے لئے کوئی رائے قائم کر دیجئے۔ ہم سب ان پر کار بند رہیں گے۔ ولید نے کہا تم لوگ کہو میں سنوں گا اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کروں گا۔ لوگوں نے کہا معاذ اللہ آپ کاہن ہیں۔ ولید نے کہا غلط کہتے ہو۔ خدا کی قسم آپ کاہن نہیں میں نے کاہنوں کو خوب دیکھا ہے نہ آپ میں کاہنوں کی کوئی علامت ہے اور نہ آپ کا کلام کاہنوں کے (زمزمہ) گنگناہٹ اور آواز سے لگا کھاتا ہے۔

لوگوں نے کہا آپ مجنون ہیں۔ ولید نے کہا آپ مجنون بھی نہیں میں جنون اور دیوانگی کی حقیقت سے بھی واقف ہوں آپ میں کوئی علامت جنون کی نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا آپ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا میں خود شاعر ہوں شعر اور اس کے تمام انواع و اقسام سے بخوبی واقف ہوں آپ کے کلام کو شعر سے کوئی نسبت نہیں۔

لوگوں نے کہا آپ جادوگر ہیں۔ ولید نے کہا آپ ساحر بھی نہیں نہ ساحروں کا سا پھونکنا اور دم کرنا ہے۔ اور نہ ساحروں جیسا گرہ لگانا ہے۔ لوگوں نے کہا اے ابوعبد شمس آخر پھر کیا ہے ولید نے کہا واللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام میں ایک عجیب حلاوت اور شیرینی ہے اور اس پر عجیب قسم کی رونق ہے اور اس قول کی جڑ نہایت تر و تازہ اور اس کی شاخیں ثمردار ہیں۔ (یعنی یہ اسلام بمنزلہ شجرۂ طیبہ کے ہے کہ جڑیں اس کی محکم اور مضبوط اور زمین میں راسخ ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں۔ فواکہ اور ثمرات سے لدا ہوا ہے) اور جو کچھ تم نے کہا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ وہ سب باطل اور لغو ہے میرے خیال میں سب سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کہو کہ یہ شخص ساحر ہے اور اس کا کلام بھی سحر ہے جو میاں بیوی اور ماں باپ بیٹے بھائی بھائی اور قبیلہ اور کنبہ میں تفریق ڈالتا ہے جو خاصہ سحر کا ہے۔ مجلس برخواست ہو گئی۔

حق تعالیٰ شانہ نے اسی ولید بن مغیرہ کے بارہ میں سورۂ مدثر کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ذرنی ومن خلقت وحیداً وجعلت لہٗ مالاً ممدوداً وبنین شہوداً ومہدت لہٗ تمہیداً ثم یطمع ان ازید کلا۔ انہٗ کان لاٰیٰتنا عنیداً سارہقہٗ صعوداً انہ فکر وقدر فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر فقال ان ہذا الا سحر یؤثر۔ ان ہذا الا قول البشر ساصلیہ سقر۔ آخر تک

آپ چھوڑ دیجئے مجھ کو اور اس شخص کو جس کو میں نے تنہا پیدا کیا یعنی خود اس سے نمٹ لوں گا آپ فکر نہ کریں اور میں نے ہی اس کو مال فراواں دیا اور ایسے بیٹے دیئے کہ جو مجلس میں حاضر ہوں اور دنیاوی عزت اور سرداری کے سامان اس کے لئے مہیا کئے۔ پھر طمع رکھتا ہے کہ اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ اس کا اہل نہیں وہ ہماری آیتوں کا معاند اور مخالف ہے میں

ضرور اس کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا۔ اور پھر اوپر سے نیچے گراؤں گا۔ اس نے کچھ غور کیا اور دل میں کچھ اندازہ ٹھہرایا پس مار ہو اس پر اللہ کی۔ کیا اندازہ کیا پھر مار ہو کیسا اندازہ ٹھہرایا پھر ادھر ادھر دیکھا اور تیوری چڑھائی اور منہ بنایا اور پھر پشت پھیری اور غرور کیا اور پھر بولا یہ قرآن کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو چلا آتا ہے کچھ نہیں ہے یہ قرآن مگر ایک آدمی کا کلام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کو ضرور آگ میں ڈالوں گا۔ الی آخر الآیات

ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت عام نہیں دی تھی۔ آپ خاموشی سے ذکر و فکر اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی تربیت میں مصروف تھے۔ اس وقت بھی قریش کے کا زنے والوں نے یہ کوشش کی تھی کہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طرح کی مفاہمت ہو جائے۔ مگر ان کی یہ کوششیں ناکام رہی تھیں۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے قریش بلکہ پورے عرب کو مخاطب کر کے تبلیغ شروع کی تو مخالفانہ کوششوں کا بھی نیا دور شروع ہوا۔

قریش کے لئے یہ سوال بہت اہم اور بہت پیچیدہ تھا کہ جس کا وہ احترام کرتے رہے تھے اور جس کو الصادق اور الامین کہا کرتے تھے اب اس کی تردید کس طرح کریں اور عوام کو کس طرح مطمئن کر کے الصادق الامین کے خلاف مشتعل کریں۔ حج کا زمانہ قریب آیا تو یہ سوال بہت اہم ہو گیا کیونکہ یہ یقین تھا کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس اجتماع عظیم سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے قبائل مکہ کے سرداروں کا اجتماع کیا گیا۔ (محمد رسول اللہؐ)

پروپیگنڈہ پالیسی پر اتفاق اور اس پر عمل

ولید کی رائے سے سب نے اتفاق کیا اور صرف طے ہی نہیں کیا بلکہ اس شد و مد سے عمل بھی شروع کر دیا کہ ابھی قبائل کے لوگ حج کے لئے روانہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے دینی کا چرچا ان کی گلی کوچہ تک پہنچ گیا اور نہ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلکہ آپ کے خاندان "آل ہاشم" کے متعلق بھی نفرت کی لہر ان تمام قبائل میں دوڑ گئی جو حج کے لئے آنے والے تھے۔ ابولہب کے متعلق طے کیا گیا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگرانی رکھیں گے اور جہاں وہ تقریر کرنا چاہیں یا لوگوں سے گفتگو کریں یہ وہاں ان کو منتشر کر دیں۔

"ابولہب" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا چچا (تایا) تھا۔ مالدار اور باوجاہت بھی تھا۔ عرب کے قاعدے کے مطابق خاندان کا بڑا شخص خاندان کے ہر فرد کا ولی مانا جاتا تھا۔ اور اس کو حق ہوتا تھا کہ وہ اپنے چھوٹے کے متعلق کوئی اعلان کر دے۔ قصاص وغیرہ کے قضیوں میں ایسے ولی کے قول کی خاص اہمیت ہوتی تھی۔ اسی غرض سے اس خدمت کے لئے مقرر کیا گیا تھا کہ خاندان کے سب سے بڑے شخص کی حیثیت سے لوگوں کو بتائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وہ اپنے خاندانی بزرگوں کو جہنمی بتاتا ہے اور دیوتاؤں کی توہین کرتا ہے۔ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ خاندان کے سب سے بڑے شخص کے قول سے زیادہ کس کی بات معتبر ہو سکتی ہے۔ (محمد رسول اللہؐ)

پروپیگنڈہ مہم کی ناکامی

جب حج کا موسم آیا اور باہر سے لوگ آنے شروع ہوئے تو قریش نے آدمی راستوں اور گزرگاہوں پر بٹھا دیئے جو شخص ادھر سے گزرتا اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے کہ یہ ساحر ہے اس سے بچتے رہنا مگر قریش کی اس تدبیر سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ اطراف واکناف سے آنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی واقف ہو گئے۔

حج کے موقع پر انتظام کے متعدد شعبے خصوصاً سقایہ یعنی حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام (جو سرزمین حجاز خصوصاً مکہ میں سب سے سخت کام تھا) آل ہاشم کے سپرد ہوتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ابولہب کے علاوہ آپ کا پورا خاندان اگرچہ مسلمان نہیں ہوا تھا مگر آپ کا حامی تھا۔ خواجہ ابوطالب ان میں پیش پیش تھے۔ سرداران قریش کے پروپیگنڈے کے باعث جو نفرت خاندان ہاشم سے عرب میں پھیل گئی تھی خواجہ ابوطالب کو اس کا اندازہ تھا۔ انہیں خطرہ ہوا کہ حج کے موقع پر یہ نفرت بغاوت کی شکل اختیار کر لے گی اور وہ ان خدمات سے محروم ہو جائیں گے جو حج کے موقع پر ان کے سپرد ہوتی تھیں۔ قبائلی رقابت اس فتنہ کو اور ہوا دے سکتی تھی۔

لہٰذا خواجہ ابوطالب نے تقریباً سو شعر کا طویل قصیدہ لکھا۔ جس میں خانہ کعبہ، حرم شریف کی عظمت و حرمت، اس کے واجب الاحترام ہونے کے متعلق مسلسل روایات، پھر خاندان ہاشم کی عظیم الشان خدمات کا تذکرہ کیا۔ اس قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بھی

روشنی ڈالی کہ ان کے اخلاق و اوصاف کیا ہیں اور قریش کس طرح ان کی تعظیم کرتے رہے ہیں۔ اسی قصیدہ کا وہ مشہور شعر ہے جو نعت شریف کے موقع پر عام طور سے پڑھا جاتا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد بیان کرنے کے بعد یہ بھی واضح کیا کہ اگرچہ وہ ایک نئے مذہب کی دعوت دے رہے ہیں مگر ابناء ہاشم جو حجاج کی خدمت کرتے ہیں وہ ان کے مذہب کے حامی نہیں ہیں وہ بدستور اپنے قدیم مذہب پر قائم ہیں۔ اور ان کے عقائد وہی ہیں جو سرداران قریش اور عام عرب کے عقائد ہیں۔ وہ اسی طرح دیوتاؤں کو مانتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں، تاہم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ "محمد" کو مخالفین کے حوالے کر دیں۔ خاندان ابو طالب اپنی جانیں قربان کر دے گا مگر اپنی موجودگی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بال بیکا نہیں ہونے دے گا۔

عرب شعر کے دلدادہ ہوتے تھے۔ شاعروں کے قصیدے چھپتے ہی پڑھے جاتے تھے، بچے بچے کی زبان پر چڑھ جاتے تھے اور پھر چپہ چپہ وہ نقل کئے جاتے تھے۔ اس وقت شعراء کے قصائد کو وہی طاقت حاصل تھی جو دور حاضر میں کسی مضبوط میڈیا کو حاصل ہے۔ چنانچہ خواجہ ابو طالب کا یہ قصیدہ تمام قبائل میں پھیل گیا اور اس طرح وہ فتنہ فرو ہوا جو بنو ہاشم کے خلاف کھڑا کیا جا رہا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے متعلق اس کی دینی قوت باقی رہی بلکہ خواجہ ابو طالب کے قصیدے نے اور تائید کر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نئے مذہب کے داعی ہیں چنانچہ خواجہ ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کو تو اپنی خدمات کی انجام دہی میں کوئی نئی دشواری پیش نہیں آئی مگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعاقب پوری طرح کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تشریف لے جاتے عرب کا گورا چٹا ایک باوجاہت سردار (ابولہب) ان کے پیچھے ہوتا جو لوگوں کو آگاہ کرتا رہتا کہ ان کی بات نہ سنو یہ پاگل ہو گئے ہیں۔ (معاذ اللہ) (محمد رسول اللہ)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

سرداروں کی نیندیں حرام

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کی طرف سے گزر رہے تھے۔ اتفاق سے ابوجہل بھی اسی طرف سے آنکلا۔ آپ کو دیکھ کر بہت کچھ سخت و سست کہا مگر آپ نے ابوجہل کے ناشائستہ کلمات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن جدعان کی باندی یہ تمام واقعہ دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں حضرت حمزہ شکار سے اپنا تیر کمان لئے ہوئے واپس آئے۔ عبداللہ بن جدعان کی باندی نے حضرت حمزہ کو دیکھ کر کہا اے ابو عمارہ کاش تم اس وقت موجود ہوتے جب ابوجہل تمہارے بھتیجے کو نہایت سخت اور سست اور نازیبا کلمات کہہ رہا تھا۔

سنتے ہی حضرت حمزہ کی حمیت اور غیرت جوش میں آ گئی۔ وہیں سے ابوجہل کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ حضرت حمزہ کا یہ معمول تھا کہ جب شکار سے واپس آتے تو سب سے پہلے حرم میں حاضر ہوتے اسی معمول کے مطابق حرم میں پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ ابوجہل قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا ہے۔ پہنچتے ہی اس کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ سر زخمی ہو گیا اور کہا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے میں خود ان کے دین پر ہوں۔ بعض حاضرین مجلس نے چاہا کہ ابوجہل کی حمایت کیلئے کھڑے ہوں لیکن ابوجہل نے خود ہی سب کو روک دیا اور کہا آج میں نے ان کے بھتیجے کو بہت سخت سست کہا ہے۔ حمزہ کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بعض حاضرین مجلس نے حضرت حمزہؓ سے مخاطب ہو کر یہ کہا اے حمزہ کیا تم صابی (بے دین) ہو گئے ہو۔ حضرت حمزہؓ نے فرمایا مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صداقت خوب منکشف ہو گئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ فرماتے ہیں وہ سراسر حق ہے میں کبھی اس سے باز نہ آؤں گا۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو۔ حضرت حمزہ یہ کہہ کر گھر واپس آ گئے۔ شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اے حمزہ تم قریش کے سردار ہو تم نے اس صابی کا کیسے اتباع

کیا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین کیوں چھوڑ دیا۔ اس سے مرجانا بہتر ہے جس سے حمزہ کچھ تردد اور اشتباہ میں پڑ گئے۔ حضرت حمزہؓ فرماتے ہیں کہ تمام شب اسی بے چینی اور اضطراب میں گزری ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھ نہ لگی۔ جب کسی طرح یہ اضطراب اور بے چینی رفع نہ ہوئی تو حرم میں حاضر ہوا اور نہایت تضرع اور زاری سے دعا مانگی اے اللہ میرا سینہ حق کے لئے کھول دے۔ اس شک اور تردد کو دور فرما۔ دعا ابھی ختم نہ کرنے پایا تھا یک لخت تمام خیالات باطلہ میرے قلب سے صاف ہو گئے اور دل اذعان اور ایقان سے لبریز ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ نے میری استقامت اور اسلام پر قائم اور ثابت رہنے کی دعا فرمائی مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت حمزہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ کہا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ یقیناً سچے نبی ہیں تصدیق کرنے والے اور پہچاننے والے کی طرح گواہی دیتا ہوں۔

اے میرے بھتیجے آپ اپنے دین کو علی الاعلان ظاہر فرمایئے خدا کی قسم مجھ کو دنیا وما فیہا بھی ملے تب بھی آپ کا دین چھوڑ کر آبائی دین اختیار نہ کروں گا۔ اور شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اور میں نے خدا کی حمد و ثنا کی جبکہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین ابراہیمی کے قبول کرنے کی توفیق دی۔ اس دین کی توفیق دی جو ایسے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو کہ بندوں کے حال سے باخبر اور ان پر مہربان ہے۔ جب اس کے پیام ہم پر پڑھے جاتے ہیں تو کامل العقل انسان کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ وہ خدا کے پیام جن کو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی ہدایت کے لئے لے کر آتے ہیں جو صاف صاف اور واضح آیتیں ہیں۔ اور احمد مجتبیٰ خدا کے برگزیدہ ہم میں واجب الاطاعت ہیں جو حق وہ لے کر آتے ہیں اس کو درشت کلامی سے نہ چھپاؤ۔ خدا کی قسم جب تک ہم تلوار سے فیصلہ نہ کر لیں اس وقت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز لوگوں کے حوالے نہ کریں گے۔

حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے قریش یہ سمجھ گئے کہ آپ کو ایذاء اور تکلیف دینا کوئی آسان نہیں۔ (زرقانی ملخصاً)

لالچ و مفاد کے حربے جو ناکام ہوئے

قریش نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حمزہؓ بھی اسلام لے آئے اور روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تو ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ اور ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور اسود بن المطلب اور دیگر رؤسائے قریش نے مشورہ کر کے آپ سے گفتگو کرنے کے لئے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا جو سحر اور کہانت اور شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا۔

عتبہ آپ کے پاس آیا اور کہا اے محمد آپ کے حسب و نسب لائق و فائق ہونے میں کوئی تردد نہیں مگر افسوس کہ آپ نے تمام قوم میں تفریق ڈال دی، ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں آباؤ اجداد کو احمق اور نادان بتلاتے ہیں اس لئے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابوالولید کہو میں سن رہا ہوں۔

عتبہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے اگر تم مال و دولت کے خواہاں ہو تو ہم سب تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں کہ بڑے سے بڑا امیر بھی تمہاری ہمسری نہ کر سکے گا اور اگر تم شادی کرنا چاہتے ہو تو جس عورت سے اور جتنی عورتوں سے چاہو تو ہم شادی کر دیں اور اگر عزت و سرداری مطلوب ہے تو ہم سب آپ کو اپنا سردار بنا لیں اور اگر حکومت اور ریاست چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنالیں اور اگر تم کو آسیب ہے تو ہم علاج کرائیں۔

آپ نے فرمایا اے ابوالولید تم کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکے۔ عتبہ نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اچھا اب جو میں کہتا ہوں وہ سنو۔ مجھ کو نہ تمہارا مال و دولت درکار ہے اور نہ تمہاری حکومت اور سرداری مطلوب ہے میں تو اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھ کو تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری اور مجھ کو یہ حکم دیا کہ میں تم کو اللہ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور بطور نصیحت و خیر خواہی اس سے تمہیں آگاہ کر دیا اگر تم اس کو قبول کرو تو تمہارے لئے سعادت

دارین اور فلاح کونین کا باعث ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان میں فیصلہ فرمادے اور سورۂ حم السجدہ کی پہلی تیرہ آیتیں تلاوت فرمائیں آپ تلاوت فرماتے رہے اور عتبہ دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب زمین پر ٹیکے ہوئے مبہوت سنتا رہا لیکن آپ جب اس آخری آیت فان اعرضوا الآیۃ پر پہنچے تو عتبہ نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ پر رکھ دیا آپ کو قسم دے کر کہا خدا آپ ہم پر رحم فرمائیں عتبہ کو ڈر ہوا کہ کہیں قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح اسی وقت مجھ پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے پھر سجدہ تک آیتیں تلاوت فرمائیں اور سجدہ تلاوت فرمایا جب تلاوت ختم فرما چکے تو عتبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابو ولید جو کچھ سننا تھا وہ تم سن چکے اب تم کو اختیار ہے۔

عتبہ آپ سے رخصت ہو کر اپنے رفقاء کے پاس آیا لیکن عتبہ وہ عتبہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ ابو جہل بول اٹھا کہ عتبہ وہ عتبہ نظر نہیں آتا۔ عتبہ تو صابی ہو گیا۔ عتبہ نے کہا میں نے ان کا کلام سنا۔ واللہ میں نے کبھی ایسا نہیں سنا نہ وہ شعر ہے نہ وہ سحر ہے اور نہ کہانت ہے۔ وہ تو کوئی اور ہی چیز ہے۔ اے قوم اگر تم میرا کہا مانو تو محمد کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ خدا کی قسم جو کلام میں ان سے سن کر آیا ہوں عنقریب اس کی ایک شان ہوگی۔ اگر عرب نے ان کو ہلاک کر دیا تو پھر تمہیں کسی فکر کی ضرورت ہی نہیں اور اگر محمد عرب پر غالب آ گئے تو ان کی عزت تمہاری عزت ہے اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے اس لئے کہ وہ تمہاری ہی قوم سے ہیں۔ قریش نے کہا: اے ابو الولید محمد نے تم پر سحر کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا میری رائے تو یہی ہے تم جو چاہو کرو۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

ابن عباس سے مروی ہے کہ قریش نے آپ سے یہ درخواست کی کہ یا تو آپ ہمارے بتوں کی مذمت سے باز آ جائیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کی ایک یہ صورت ہے کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کیجئے اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت اور بندگی کریں گے۔ معجم طبرانی میں ہے کہ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

قل یایھا الکفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عبدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عبدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین

آپ کہہ دیجئے اے منکرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

مشرکین مکہ کے چند مہمل اور بیہودہ سوالات

اس کے بعد قریش نے آپ سے یہ کہا اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو ہم ایک اور شئے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اس کو منظور کیجئے وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی قوم نہایت تنگ دست ہے اور یہ شہر زندگی بہت تنگ ہے ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں سبزی اور شادابی کا کہیں نام نہیں لہذا آپ جس رب نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے آپ یہ درخواست کیجئے کہ اس شہر سے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے تاکہ شہر میں وسعت ہو اور شام و عراق کی طرح اس شہر میں نہریں جاری کر دے اور ہمارے آباؤ اجداد اور خصوصاً قصی ابن کلاب کو زندہ فرما دے تاکہ ہم ان سے تمہاری بابت دریافت کریں کہ جو تم کہتے ہو وہ حق ہے یا باطل اگر ہمارے آباؤ اجداد نے زندہ ہونے کے بعد تمہاری تصدیق کی تو ہم سمجھیں گے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور ہم بھی تمہاری تصدیق کریں گے۔

آپ نے فرمایا میں اس لئے نہیں بھیجا گیا۔ خدا نے جو پیغام دے کر بھیجا تھا وہ تم تک پہنچا دیا اگر تم اس کو قبول کرو تو تمہاری خوش نصیبی ہے ورنہ اگر رد کرو تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

قریش نے کہا اچھا اگر آپ ہمارے لئے ایسا نہیں کر سکتے تو آپ خدا سے اپنے ہی لئے دعا کیجئے کہ اللہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل فرمائے اور آپ کی تصدیق کے لئے ہر جگہ آپ کے ساتھ رہے نیز اللہ تعالیٰ سے درخواست کیجئے کہ وہ آپ کو باغات اور محلات اور سونے

چاندی کے خزانے عطا فرمائے جس سے آپ کا شرف اور آپ کی بزرگی معلوم ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری طرح آپ بھی طلب معاش کے لئے بازاروں میں جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا میں خداوند ذوالجلال سے کبھی اس قسم کا سوال نہ کروں گا۔ میں اس لئے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں تم اگر مانو تو تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت و بہبودی ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے۔

قریش نے کہا کہ اچھا تم اللہ سے دعا مانگو کہ ہم پر کوئی عذاب نازل فرمائے۔ آپ نے فرمایا اللہ کو اختیار ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے یا مہلت دے۔ اس پر عبداللہ بن ابی امیہ کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد آپ کی قوم نے اتنی باتیں آپ کے سامنے پیش کیں مگر آپ نے ایک بات کو بھی منظور نہ کیا کہ قریش نے آپ سے یہ درخواست کی کہ کوہ صفا کو آپ سونا بنا دیں آپ نے ہر دو فرمایا کہ اس بار اللہ سے دعا مانگیں۔ جبرئیل امین تشریف لے آئے اور یہ فرمایا کہ اے نبی کریم یہ معاملہ تو تسلیم آپ ان سے فرما دیجئے کہ جو چاہتے ہو وہی ہو جائے گا لیکن یہ بھی لو کہ ان نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد اگر ایمان نہ لائے تو پھر تم سب اسی وقت ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ قریش نے کہا کہ ہم کو ضرورت نہیں۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

علمائے یہود کے بتائے ہوئے سوالات کا جواب

قریش کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارے یہ سوالات جاہلانہ اور معاندانہ سوالات تھے تو مشورہ کر کے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ وہاں جا کر علمائے یہود سے آپ کے بارہ میں استفسار کریں۔ وہ لوگ انبیاء کے علوم سے واقف اور پیغمبروں کی علامتوں سے آگاہ اور باخبر ہیں۔ یہ دونوں آدمی مدینہ منورہ پہنچے اور علمائے یہود سے تمام واقعہ ذکر کیا۔

علمائے یہود نے کہا کہ تم تین چیزوں کے متعلق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کرنا (اول) وہ لوگ کون ہیں جو غار میں جا چھپے تھے اور ان کا کیا واقعہ ہے یعنی ان سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کرو (دوم) وہ کون شخص ہے جس نے مشرق سے لے کر مغرب تک

تمام روئے زمین کو پھر آیا تھا یعنی ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرو (سوم) روح کیا شے ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان تینوں سوالوں میں سے اول و دوم کا جواب دے دیں اور تیسرے سے سکوت فرمائیں تو سمجھ لینا کہ وہ نبی مرسل ہیں ورنہ کاذب اور مفتری ہیں۔

نضر اور عقبہ فرحاں و شاداں مکہ واپس آئے اور قریش سے کہا کہ ہم ایک فیصلہ کن بات لے کر آئے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوالات پیش کئے آپ نے اس امید پر کہ کل تک اس بارے میں کوئی وحی ربانی نازل ہو جائے گی۔ یہ فرمایا کہ کل جواب دوں گا۔ بمقتضائے بشریت آپ انشاء اللہ (اگر خدا نے چاہا) کہنا بھول گئے۔ چند روز کے انتظار کے بعد سورۂ کہف کی آیتیں نازل ہوئیں جس میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بالتفصیل بتلا دیا اور تیسرے سوال کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی قل الروح من امر ربی یعنی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ روح کی حقیقت تو تم سمجھ نہیں سکتے اتنا جاننا کافی ہے روح ایک چیز ہے رب کے حکم سے جب بدن میں آ پڑے تو وہ جی اٹھا جب نکل گئی تو مر گیا (موضح القرآن) اور بمقتضائے بشریت جو انشاء اللہ کہنا بھول گئے تھے اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ واذکر ربک اذا نسیت

کسی شے کے متعلق یہ نہ کہو کہ میں کل یہ کروں گا مگر انشاء اللہ کے ساتھ اور اگر بھول جاؤ تو جب یاد آئے تو اسی وقت ان شاء اللہ کہہ لو اور بھول کی تلافی ہو جائے۔ [illegible]

ایذا رسانی کی باقاعدہ مہم

قریش نے جب یہ دیکھا کہ اسلام کی علی الاعلان دعوت دی جا رہی ہے اور کھلم کھلا بت پرستی کی برائیاں بیان کی جا رہی ہیں تو قریش اس کو برداشت نہ کر سکے اور جو ایک خدا کی طرف بلا رہا تھا اس کی دشمنی اور عداوت پر کمر بستہ اور توحید کے مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے اور یہ تہیہ کر لیا کہ آپ کو اس قدر تکلیف اور ایذاء پہنچائی جائے کہ آپ دعوت اسلام سے باز آ جائیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

وہی "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) سرداران قریش جس کو "الصادق" اور "الامین" کہا کرتے تھے اس کی مقدس تعلیم کو جب انہوں نے اپنے مفادات کے لئے خطرۂ عظیم اور برق خرمن سوز سمجھا تو اب رات دن ان کی کوشش یہ تھی کہ اس آواز کو دبا دیں اور اس شمع کو گل کر دیں چنانچہ باپ دادا کے مذہب قدیم کے نام پر عوام میں اشتعال پیدا کر دیا۔ جس پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور گنے چنے مٹھی بھر مسلمانوں کے درپے ہو گئے۔ اس کے علاوہ خود ان کی سرگرمیاں نئے نئے ستم ایجاد کرنے میں مصروف رہنے لگیں۔ خانہ کعبہ کا حرم محترم جہاں خود ان کے عقیدہ کے بموجب کسی بھی جاندار کو ستانا گناہ تھا۔ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں اپنے رب کی عبادت کرتے تو ستائے جاتے اور طرح طرح ستائے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر میں نے دیکھ لیا کہ حرم کعبہ میں "محمد" اپنا چہرہ زمین پر رکھے ہوئے ہیں۔ تو میں اس کی گردن اپنے پیر سے روند دوں گا۔ (محمد رسول اللہ)

جاننے سے پہلے کون مان سکتا ہے جانو تب مانو پہچانو تب جھکو۔ یقین کی فطری راہ یہی ہے تم آفتاب ہی کو نہ دیکھو یہ تمہارے بس میں ہے لیکن جو سورج کے سامنے کھڑا تھا اس نے اپنی ایک پلک کو دوسری پلک سے اگر جدا کر لیا تو اب اس کے قابو میں ہے کہ وہ آفتاب اور اس چمک کو جھٹلائے؟ آگ کے چھونے پر کوئی مجبوری نہیں ہے لیکن چھونے کے بعد گرمی کے ماننے سے کون گریز کر سکتا ہے؟

ٹھیک اسی طرح دیکھو کہ عرب کے دامن سے صدق وامانت کا آفتاب چڑھ کر انسانیت کے اس عالم کے سامنے آ کر ٹھہر گیا۔ جس سے جانا جاتا ہے ممکن ہے کہ جس طرح

لاکھوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو بینائی کی فطری قوت سے محروم ہو یا شنوائی کا حاسہ اس سے مسلوب ہو لیکن سب اندھے ہوں، سب بہرے ہوں جس طرح یہ ممکن ہے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ آدمی ہو اور اس میں "سچ" اور سچائی کے یافت کا حاسہ نہ ہو، یہ ڈاکٹر ہے اور وہ ڈاکٹر نہیں ہے' اسی فیصلہ پر جا کر پھر رک جاتی ہیں آنکھوں میں نشتر چبھوئے جاتے ہیں۔

اس ٹرین کو سب نہیں چلاتے ہیں جو بیابانوں میں چلتی ہے۔ چڑھائیوں پر چڑھتی ہے۔ وادیوں اور خونی دریاؤں کے پلوں سے گزرتی ہے۔ فیصلہ کی وہی قوت جو ڈرائیور کو غیر ڈرائیور سے، شوفر کو غیر شوفر سے جدا کرے تم میں یہ اطمینان پیدا کرتی ہے کہ اپنا سب کچھ سونپ کر ہم اپنے کو اپنے ماں باپ بچوں کو اپنے مال و اسباب کو ریل کے ڈبوں میں ڈال دیتے ہیں۔ سچ کو جھوٹ سے اگر جدا کرنے کا حاسہ ہم میں نہ ہوتا تو ڈاکٹر اور ڈرائیور کیا؟ زندگی کے کسی شعبہ کی گاڑی ایک سیکنڈ کے لئے بھی چل سکتی ہے؟

اور یہی سبب ہے کہ مکی اور اعدائی کون سی شکل باقی رہی جس معیار پر سچائی کی پرکھ ہوتی حقیقت نہ پرکھی گئی تو رہ گئے کرو دوسرے زبان سے کہہ دو۔ الغرض جو کچھ سوچا جا سکتا ہے ہر ایک سے رگڑ رگڑ کر جس جس طرح انہوں نے جانچا۔ لیکن صدق و امانت کے احساس کی وہی گرفت جو دعویٰ سے پہلے ان کے دلوں پر مسلط تھی۔ کسی تدبیر سے ڈھیلی نہیں پڑتی۔ اس میں کیا ہے اس کے اندر کیا ہے؟ مال ہے؟ جاہ ہے؟ یہ کچھ اور ہے؟ ہر سوال کی سلائیاں انہی کی سلائیاں ڈال ڈال کر ہر ایک نے دیکھا بار بار دیکھا لیکن سچ کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے اخلاص کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے، ہر آزمائش ہر جانچ کا آخری نتیجہ یہی برآمد ہوا، جانچ کی یہ ایسی شکلیں تھیں جن کی رو سے جن میں کچھ نہیں ملا۔

اب وہ منفی و سلبی تدبیروں کے متعلق باہم ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے دار الندوہ کی مجلسی سرگرمیاں جتنی اس وقت تیز ہوئیں اس کی تاریخ میں ایسی گرم بازاری اسے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

مسلسل اس کے باطن سے مسلط ہوا اس کے اندر جو کچھ ہے سب کچھ ٹٹولا اور جس جس جہت سے جو کچھ ہے سب کچھ کر گزرا۔ قدرت نے ان کا بھی ان کو وسیع موقع بغیر کسی مزاحمت کے بڑی فیاضی کے ساتھ ذاتی فیاضی کے ساتھ جس کی نظیر حق و باطل کے تجربہ کی تاریخ میں قطعاً مفقود ہے۔ عطا فرمایا۔

جو لیا کچھ نہیں کر سکتا تھا اور جب اجازت ہوگئی تو کیا کر کے اسی نے ثابت دکھا دیا وہی اس وقت سکون تام صبر مطلق کا ایک کامل مجسمہ بن کر اپنے کو اپنے ظاہر و باطن کو ان میں ہر ایک کے آگے ڈالے ہوئے تھا۔

جانچ کی اس راہ میں پھر کیا کیا پیش ہوا بجز اس کے جس میں اسی وجہ کا صدق ہو جو اس میں تھا ہی وجہ کی امانت ہو جو اس میں تھی کی اور یہ مقام نسل آدم میں کسی کو میسر آ سکتا ہے ان کو کون جھیل سکتا تھا۔ (النبی الخاتم)

گالیاں دینا اور تھوکنا

معجم طبرانی میں منیب غامدیؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لوگوں کو یہ فرماتے تھے اے لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے مگر بعض بدنصیب تو آپ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ پر تھوکتے اور بعض آپ پر خاک ڈالتے۔ اس وقت ایک لڑکی پانی لے کر آئی اور آپ کے چہرۂ انور اور دست مبارک کو دھویا۔ میں نے دریافت کیا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ آپ کی صاحبزادی زینبؓ ہیں۔

یہ حدیث حارث بن حارث غامدیؓ سے بھی مروی ہے اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ آپ نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا اے بیٹی تو اپنے باپ کے مغلوب اور ذلیل ہونے کا خوف مت کر۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

پتھر مارنا

طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے۔ اور ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا۔ جس سے جسم مبارک خون آلود ہو گیا اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا۔ اے لوگو اس کی بات نہ سننا یہ جھوٹا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

مٹی پھینکنا

بنی کنانہ کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے تھے اے لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے اور ابو جہل آپ پر مٹی پھینکتا تھا اور یہ کہتا تھا اے لوگو تم اس کے دھوکہ میں نہ آنا یہ تم کو لات اور عزیٰ سے پھرانا چاہتا ہے اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف ذرہ برابر بھی التفات نہ فرماتے تھے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

گلا گھونٹنا

عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مشرکین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائی ہو اس کا ذکر کرو تو عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ گلا گھٹنے لگا۔ سامنے سے ابوبکرؓ آگئے اور عقبہ کو ایک دھکا دیا اور یہ آیت پڑھی۔

اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جآء کم بالبینات من ربکم (بخاری شریف)

کیا تم ایک مرد کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے اور اپنی نبوت و رسالت کے واضح اور روشن دلائل تمہارے پاس رب کی طرف سے لے کر آیا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

فائدہ: حضرت ابوبکرؓ کی شجاعت

ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثناء خطبہ میں یہ فرمایا بتلاؤ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر کون ہے لوگوں نے کہا "آپ" حضرت علیؓ نے فرمایا میرا حال تو یہ ہے کہ جس کسی نے میرا مقابلہ کیا میں نے اس سے انتقام لیا۔ سب سے زیادہ شجاع ابوبکرؓ تھے میں نے ایک بار دیکھا کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں۔

انت جعلت الالہۃ الٰھا واحدا

تو نے ہی تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔

ہم میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے قریب جائے اور آپ کو دشمنوں سے چھڑائے حسن اتفاق سے ابوبکرؓ آگئے اور دشمنوں کے غول میں گھس پڑے۔ ایک کے مکا مارا اور ایک کو دھکا دیا اور ایک کو گھونسہ اس کے رسید کیا اور جس طرح اس مرد مومن نے فرعون اور ہامان کو کہا تھا اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ اسی طرح ابوبکرؓ نے اس وقت کفار سے مخاطب ہو کر کہا۔

ویلکم اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ

افسوس کیا تم ایسے مرد کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ کہہ کر رو پڑے اور یہ فرمایا کہ تم کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا رجل مومن افضل تھا یا ابوبکر۔ لوگ خاموش رہے پھر فرمایا خدا کی قسم ابوبکر کی ایک گھڑی آل فرعون کے مرد مومن کی تمام زندگی سے بدرجہا بہتر ہے اس نے اپنے ایمان کو چھپایا اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار فرمایا۔ (فتح الباری)

نیز اس شخص نے فقط زبانی نصیحت پر کفایت کی اور ابوبکر نے زبانی نصیحت کے علاوہ ہاتھ سے آنحضرت کی نصرت وحمایت کی۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاریؒ نے خلق افعال العباد میں اور ابو یعلی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جب دشمن علیحدہ ہو گئے تو آپ نے یہ فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ ما ارسلت الیکم الا بالذبح

قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جیسوں کے ذبح کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔

اور دلائل ابی نعیم اور دلائل بیہقی اور سیرۃ ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ آپ کے یہ فرماتے ہی کفار پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ ہر شخص اپنی جگہ پر سرنگوں تھا (۲) اس لئے کہ جانتے تھے کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

مار پیٹ کرنا

مسند ابی یعلی اور مسند بزار میں حضرت انس سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دفعہ قریش نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ ابوبکرؓ حمایت کے لئے آئے تو آپ کو چھوڑ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پٹ گئے۔ مسند ابی یعلی میں باسناد حسن حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس قدر مارا کہ تمام سر زخمی ہو گیا۔ ابوبکر زخموں کی شدت کی وجہ سے سر کو ہاتھ نہ لگا سکتے تھے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

بیہودہ کلمات کہنا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا۔ آپ طواف فرما رہے تھے اور عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل اور امیہ بن خلف حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ کے سامنے سے

گزرے تو کچھ نازیبا کلمات آپ کو سنا کر کہے۔ آپ دوسری بار ادھر سے گزرے تب بھی ایسا ہی کیا جب آپ تیسری بار گزرے پھر اسی قسم کے بیہودہ کلمات کہے تو آپ کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور ٹھہر گئے۔ اور یہ فرمایا کہ خدا کی قسم تم باز نہ آؤ گے۔ یہاں تک کہ تم پر اللہ کا عذاب جلد نازل ہو۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ اس وقت کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو کانپ نہ رہا ہو آپ یہ فرما کر گھر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے ہو لئے اس وقت آپ نے ہم سے یہ فرمایا۔

بشارت ہو تم کو اللہ اپنے دین کو یقیناً غالب کرے گا اور اپنے کلمہ کو پورا کریگا اور اپنے دین کی مدد کرے گا اور ان لوگوں کو جن کو تم دیکھتے ہو عنقریب اللہ تمہارے ہاتھ سے ذبح کرائے گا۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم نے دیکھ لیا کہ اللہ نے ان کو ہمارے ہاتھوں سے ذبح کرایا۔ یہ روایت دلائل ابی نعیم میں بھی مذکور ہے اور مختصر فتح الباری ص ۱۳۸ ج ۷ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

اونٹ کی اوجھ کمر پر رکھ دینا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے احباب بھی وہاں موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کوئی ایسا نہیں جو فلاں اونٹ کی اوجھ اٹھا لائے تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جائیں تو وہ اوجھ آپ کی پشت پر رکھ دے اس وقت قوم میں جو سب سے زیادہ شقی تھا یعنی عقبہ بن ابی معیط وہ اٹھا اور ایک اوجھ اٹھا کر آپ کی پشت پر ڈال دی۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں اور کچھ نہیں کر سکتا اور مشرکین ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں اور ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرے جاتے ہیں۔ اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ جو اس وقت چار، پانچ سال کی تھیں دوڑی ہوئی آئیں اور آپ سے اوجھ کو ہٹایا۔ آپؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور قریش کے لئے تین بار بد دعا کی قریش کو آپ کی بد دعا بہت شاق گزری۔ اس لئے کہ قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے اس کے بعد آپ نے خاص طور پر ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط اور عمارۃ بن

الولید کے لئے نام بنام بدعا کی جن میں سے اکثر جنگ بدر میں مقتول ہوئے۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائی جاتی تھی آپ اس کا انتقام تو کیا لیتے کبھی بددعا بھی نہیں کرتے تھے۔ البتہ حقوق اللہ کی توہین کی جاتی تھی تو آپ بے چین ہو جاتے تھے اور اس وقت بددعا کے الفاظ بھی زبان مبارک پر آ جاتے تھے۔ یہاں اس وقت جو کچھ کیا گیا اُس میں اول حرم کعبہ کی توہین تھی جو خود عقیدہ قریش کے بموجب بھی حق اللہ کی توہین تھی۔ دوم یہ کہ بارگاہ خدا میں سجدہ ریزی کی توہین تھی جس کو ہر ایک سلیم الفطرت انسان کی فطرت حق اللہ کی توہین سمجھتی ہے۔ چنانچہ اس موقع پر ان سرداران قریش کے حق میں آپ کی زبان سے بددعائیہ کلمات نکلے اور وہ اس طرح پورے ہوئے کہ یہ سب سردار جنگ بدر میں مارے گئے۔ بخاری شریف ص ۳۷ وغیرہ (سیرۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

دروازہ پر نجاست ڈال دینا

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بدترین پڑوسیوں کے مابین رہتا تھا۔ ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط یہ دونوں میرے دروازے پر نجاستیں لا کر ڈالا کرتے تھے۔

عوام الناس کی کارستانیاں

جب حرم پاک میں رہنماؤں اور سرداروں کی یہ حرکتیں تھیں تو مکہ کے عوام مکہ کی گلیوں کوچوں میں جو کچھ کر گزرتے کم تھا چنانچہ ایسا بھی ہوا کہ اوپر سے کوڑا کرکٹ "جسم اطہر" پر ڈالا گیا۔ اور ایک پڑوسی عورت کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ وہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھا دیا کرتی تھی۔

اس قسم کی حرکتیں خدا جانے کتنی ہوئیں اور لطف یہ ہے کہ یہ حرکتیں اصل پروگرام سے زائد تھیں۔ (سیرۃ محمد رسول اللہ)

ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا

ضماد بن ثعلبہ ازدی زمانہ جاہلیت ہی سے آپ کے احباب میں سے تھے۔ منتر اور جھاڑ پھونک سے لوگوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ بعثت کے بعد مکہ آئے دیکھا کہ لڑکوں کا ایک غول آپ کے پیچھے ہے کوئی ساحر اور کاہن کہتا ہے اور کوئی دیوانہ اور مجنون بتلاتا ہے۔ ضماد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں جنون کا علاج جانتا ہوں۔ آپ مجھ کو علاج کی اجازت دیجئے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ سے شفا بخشے آپ نے فرمایا۔

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نعوذ بالله من شرور انفسنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له و انى اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله

ضماد کہتے ہیں میں نے عرض کیا ان کلمات کا پھر اعادہ فرمایئے۔ خدا کی قسم میں نے بہت سے شعر سنے اور کاہنوں کے بہت کچھ منتر سنے لیکن واللہ اس جیسا کلام تو کبھی سنا ہی نہیں یہ کلمات تو دریائے فصاحت کے انتہائی گہرائی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور میں بھی یہی کہتا ہوں۔

و انى اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله

اس طرح ضماد مشرف باسلام ہوئے اور اپنی قوم کی طرف سے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص دشمن

اعلانِ توحید اور اعلانِ دعوت کے بعد عام طور پر سارے ہی اہلِ مکہ آپ کے دشمن ہو چکے تھے مگر جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عداوت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے ان میں سے اکثر و بیشتر آپ کے ہمسایے تھے اور صاحبِ عزت و وجاہت تھے۔ آپ کی دشمنی میں سرگرم تھے۔ لیل و نہار یہی مشغلہ اور یہی دھن تھی۔ ابوجہل اور ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط یہ تینوں شخص سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کے مفصل حالات آئندہ کے صفحات میں مذکور ہیں۔

ابوجہل بن ہشام

یہ آپ کی امت کا فرعون تھا جس نے آپ کی دشمنی اور عداوت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ ابوجہل کی دشمنی کے کچھ واقعات گزر چکے اور کچھ آئندہ آئیں گے۔ مرتے وقت جو اس نے پیغام دیا ہے (جس کا مفصل بیان ان شاء اللہ غزوہ بدر کے بیان میں آئے گا) اس سے ناظرین کرام کو ابوجہل کی عداوت اور دشمنی کا پورا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ ابوجہل کا اصل نام ابوالحکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا لقب عطا فرمایا کما فی فتح الباری۔ ابوجہل کہا کرتا تھا میرا نام عزیز کریم ہے یعنی عزت والا اور سردار اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان شجرة الزقوم طعام الاثیم. کالمهل یغلی فی البطون کغلی الحمیم خذوه فاعتلوه الی سواء الجحیم ثم صبوا فوق راسه من عذاب الحمیم ذق انک انت العزیز الکریم ان هذا ما کنتم به تمترون

تحقیق زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا۔ گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولے اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو پکڑ دو۔ پھر گھسیٹتے ہوئے ٹھیک بیچ جہنم کے لے جا کر اس کو ڈال دو پھر اس کے سر پر گرم پانی چھوڑ دو اور اس سے کہو کہ چکھ اس عذاب کو تو بڑا معزز و کرم ہے۔ (سیرت المصطفیٰ)

خانہ کعبہ کے قریب اکثر سرداران قریش کی نشست رہتی تھی ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے۔ ابو جہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ فلاں محلہ میں اونٹنی ذبح ہوئی ہے ایسا کرو کہ اس کا بچہ دان اٹھا لاؤ اور "محمد" کے سر پر رکھ دو۔ یہی بد بخت عقبہ بن ابی معیط ۔ کھڑا ہو گیا اس محلہ میں گیا۔ بچہ دان اٹھوا کر لایا اور جب آپ سر بسجود تھے پورا ملغوب بار سر مبارک پر ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حرکت کرنی مشکل ہوئی۔ (یا بارگاہ خداوندی میں مظلومانہ شکایت کے لئے قصداً حرکت نہیں کی) مگر یہ بد بخت اپنی اس بد مستی پر خوش تھے اور قہقہے مارتے ہوئے ایک دوسرے پر ڈھلک رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو خبر ہوئی وہ دوڑی ہوئی آئیں اور گندگی کے اس بوجھ کو سر مبارک سے ہٹایا۔ (محمد رسول اللہ)

ابولہب:

ابولہب کنیت تھی نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا رشتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ سب سے پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے اللہ کا پیام پہنچایا تو سب سے پہلے ابولہب نے ہی تکذیب کی اور یہ کہا۔

تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا

اللہ تجھ کو ہلاک کرے کیا ہم کو اسی لئے جمع کیا تھا۔ اس پر سورت تبت نازل ہوئی۔ ابولہب چونکہ بہت مالدار تھا۔ اس لئے جب اس کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو یہ کہتا اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو قیامت کے دن مال اور اولاد کا فدیہ دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ ما اغنی عنہ مالہ و ما کسب میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ام جمیل

اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب یعنی ابوسفیان بن حرب کی بہن کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ شب کے وقت آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی
(تفسیر ابن کثیر و روح المعانی)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب ام جمیل کو خبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر کے بارے میں یہ سورت نازل ہوئی تو ایک پتھر لے کر آپ کے مارنے کے لئے دوڑی آپ اور ابوبکر صدیق اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ ام جمیل جس وقت وہاں پہنچی تو حق تعالیٰ شانہ نے اس کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈالا کہ صرف ابوبکر نظر آتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تھے۔ ام جمیل نے ابوبکر سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ میری مذمت اور ہجو کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اس وقت ان کو پاتی تو اس پتھر سے مارتی خدا کی قسم میں بڑی شاعرہ ہوں اور اس کے بعد یہ کہا۔

مذمماً عصینا وامره ابینا ودینه قلینا

مذمم کی ہم نے نافرمانی کی اور اس کا حکم ماننے سے انکار کیا اور اس کے دین کو مبغوض رکھا

دشمنی اور عداوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے محمدؐ کے مذمم کہتے تھے۔ محمدؐ کے معنی ستودہ کے ہیں اور مذمم کے معنے مذموم اور برے کے ہیں۔ اور یہ بہ کر واپس ہو گئی۔

قریش جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہہ کر برا کہتے تو آپ فرماتے کہ اے لوگو تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے سب و شتم کو مجھ سے پھیر دیا وہ مذمم کو برا کہتے ہیں۔ اور میں محمد ہوں۔ (ابن ہشام ص ۱۳۰ ج ۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے جب ام جمیل کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ام جمیل سامنے سے آ رہی ہے مجھے آپ کا ڈر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

انها لن ترانی وہ مجھ کو ہرگز نہیں دیکھے گی۔

اور کچھ آیتیں قرآن کی آپ نے تلاوت فرمائیں۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ تبت) مسند بزار میں عبداللہ بن عباس سے باسناد حسن مروی ہے کہ جب ام جمیل نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تو ان کی تصدیق ہی کرنے والا ہے۔ جب ام جمیل چلی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام جمیل نے آپ کو دیکھا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپائے رہا۔

ابولہب کی ہلاکت

واقعہ بدر کے سات روز بعد ابولہب کے ایک زہریلا دانہ نمودار ہوا اسی میں ہلاک ہوا۔ گھر والوں نے اندیشہ سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جائے اس کو ہاتھ تک نہ لگایا اسی طرح تین دن لاش پڑے پڑے سڑ گئی عار اور بدنامی کے خیال سے چند حبشی مزدوروں کو بلا کر لاش اٹھوایا۔ مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاش کو اس گڑھے میں ڈال دیا اور مٹی اور پتھروں سے اس کو بھر دیا یہ تو دنیا کی ذلت اور رسوائی ہوئی اور آخرت کی رسوائی کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ اجارنا اللہ تعالیٰ من ذلک (سیرت المصطفیٰ)

ابولہب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا بھی تھا اور ہمیشہ مخالفت میں پیش پیش رہا اس کا سوءِ یقین دین وسیع پیمانے پر تھا اس کے حرص وطمع کی یہ حالت تھی کہ اس نے خانہ کعبہ کے خزانہ سے سونے کا ہرن چوری کر کے بیچ ڈالا تھا۔ یہ ہرن بہت عرصے سے محفوظ چلا آتا تھا۔ (محمد رسول اللہ)

عتیبہ کی ہلاکت

ابولہب کے تین بیٹے تھے عتبہ، معتب اور عتیبہ دونوں اول الذکر فتح مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور عتیبہ جس نے ابولہب کے کہنے سے آپ کی صاحبزادی کو طلاق دی اور مزید برآں اس پر گستاخی بھی کی وہ آپ کی بددعا سے ہلاک ہوا۔ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا تمہارے بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں کہیں نظر نہیں پڑے۔ حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ بظاہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو ڈھونڈ کر لاؤ تلاش سے عرفات کے میدان میں ملے۔ حضرت عباس دونوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اسلام پیش کیا فوراً اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے پروردگار سے مانگا تھا۔ اللہ نے مجھ کو یہ دونوں عطا فرمائے۔ (سیرت المصطفیٰ)

امیہ بن خلف جمحی

امیہ آپ کو علی الاعلان گالیاں دیتا اور جب آپ کے پاس سے گزرتا تو آنکھیں

سکتا تھا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالاً و عددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ و ما ادرٰک ما الحطمۃ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ انھا علیھم مؤصدۃ فی عمد ممددۃ

بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالے اور روبرو طعن کرے مال کو جمع کرتا ہو اور بار بار اس کو شمار کرتا ہو (جیسا کہ بخیل لذت اور مسرت کے ساتھ روپوں کو شمار کرتا ہے) کیا اس کو یہ گمان ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا ہرگز نہیں البتہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا اور تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ حطمہ کیا چیز ہے وہ حطمہ اللہ کی ایک دہکتی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی تحقیق وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی اور آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں جکڑ دیے جائیں گے۔

امیہ بن خلف جنگ بدر میں حضرت خبیب یا حضرت بلال کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (سیرت ابن اسحٰق)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو ان کو تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور ایک بڑا پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیا جاتا کہ حرکت نہ کرنے پائیں اور ان سے کہا جاتا کہ اسلام سے باز آئیں مگر ان کی زبان سے "احد" ہی نکلتا یعنی معبود ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

جب دھوپ میں تیزی نہ رہتی تو گلے میں رسی بندھوا کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا کہ مکہ کے اس سرے سے اس سرے تک گھسیٹتے پھریں۔ (محمد رسول اللہ)

ابی بن خلف

ابی بن خلف بھی اپنے بھائی امیہ بن خلف کے قدم بقدم تھا ایک روز ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آپ کے پاس آیا اور اس کو ہاتھ میں مل کر اور اس کی خاک کو ہوا میں اڑا کر کہنے لگا کیا خدا اس کو پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کو اور تیری ہڈیوں کو بھی خاک ہو جانے کے بعد خدا پھر زندہ کرے گا اور تجھ کو آگ میں ڈالے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وضرب لنا مثلاً و نسي خلقه قال من يحي العظام و هي رميم
قل يحييها الذي انشاها اول مرة و هو بكل خلق عليم الذي
جعل لكم من الشجر الاخضر ناراً فاذا انتم منه توقدون اوليس
الذي خلق السموات والارض بقدر على ان يخلق مثلهم
بلى وهو الخلاق العليم انما امره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن
فيكون فسبحن الذي بيده ملكوت كل شي واليه ترجعون

اور ہمارے لئے ایک مثال پیش کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ ان پرانی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا وہی ان کو دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ ہر مخلوق کو جاننے والا ہے۔ جس قدرت والے نے ہرے درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس درخت سے آگ سلگاتے ہو۔ کیا جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے لوگوں کو دوبارہ پیدا کر سکے کیوں نہیں وہ تو بڑا خلاق اور علیم ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ جس چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (سیرت مصطفیٰ)

ابی بن خلف کی موت

ابی بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمن اسلام تھا۔ ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں۔ چنانچہ قتل کے ارادہ سے وہ حضورؐ کے قریب پہنچ گیا صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے اس کو نمٹا دیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو۔ جب وہ قریب ہوا تو حضورؐ نے ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں سے برچھا لے کر اس کے مارا جو اس کی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آ گیا مگر اس کی وجہ

سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں۔ مگر وہ کہتا تھا کہ محمدؐ نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ لکھتے ہیں کہ اس کے چلانے کی آواز ایسی ہو گئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے۔ ابوسفیان جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلائی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلاتا ہے۔ اس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے۔ یہ محمدؐ کی مار ہے۔ مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزیٰ (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمدؐ نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا۔ میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مرجاتا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مرگیا۔ (شیخ الحدیث)

عقبہ ابن ابی معیط

عقبہ ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا۔ ایک روز عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کچھ دیر بیٹھا اور آپ کا کلام سنا۔ ابی کو جب خبر ہوئی تو فوراً عقبہ کے پاس آیا اور کہا مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تو محمدؐ کے پاس جا کر بیٹھا ہے اور ان کا کلام سنا ہے خدا کی قسم جب تک محمدؐ کے منہ پر جا کر نہ تھوک آئے اس وقت تک تجھ سے بات کرنا اور تیری صورت دیکھنا مجھ پر حرام ہے۔ چنانچہ بدنصیب عقبہ اٹھا اور چہرۂ انور پر تھوکا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ویوم یعض الظالم علیٰ یدیہ یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یاویلتیٰ لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاً لقد اضلنی عن الذکر بعد اذجآء نی وکان الشیطان للانسان خذولاً وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً وکذلک جعلنا لکل نبی عدواً من المجرمین وکفیٰ بربک ھادیاً ونصیراً

اور اس دن کو یاد کرو کہ جس دن حسرت اور ندامت سے اپنے ہاتھ دشمن کاٹے گا اور یہ کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ اپنی راہ بناتا اور کاش فلاں نے کو اپنا دوست نہ بناتا اس کمبخت نے مجھ کو اللہ کی نصیحت سے گمراہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اے ہمارے نبی آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ ہر نبی کے لئے اسی طرح مجرمین میں سے دشمن پیدا کئے ہیں اور تیرا رب ہدایت و نصرت کے لئے کافی ہے۔

عقبہ جنگ بدر میں اسیر ہوا اور مقام صفراء میں پہنچ کر اس کی گردن ماری گئی۔ (سیرۃ ابن اسحاق)

گستاخی و بدبختی

ایک دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے چادر گردن میں ڈال دی اور اتنی زور سے اس کو اینٹھا کہ محبوب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سانس گھٹ گیا۔ آنکھیں باہر کو آنے لگیں۔ اتفاق سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے۔ عقبہ کو دھکیل کر پیچھے کیا۔ چادر گردن مبارک سے ڈھیلی کی اور ان دشمنان حق سے کہا۔

اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قد جاء کم بالبینات من ربکم

کیا تم ایک آدمی کو اس پر قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وہ روشن دلیلیں لایا ہے (جن کا تم انکار نہیں کر سکتے۔) (محمد رسول اللہ)

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ یہ کہا کرتا تھا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد پر تو وحی نازل ہو اور میں اور ابومسعود ثقفی چھوڑ دیئے جائیں حالانکہ ہم دونوں اپنے اپنے شہر کے بڑے معزز ہیں۔ میں قریش کا سردار ہوں اور ابومسعود قبیلہ ثقیف کا سردار ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وقالوا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا و رفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضاً سخریاً و رحمۃ ربک خیر مما یجمعون

یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مکہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔ کیا یہ لوگ اللہ کی خاص رحمت نبوت کو اپنی منشاء کے مطابق تقسیم کرنا چاہتے ہیں ہم نے تو ان کی دنیوی معیشت کو بھی اپنی ہی منشا سے تقسیم کیا ہے اور اپنی ہی منشا سے ایک کو دوسرے پر رفعت دی ہے تاکہ ایک دوسرے کو اپنا مسخر اور تابع بنائے اور اخروی نعمت تو دنیاوی نعمت سے بدرجہا بہتر ہے پس جب دنیوی معیشت کی تقسیم ان کی رائے پر نہیں تو اخروی نعمت کی تقسیم ان کی رائے پر کیسے ہوسکتی ہے۔

یعنی نبوت و رسالت کا مدار مال و دولت اور دنیوی عزت و وجاہت پر نہیں چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور دیگر سرداران قریش اسلام کے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ان کے سمجھانے میں مشغول تھے کہ عبداللہ بن ام مکتوم آپ کی مسجد کے نابینا مؤذن کچھ دریافت کرنے کے لئے آپہنچے۔ آپ نے یہ سمجھ کر کہ ابن ام مکتوم تو مسلمان ہیں ہی پھر کسی وقت دریافت کرلیں گے لیکن یہ لوگ ذی اثر ہیں اگر اسلام لے آئیں تو ان کی وجہ سے ہزاروں آدمی مسلمان ہوجائیں گے۔ اس لئے آپ نے ابن ام مکتوم کی طرف التفات نہ فرمایا۔ اور ان کے اس بے محل سوال سے چہرۂ انور پر کچھ انقباض کے آثار نمودار ہوئے۔ اس لئے کہ ان کو چاہیے کہ سابق گفتگو کے ختم ہونے کا انتظار کرتے مگر خداوند ذوالجلال کی رحمت جوش میں آگئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

عبس وتولّٰی ان جآءہ الاعمٰی وما یدریک لعلّہ یزکّٰی او یذکّر فتنفعہ الذکرٰی اما من استغنٰی فانت لہ تصدّٰی وما علیک الا یزکّٰی واما من جآءک یسعٰی وھو یخشٰی فانت عنہ تلھّٰی کلا انھا تذکرۃ فمن شآء ذکرہ (الی آخر السورۃ)

آپ ایک نابینا کے آنے سے چین بجبیں ہوئے اور بے التفاتی برتی آپ کو کیا معلوم شاید یہی نابینا آپ کی تعلیم سے پاک وصاف ہوجائے یا آپ کی نصیحت اسکو کچھ نفع پہنچائے اور جس شخص نے بے پرواہی کی اس کی طرف متوجہ ہوتے حالانکہ وہ اگر پاک نہ

صاف نہ ہو تو آپ پر کوئی الزام نہیں اور جو شخص دین کے شوق میں آپ کے پاس دوڑتا ہوا اور خدا سے ڈرتا ہوا آتا ہے اس سے آپ بے اعتنائی کرتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی عبداللہ ابن ام مکتوم حاضر ہوتے تو آپ ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے اور یہ فرماتے مرحبا بمن عاتبني فيه ربي مرحبا ہو اس شخص کو جس کے بارے میں میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا۔ (سیرت مصطفیٰ)

پروپیگنڈہ مہم کا سربراہ

ایک وفد سرداران قریش نے عوام الناس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھنے خصوصاً حج کے موسم میں آپ کے خلاف پروپیگنڈہ پھیلانے کے لئے میٹنگ کی تو بحث و مباحثہ کے بعد طے کیا گیا کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ گفتگو کر لی جائے۔ ولید بن مغیرہ کو گفتگو کے لئے منتخب کیا گیا ولید بن مغیرہ مکہ کا سب سے بڑا دولت مند تھا۔ بہترین خطیب بلند پایہ شاعر جہاندیدہ عمر رسیدہ تجربہ کار اور ایسا سلیقہ مند کہ شاہان ایران افریقہ اور شام تک کے درباروں میں جانا رہتا تھا اور وہاں اس کی عزت کی جاتی تھی۔

(ولید بن مغیرہ کا آسان تعارف یہ ہے کہ اسلام کے مشہور اور کامیاب ترین جرنیل حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے نامور فرزند تھے جو اس واقعہ سے تقریباً چودہ سال بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے)

ولید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا گفتگو کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقصد کی وضاحت کی اور چند آیتیں قرآن پاک کی پڑھ کر سنائیں۔ ولید آیتیں سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے منع تو کیا کرتا خود گم ہو گیا۔ خاموشی سے مجلس سے اٹھا اور جب مجلس قریش میں واپس پہنچا تو حالت عجیب تھی۔ لوگوں کو خیال ہوا ولید بہک گیا۔ محمد کا ہو گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر ولید باہمہ عقل و دانش حیران تھا کہ جو کلام سنا ہے اس کے بارہ میں اور خود محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں کیا فیصلہ کرے۔ پورے غور و فکر اور موازنہ کے بعد ولید نے ارکان مجلس سے کہا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن نہیں کہہ سکتے اس کو کاہن کی تجلی کہہ سکتے۔ شعر و سخن کا

میں ماہر ہوں اس کا کلام شعر بھی نہیں ہے۔ کاہنوں کی تک بندیوں کو بھی میں جانتا ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام پیش کرتے ہیں وہ ان سب سے بہت بلند ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ اس کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ مجھ جیسا پختہ اور ٹھوس آدمی بھی چکرا گیا۔

اصل سوال کے متعلق ولید نے رائے دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شائستہ اور شیریں گفتگو اور اس کلام کی غیر معمولی تاثیر کا توڑ یہی ہو سکتا ہے کہ پوری قوت سے پروپیگنڈہ کرو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہے۔ وہ ایسے منتر پڑھتا ہے کہ گھر گھر میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ لہٰذا اس کی بات نہ سنو۔ وہ دین سے پھر گیا ہے وہ کہتا ہے کہ تم سب تمہارے باپ دادا اور تمہارے وہ دیوتا جن کی پوجا کرتے ہو یہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ (محمد رسول اللہؐ)

ابو قیس بن الفاکہ

یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ایذاء پہنچاتا تھا۔ ابو جہل کا خاص معین اور مددگار تھا۔ ابو قیس جنگ بدر میں حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (سیرت ابن اسحٰق)

نضر بن حارث

نضر بن حارث سرداران قریش سے تھا۔ تجارت کے لئے فارس جاتا اور وہاں شاہان عجم کے قصص اور تواریخ خرید کر لاتا اور قریش کو سناتا اور یہ کہتا کہ محمد تو تم کو عاد اور ثمود کے قصے سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں لوگوں کو یہ افسانے دلچسپ معلوم ہوتے تھے (جیسے آج کل کے ناول ہیں) لوگ ان قصوں کو سنتے اور قرآن کو نہ سنتے۔

ایک گانے والی لونڈی بھی خرید رکھی تھی لوگوں کو اس کا گانا سنواتا جس کسی کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ یہ اسلام کی طرف راغب ہے اس کے پاس اس لونڈی کو لے جاتا اور کہتا کہ اس کو کھلا اور پلا اور گانا سنا پھر اس سے کہتا کہ بتلا یہ بہتر ہے یا وہ شے بہتر ہے کہ جس کی طرف محمد بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور خدا کے دشمنوں سے جہاد کرو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

و من الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر

علم و یتخذھا ھزواً اولٰئک لھم عذاب مھین واذا تتلیٰ علیہ اٰیاتنا ولی مستکبراً کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقراً فبشرہ بعذاب الیم (روح المعانی ص ۱۹ ج ۲۱)

بعضا آدمی خدا سے غافل کرنے والی باتوں کو خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ کرے اور خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے اور اس کے سامنے جب ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو از راہ تکبران سے منہ موڑ لیتا ہے جیسا کہ سنا ہی نہیں گویا کہ کانوں میں ثقل ہے سو اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

نضر بن حارث جنگ بدر میں گرفتار ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علیؓ نے اس کی گردن ماری (سیرۃ المصطفیٰ)

گمراہی کے آلات

کھلانا پلانا اور لڑکیوں کا گانا سنوانا اور اس طرح اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو مائل کرنا یہ اہل باطل کا قدیم طریقہ ہے جس پر نصاریٰ خاص طور پر کاربند ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی ہندوستان کے آریوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے کچھ بھی عقل دی ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ طریقہ خدا پرستوں کا نہیں بلکہ شہوت پرستوں کا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک (سیرۃ المصطفیٰ)

مکہ کے سرمایہ داران

حرب بن امیہ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل، عتبہ بن ربیعہ، ابولہب، ابوجہل، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث، اسود بن عبدیغوث بڑے بڑے دولتمند تھے۔ یہ تاجر بھی تھے صاحب جائیداد بھی سودی کاروبار بھی بڑے پیمانے پر کرتے تھے اور ان تمام خصوصیتوں کے مالک تھے جو سرمایہ داروں میں ہوا کرتی ہیں (محمد رسول اللہ)

عاص بن وائل سہمی

عاص بن وائل بہت بڑا دولت مند قبیلہ کا مشہور سردار تھا (محمد رسول اللہ)

عاص بن وائل سہمی حضرت عمرو بن العاص کے والد ہیں یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ استہزا اور تمسخر کیا کرتے تھے۔ حضورؐ کے جتنے بیٹے ہوئے وہ سب آپ ہی کی زندگی میں وفات پا گئے تو عاص بن وائل نے کہا۔

ان محمدا ابتر لا یعیش لہ ولد محمدؐ تو ابتر ہیں ان کا کوئی لڑکا زندہ ہی نہیں رہتا۔

ابتر دم کٹے جانور کو کہتے ہیں۔ جس شخص کا آگے پیچھے کوئی نام لیوا نہ رہے گویا وہ شخص دم کٹا ہوا جانور ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان شانئک ھو الابتر آپ کا دشمن ہی ابتر ہے

آپ کے نام لیوا تو لاکھوں اور کروڑوں ہیں ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے عاص کے پیر میں کاٹا جس سے پیر اس قدر پھولا کہ اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا۔ اسی میں عاص کا خاتمہ ہو گیا (سیرت المصطفیٰ)

نبیہ ومنبہ پسران حجاج

نبیہ اور منبہ بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے جب بھی آپ کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ کیا خدا کو ان کے سوا اور کوئی پیغمبر بنانے کے لئے نہیں ملا تھا۔ دونوں جنگ بدر میں مارے گئے (سیرت مصطفیٰ)

اسود بن مطلب

اسود بن مطلب اور اس کے ساتھی جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دیکھتے تو آنکھیں مٹکاتے اور یہ کہتے کہ یہی ہیں وہ لوگ جو روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کریں گے یہ کہہ کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو نابینا فرما (تاکہ آنکھ مارنے کے قابل ہی نہ رہے) اور اس کے بیٹے کو ہلاک فرما۔ چنانچہ اسود تو اسی وقت نابینا ہو گیا اور بیٹا جنگ بدر میں مارا گیا۔ قریش جس وقت جنگ احد کی تیاری کر رہے تھے اسود اس وقت مریض تھا۔ لوگوں کو آپ کے مقابلے کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔ جنگ احد سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ (سیرت المصطفیٰ)

اسود بن عبد یغوث

اسود بن عبد یغوث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کا بیٹا تھا جس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ اسود بن عبد یغوث بن وہب بن مناف بن زہرہ یہ بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا۔ جب فقراء مسلمین کو دیکھتا تو یہ کہتا یہی روئے زمین کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ جو کسریٰ کی سلطنت کے وارث ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو یہ کہتا آج آسمان سے کوئی بات نہیں ہوئی اور اس قسم کے بیہودہ کلمات کہتا۔ (سیرت المصطفیٰ)

حارث بن قیس سہمی

جس کو حارث بن عیطلہ بھی کہا جاتا ہے۔ عیطلہ ماں کا نام ہے۔ قیس باپ کا نام تھا۔ یہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھا کہ جو آپ کے اصحاب کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ محمدؐ نے اپنے اصحاب کو یہ سمجھا کر دھوکہ دے رکھا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے۔

واللہ ما یھلکنا الا الدھر خدا کی قسم ہم کو زمانہ ہی ہلاک اور برباد کرتا ہے۔

جب ان لوگوں کا استہزاء اور تمسخر حد سے گزر گیا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین انا کفینٰک المستھزئین (الحجر ۹۴)

جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان کریں اور مشرکین اگر نہ مانیں تو ان سے اعراض فرمائیں اور جو لوگ آپ کی ہنسی اور مذاق اڑاتے ہیں ان کے لئے ہم کافی ہیں۔

زیادہ ہنسی اور مذاق اڑانے والے یہ پانچ شخص تھے۔

(۱) اسود بن عبد یغوث (۲) ولید بن مغیرہ (۳) اسود بن عبد المطلب (۴) عاص بن وائل (۵) حارث بن قیس۔

ایک بار آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ جبرئیل امین آ گئے۔ آپ نے جبرئیل

امین سے ان لوگوں کے استہزاء اور تمسخر کی شکایت کی اتنے میں ولید سامنے سے گزرا آپ نے بتلایا کہ یہ ولید ہے۔ جبرئیل نے ولید کی شہ رگ کی طرف اشارہ کیا آپؐ نے دریافت کیا یہ کیا کیا؟ جبرئیل نے کہا آپ ولید سے کفایت کئے گئے۔ اس کے بعد اسود بن مطلب گزرا آپ نے بتلایا کہ یہ اسود بن مطلب ہے۔ جبرئیل نے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا آپ نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل یہ کیا کیا جبرئیل نے کہا تم اسود بن مطلب سے کفایت کئے گئے۔ اس کے بعد اسود بن عبد یغوث ادھر سے گزرا جبرئیل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ اور حسب سابق آپ کے سوال پر جواب دیا کہ آپ کفایت کئے گئے اس کے بعد حارث گزرا جبرئیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کفایت کئے گئے اس کے بعد عاص بن وائل ادھر سے گزرا۔ جبرئیل نے اس کے پیر کے تلوے کی طرف اشاہ کیا اور کہا کہ آپ اس سے کفایت کئے گئے۔ چنانچہ ولید کا قصہ یہ ہوا کہ ولید ایک مرتبہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص پر گزرا جو تیر بنا رہا تھا۔ اتفاق سے اس کے کسی تیر پر ولید کا پیر پڑ گیا جس سے خفیف سا زخم پڑ گیا۔ اس زخم کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں مر گیا۔ اسود بن عبد المطلب کا یہ قصہ ہوا کہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی مجھ کو بچاؤ مجھ کو بچاؤ میری آنکھوں میں کوئی شخص کانٹے چبھا رہا ہے۔ لڑکوں نے کہا ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح کہتے کہتے اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد یغوث کا قصہ یہ ہوا کہ جبرئیل امین کا اس کے سر کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ تمام سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکل پڑیں اور اسی تکلیف میں مر گیا۔ حارث کے پیٹ میں دفعۃً ایسی بیماری پیدا ہوئی کہ منہ سے پاخانہ آنے لگا اور اسی میں مر گیا۔ عاص بن وائل کا یہ حشر ہوا کہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا راستہ میں گدھے سے گرا اور کسی خاردار گھاس پر جا گرا جس سے پیر میں ایک معمولی سا کانٹا لگا مگر اس معمولی کانٹے کا زخم اس قدر شدید ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور اسی میں مر گیا۔ (سیرت اسحاق)

ہو کر حق و باطل کو پرکھو اس لئے اس شخص کامیابی شروع ہوئی۔ اور جن لوگوں نے ریاست و
حکومت کے زعم میں بات کا پرکھنا پسند نہ کیا تھا آخر وہ بھی متاثر ہوئے اور اپنے منہ سے نکلی
ہوئی بات اور پرانی پڑی ہوئی رسم کی پیچ کو مسدود دیکھا' چنانچہ پھر ان کے سخت بغاوت سے
چھوڑنے اور آپ کا ہو کر رہنے میں کوئی خیال بھی مانع نہیں ہوا۔ البتہ جن کو کبر و نخوت نے گھیر
رکھا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ کسی سے دب کر رہنا دنیا میں مر رہنے سے بدتر ہے۔ انہوں نے
غیرت اور غصے کے مارے حق سے آنکھیں بند کر لیں' اور اپنی جاہلیت کی حمایت کے ایسے پیچھے
پڑے کہ سفیر کے لائے ہوئے پیغام کا سننا بھی ان کو گوارا نہ ہوا بلکہ جن کو سفیر کا معتقد دیکھا
ان کی جان و مال کے دشمن بن گئے۔ اور جس پر جتنی بھی قدرت پائی ایذا میں رکھا۔ اس کو اپنے
مظالم کا تختہ مشق بنایا' غرباء کو ذلیل سمجھا' فقراء کو حقیر جانا' گالیاں دیں' فحش کلمات سنائے' مارا
پیٹا' بالو کی ریت پر بٹھایا اور سخت گرمی میں عین دوپہر کے وقت بدن ننگا کر کے پتھروں پر لٹایا'
پھر تیل چھڑکا اور دُرّے مارے' خون بہایا' گلے میں رسیاں ڈال ڈال کر کنکریوں پر گھسیٹا' غرض
جو جو کچھ کر سکتا تھا کر گزرے' اور پوری ہمت صرف کر دی کہ کسی طرح سفیر کو آئندہ بھی ترقی
نصیب نہ ہو اور پچھلی کامیابی بھی منقلب ہو جائے۔ (ماہنامہ عرب)

حق کی قوت اور صحابہؓ کی ثابت قدمی

مگر وہ آواز جس نے باغیوں کے دلوں کو ہلا دیا تھا اور وسط قلب میں گھر کر کے ان کو اس
طرف متوجہ کیا تھا کہ صلاح و فلاح کو اختیار کریں ایسی کمزور نہ تھی کہ بغاوت سے توبہ کرنے
والوں کو ناتمام یا خام چھوڑ دیتی۔ چنانچہ جنہوں نے بھی سفیر کا دامن پکڑا چونکہ وہ ہر طرح
سے ہر قسم کی محنت و مصیبت اٹھانے کے لئے تیار ہو کر آئے تھے اس لئے جتنی بھی ان کو ایذاء
پہنچی اسی قدر ان کی پختگی بڑھی' انہوں نے عزت و جاہ کو خیرباد کہا' مال و متاع کو چھوڑا' بیوی
بچوں سے منہ موڑا' عزیز اور رشتہ داروں سے علیحدہ ہوئے' مار کھائی' آزار اٹھائے' سب کچھ
برداشت کیا مگر وہ حلاوت جو دلوں میں پیدا ہو گئی تھی نہ گئی۔ پر نہ گئی۔

یہ وہ وقت تھا جس کے تصور سے بھی سننے والے کو وحشت ہوتی ہے' انسان کا دل گھبرا جاتا
ہے' سمجھ کام نہیں دیتی اور عقل دنگ ہوئی جاتی ہے' آخر وہ کون سی لذت تھی جس کے مزے لے

نوگرفتاران مصیبت کے لئے دنیوی ذلت و رسوائی اور ہر قسم کے جور و جفا کی برداشت کو سہل بنادیا کہ لالاؤں کے بچے ہوئے ناز میں پرورش پائے ہوئے آزاد خیال جنگجو اور بہادر اور شریف زادے اپنے عقیدوں اور شہر میں ملے ہوئے خیالات کو چھوڑ چھوڑ کے خدائی سفیر کے ہم سفیر ہوئے۔ بیوی بچوں تک کو جدا کر کے نشانہ ملامت بنے۔ جن با عزت نوجوانوں نے مجلسوں میں صدر مقام چھوڑنا کبھی جانا تھا۔ جنہوں نے غلاموں اور بادیہ نشینوں کے ناز یا الفاظ سے اور زبان سے ان کی پیشانی پر بل نہیں آیا کون کہہ سکتا ہے کہ ان کو کوئی موہوم طمع یا حکومت کی خیالی حرص اس طرف کھینچ لائی تھی جبکہ وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ جو بھی ادھر آتا ہے وہ صابی اور لامذہب کے نام سے پکارا جاتا ہے قوم کی نظروں سے گر جاتا ہے ملک میں بدنام اور طرح طرح کی کلفتوں میں مبتلا ہوتا ہے الغرض سفیر نے اپنی صدائے حق بلند کی اور برابر اسی صحت و جانبازی کے ساتھ بھرے مجمعوں میں اعلان جاری رکھا کہ بغاوت سے باز آؤ اور ہر چند کہ اس وقت تم کو تکلیف کا سامنا ہوگا مگر انجام اسی کا بہتر ہے اور فلاح دنیا و دین اسی میں منحصر سمجھا جاتا رہا۔

مقصود و مطمح نظر

حضرت عمار ان کے والد اور والدہ تینوں کو طرح طرح ستایا جا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گزرے۔ ان کو مبتلائے عذاب دیکھ کر فرمایا۔ صبراً یاآل یاسر ان موعدکم الجنۃ آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ یعنی اس انقلابی پارٹی کی پہلی شرط یہ تھی کہ اس کے مجاہدین کی نظر صرف آخرت پر ہوگی۔ ان کی ہر قربانی اللہ کے لئے ہوگی۔ غلبہ اور اقتدار حاصل ہونے کے بعد یقیناً دنیاوی مفادات بھی حاصل ہوں گے مگر وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام مانا جائے گا۔ مجاہد کا نصب العین نہیں ہوگا۔ قرآن حکیم نے اعلان فرمادیا ہے۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین

یہ عالم آخرت ہم انہیں لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔ (محمد رسول اللہ)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمثال صبر

جن پر یہ گزر رہی تھی ان کا جو کچھ امتحان تھا ظاہر ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس رؤف و رحیم فطرۃ طیبہ میں جنبش پیدا کرنے کے لئے یہ طوفان اٹھایا گیا' اس کے صبر مطلق اور سکون تام کے لئے یہ بڑا سخت اور کڑا امتحان تھا' اس کے سوا جو ہوا اپنے اندر بتاتا تھا اگر کسی چیز کا ادنیٰ شائبہ بھی ہوتا تھا تو اس کے لئے اس کے رقیق قلب' گداز دل کے لئے یہ منظر قطعاً ناقابل برداشت تھا لیکن سب کچھ ہلا دیا تھا اور پوری طاقت کے ساتھ ہلا دیا گیا مگر جو سچائی'' کی چٹان پر بٹھایا گیا تھا' بجز آنکھوں میں آنسو بھر لانے کے اس میں کوئی جنبش نہ ہوئی بوڑھی غریب بے کس عورت کے سر پر انگارے رکھے گئے اس کے سامنے اس کے شوہر کے سینہ میں برچھا جھونکا گیا۔ حضرت عمار کی والدہ اور والد کی اس جگر شگاف حالت کو دیکھ کر زبان میں اضطراراً حرکت پیدا ہوئی لیکن اس حرکت میں جو آواز آئی وہ صرف یہ تھی۔

عمار کے گھر والو! اللہ تم پر رحم فرمائے' تنگی کے بعد کچھ دور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فراخی پیدا کرے۔ (انتہیٰ ابو حاتم)

نہایت عجیب بات یہ ہے کہ ان تمام مظالم کے مقابلہ میں رحمۃ للعالمین کی زبان مبارک اگر متحرک ہوتی تو صرف دعائے خیر کیلئے۔ یہی حضرت خباب جن کو انگاروں پر لٹایا گیا تھا۔ انہوں نے ایک روز درخواست کی کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ظالموں کے لئے بددعا فرمادیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سایہ میں چادر کا تکیہ بنائے ہوئے اس کے سہارے تشریف فرما تھے۔ جیسے ہی حضرت خباب کے الفاظ سنے سیدھے بیٹھ گئے۔ روئے انور سرخ ہو گیا فرمایا پہلی امتوں میں یہاں تک ظلم ہوئے ہیں کہ لوہے کے کنگھے سے ہڈیوں اور پٹھوں تک گوشت کھرچ دیا جاتا تھا۔ کسی داعی حق کے سر پر آرا رکھ کر بیچ سے چیر دیا گیا مگر ان حضرات کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی۔ پھر فرمایا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل فرمائے گا یہاں تک کہ ایک مسافر تنہا صنعاء یمن سے حضر موت تک پہنچ جایا کرے گا۔ راستہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ بہت سے بہت

بھیڑیے کا خطرہ ہوگا جو بکریوں کے گلہ پر حملہ کر سکے گا۔ (محمد رسول اللہ)

دشمن آپ ﷺ کے حلم و استقلال سے شکست کھا گئے

جب آپ ﷺ کے دشمن آپ ﷺ کی دلیل سے عاجز ہوئے اور شاہی فرمان کی نقل اتارنے کی اپنے اندر طاقت نہ دیکھ کر آپ ﷺ کے دعوے کا جواب نہ دے سکے تو اپنی ندامت و خفت اتارنے یا خجالت رفع کرنے کو ایذا رسانی پر تل گئے اور جی توڑ کر کوشش کی کہ جس طرح ہو سکے آپ ﷺ کے لائے ہوئے عقائد اور قائم کی ہوئی شریعت کو گویا گلا گھونٹ دیں آپ ﷺ کو مسجد الحرام میں باوجود اس کے وقف اور مساوی حقوق عامہ کے عبادت کرنے سے روک دیا۔ گلی کوچوں میں چلنا پھرنا مشکل کر دیا، گھر میں رہنا اور کھانا پینا دشوار بنا دیا، چولھے پر چڑھی ہوئی ہانڈیوں میں گرد اور خاک ڈالی۔ خود آپ ﷺ کے جسم اطہر پر نجاستیں پھینکیں، ڈرایا دھمکایا، گلے میں پھندا ڈالا، تلواریں کھینچیں، سخت الفاظ کہے اور ہر قسم کی دشمنی اور عداوت کے برتاؤ برتے، مگر آپ ﷺ مایوس و متوحش نہ ہوئے اور نہ اپنے ارادے کی تکمیل میں جھجکے۔ آپ ﷺ کا عظمت دعویٰ اس نقشہ یاس میں بھی اسی زور و شور کے ساتھ قائم رہا اور آپ ﷺ کی عالی ہمتی اس مخاصمت کے وقت بھی اسی چٹان پر رہی جس پر شروع زمانہ سے قائم ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی خاندانی آبرو اور قومی عزت کو اپنی خدمت پر قربان کر دیا۔ اپنی ذکاوت علمی و سیادت نسبی و ملکی کی اصلاح کے کام پر وقف بنا دیا اور حیرت انگیز استقلال کے ساتھ سخت سے سخت مزاحمت کا مقابلہ فرماتے رہے یہاں تک کہ اہل عرب نے باہمی اتفاق سے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے خاندان کو گویا برادری سے خارج کر دیا اور باہم عہد و پیمان کر لیا کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچیں، ان سے کوئی شئے خرید و نہیں، ان کو اپنے خاندان کی بیٹی نہ دو، ان کی بیٹی اپنے خاندان میں نہ لو۔

غرض معاشرت اور تمدن میں سب درجہ تنگی اور سختی میں مبتلا کر دو کہ پناہ مانگنے لگیں اپنے دعوے اور خیال سے باز آ جائیں یا زندگی کو خیر باد کہیں۔ کامل تین سال تک آپ ﷺ اس تکلیف میں مبتلا رہے کہ شیر خوار بچے ماں کی چھاتیوں میں دودھ کو ترس گئے، اطفال بھوک کے مارے ایڑیاں رگڑنے لگے اور عام طور پر آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کا خاندان فاقہ اور قید کی تکلیف سے بلبلا اٹھا، مگر آپ ﷺ اس سے بھی متاثر نہ ہوئے، بے زبان اور معصوم بچوں کی آہ و زاری سنتے تھے اور فرماتے تھے کہ صبر کرو صبر کا انجام بہتر ہے۔

آپ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کو کسی جرم میں طلاق دے کر آپ ﷺ کے گھر پہنچا دیا گیا کہ

آپ اصلاح و رفع بغاوت کے دعویدار کیوں بنے؟ اس پر بھی آپ از جا رفتہ نہیں ہوئے اور بیٹیوں کو چھاتی سے لگا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ خاوندوں نے چھوڑ کر راحت پہنچائی۔ تیسری صاحبزادی کو طلاق کی بدنامی سے دشمنوں نے بچایا مگر اس کے ساتھ ہی باپ سے ملنے کی بندش کر دی گئی اور گویا زندگی میں بیٹی کی مفارقت کا صدمہ آپ کو برداشت کرنا پڑا جو کامل بارہ سال تک قائم رہا مگر اس کو بھی آپ نے برداشت کیا اور ایسی عالی ظرفی کے ساتھ برداشت کیا کہ کبھی رنج یا افسوس کے ساتھ اس کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا۔ قوم آپ کی صورت دیکھ کر بجڑ کتی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی اور ایذاؤں کے نئے نئے پہلو اختیار کرتی تھی۔ مگر آپ اسی شوق و رغبت کے ساتھ ان کی طرف بڑھتے، اصلاح کی امید پر ناصحانہ گفتگو میں پیش قدمی فرماتے، محبت کے ساتھ نرم الفاظ میں باغیانہ حرکات پر متنبہ کرتے اور شاہی فرمانبرداری کے صلہ میں صلاح و فلاح کامل کا متوقع بنایا کرتے تھے۔ قوم آپ سے بھاگتی اور آپ اس کا پیچھا کرتے، لوگ آپ کو ستاتے اور آپ حسن مدارات کے ساتھ ان کی مکافات فرماتے تھے۔

اسی حالت میں پورے بارہ برس گزر گئے کہ نہ آپ نے قومی و ملکی بہبودی میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا اور نہ قوم نے آپ کی مخالفت و دشمنی کا کوئی پہلو ہاتھ سے جانے دیا۔ آپ کی اولاد ہوئی اور بحالت طفولیت انتقال کر گئی تو آپ کی قوم نے لاولدی کا طعن دیا اور اس نازک دل پر جو قوم کی جفا سے مصدوم ہونے کے بعد لخت جگر کی موت سے غمگین بنا تھا یوں کہہ کہہ کر صدمہ دوبالا کیا کہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین و بے ادبی کی سزا میں بچے مر رہے ہیں اور مدعی سفارت کو بے نام و نشان بنا رہے ہیں۔ آپ اپنی قوم کے تمام خطابات سنتے اور بلا خیال انتقام صرف محزون ہو کر رہ جاتے تھے۔

قوم چاہتی تھی کہ آپ شب و روز غم میں مبتلا رہیں اور آپ چاہتے تھے کہ قوم کے غلام اور باندیاں بھی امن و راحت کی زندگی گزاریں۔ دن کو آفتاب نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا تھا، کبھی گرمی ہوتی تھی کبھی سردی، کہیں غم لاحق ہوتا تھا اور کہیں خوشی، عالم میں سب کچھ انقلاب جاری تھا زمانہ پلٹ رہا تھا مگر ایک آپ کا دم تھا کہ اسی یکساں حالت پر گویا پہاڑ میں پاؤں جمائے ہوئے اپنی قوم کو پکار رہا تھا کہ جس خدمت کو انجام دینے کے لئے آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی کوشش میں جان دے دوں گا مگر ٹلوں گا نہیں۔ سب کچھ سہوں گا مگر اپنی پکار سے باز نہ آؤں گا تیکھوں گا یہاں تک کہ یا تمہاری فلاح آنکھوں سے دیکھ لوں اور یا اسی سعی میں شہید ہو جاؤں۔ (ادبیات عرب)

امام المؤذنین سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

تپتی ریت پر لٹانا

آپ حبشی النسل تھے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ دھوپ تیز ہو جاتی اور پتھر آگ کی طرح تپنے لگتے تو غلاموں کو حکم دیتا کہ بلال کو تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جائے تاکہ جنبش نہ کر سکیں اور پھر کہتا تو اسی طرح مر جائے گا۔ اگر نجات چاہتا ہے تو محمد کا انکار کر اور لات وعزیٰ کی پرستش کر لیکن بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس وقت بھی احد احد ہی نکلتا۔

اور کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا اور کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر تیز دھوپ میں بٹھلاتا۔ اس تکلیف کی شدت میں بھی زبان مبارک سے احد احد نکلتا۔ (سیرت المصطفیٰ)

گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹنا

امیہ نے جب یہ دیکھا کہ بلال کے عزم استقلال میں کوئی تزلزل ہی نہیں آتا گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کیا کہ تمام شہر میں گھسیٹے پھریں مگر بلال کی زبان سے احد احد ہی نکلتا تھا۔ (سیرت المصطفیٰ)

حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کرا دینا

حسب معمول حضرت بلالؓ اسی جور و ستم کے تختۂ مشق بنائے جا رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اس طرف سے گزرے یہ منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

الا تتقی اللہ فی ھذا المسکین حتی متی انت

تو اس مسکین کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا؟ آخر یہ ظلم و ستم کب تک۔

امیہ نے کہا کہ تم ہی نے تو اس کو خراب کیا ہے اب تم ہی اس کو چھڑاؤ۔ ابوبکرؓ نے کہا بہتر ہے۔ میرے پاس ایک غلام ہے جو نہایت قوی ہے اور تیرے دین پر نہایت قوت اور مضبوطی کے ساتھ قائم ہے اس کو لے لو اور اس کے معاوضہ میں بلال کو میرے حوالے کر دو۔ امیہ نے کہا میں نے قبول کیا ابوبکرؓ نے امیہ سے بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر آزاد فرما دیا۔ (سیرت المصطفیٰ)

پیٹھ پر نشانات

سیدنا و مولانا بلال رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک پر مشرکین کے جور و ستم نے نشان اور داغ ڈال دیئے تھے چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب کبھی برہنہ پشت ہوتے تو داغ اور نشانات نظر آتے تھے۔ (سیرت المصطفیٰ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

وطن و پیدائش

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اصل میں قحطانی النسل ہیں آپ کے والد یاسر اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئے اور دو بھائی حارث اور مالک آپ کے ہمراہ تھے۔ حارث اور مالک تو یمن واپس ہو گئے اور یاسر مکہ ہی میں رہ پڑے۔ اور ابو حذیفہ مخزومی سے حلیفانہ تعلقات پیدا کر لئے ابو حذیفہ نے اپنی کنیز سمیہ بنت خیاط سے آپ کی شادی کر دی جس سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ (سیرت صحابی)

اسلام لانا اور مشقتیں اٹھانا

یاسر اور عمار ابو حذیفہ کے مرنے تک ابو حذیفہ ہی کے ساتھ رہے ان کے بعد اللہ نے اسلام ظاہر فرمایا۔ یاسر اور سمیہ اور عمار اور ان کے بھائی عبداللہ بن یاسر سب کے سب مشرف با سلام ہوئے۔ حضرت عمار کے ایک بھائی اور بھی تھے جو عمر میں حضرت عمار سے بڑے تھے حریث بن یاسر ان کا قبل زمانہ بعثت بنی الدیل کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔ مکہ میں عمار بن یاسر کا چونکہ کوئی قبیلہ اور کنبہ نہ تھا جو ان کا حامی اور مددگار ہوتا۔ اس لئے قریش نے ان کو بہت سخت سخت تکلیفیں دیں یعنی دوپہر کے وقت تپتی ہوئی زمین پر ان کو لٹاتے اور اس قدر مارتے کہ بے ہوش ہو جاتے کبھی پانی میں غوطے دیتے اور کبھی انگاروں پر لٹاتے۔ (سیرت صحابی)

بشارتیں

اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمار پر گزرتے تو سر پر ہاتھ پھیرتے اور یہ فرماتے۔

یا نار کونی بردا و سلاما علی عمار کما کنت علی ابراہیم

اے آگ عمار کے حق میں بھی سلامتی بن جا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی ہو گئی تھی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار اور ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو یہ فرماتے۔ اے آل یاسر صبر کرو۔ کبھی یہ فرماتے اے اللہ تو آل یاسر کی مغفرت فرما اور کبھی یہ فرماتے تم کو بشارت ہو جنت تمہاری مشتاق ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ عمار سر سے پیر تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ (سیرت المصطفیٰ)

پشت پر سیاہ داغ

حضرت عمار نے ایک بار قمیص مبارک اتارا تو پشت مبارک پر لوگوں کو سیاہ داغ نظر آئے جب دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ قریش مکہ مجھ کو تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹایا کرتے تھے۔ یہ داغ اس کے ہیں۔ آپ کے والد حضرت یاسر اور والدہ سمیہ کے ساتھ بھی یہی کیا جاتا تھا۔ (سیرت المصطفیٰ)

اسلام کی پہلی شہیدہ

مجاہد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے سات شخصوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ابوبکر صدیقؓ بلالؓ خبابؓ صہیبؓ عمارؓ سمیہ رضی اللہ عنہما خاندانی وجاہت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ پر تو مشرکین مکہ کا پورا بس نہ چل سکا۔ بلالؓ اور خبابؓ اور صہیبؓ اور عمار اور سمیہ کو اپنے جور و ستم کا تختہ مشق بنایا۔ تین دوپہر کے وقت ان حضرات کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے۔ ایک روز سامنے سے ابوجہل آ گیا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں ایک برچھی ماری جس سے وہ شہید ہو گئیں۔ طبقات ابن سعد میں مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی شہید حضرت سمیہؓ ہیں جو بہت بوڑھی اور ضعیف تھیں۔

اور حضرت یاسرؓ نے انہی مصائب اور شدائد میں حضرت سمیہؓ سے پہلے انتقال فرمایا۔ (سیرت المصطفیٰ)

ظالم کا انجام

ابوجہل جب جنگ بدر میں مارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

قتل الله قاتل امک   اللہ نے تیری ماں کے قاتل کو ہلاک کیا (سیرت المصطفیٰ)

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ

مکہ میں آمد و غلامی

صہیبؓ اصل میں اطراف موصل کے رہنے والے تھے آپ کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے ایک بار رومیوں نے اس نواح پر حملہ کیا۔ صہیب اس وقت کم سن بچے تھے اہل روم ان کو پکڑ کر لے گئے۔ وہیں جوان ہوئے اسی وجہ سے صہیب رومی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بنی کلب میں ایک شخص صہیب کو رومیوں سے خرید کر مکہ میں لایا۔ مکہ میں عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ (سیر الصحابہ)

ایمان لانا اور اذیت سہنا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام شروع فرمائی تو حضرت صہیب اور حضرت عمار ایک ہی وقت میں دار ارقم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمار کی طرح مشرکین مکہ نے حضرت صہیب کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ (سیر الصحابہ)

بے تحاشا ظلم

عمر بن حکم سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ حضرت صہیبؓ، عمار، ابو فائدہ اور عامر بن فہیرہ وغیرہ کو اس قدر تکلیفیں دیتے کہ یہ لوگ بے ہوش ہو جاتے تھے اور مخبوطی کا یہ عالم تھا کہ انہیں کچھ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ ہماری زبانوں سے کیا نکل رہا ہے۔ ان پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

ثم ان ربک للذین هاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاهدوا و صبروا

ان ربک من بعدھا لغفور رحیم

تحقیق تیرا پروردگار ان لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے طرح طرح کے مصائب اور فتنوں کے بعد ہجرت کی اور پھر جہاد کیا اور صبر کیا۔ ان باتوں کے بعد تیرا رب ان کی مغفرت کرنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے۔ یہ آیت انہی حضرات کے بارے میں نازل فرمائی۔ (سیرت مصطفیٰ)

خوب نفع مند بیع

جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو قریش مکہ نے یہ کہا کہ اگر تم اپنا سب مال و متاع یہاں چھوڑ جاؤ تو ہجرت کر سکتے ہو ورنہ نہیں۔ حضرت صہیبؓ نے منظور کیا اور دنیا کے ساز و سامان پر لات مار کر ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں یہ تمام واقعہ بیان کیا تو آپ نے یہ فرمایا۔

ربح البیع صہیب نے اس بیع میں خوب نفع کمایا کہ فانی کو چھوڑ کر باقی کو اختیار کیا اور حق جل شانہ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ و اللہ رؤف بالعباد

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اپنی جان کو فروخت کر دیتے ہیں محض اللہ کی رضامندی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بار بار یہ فرمایا۔

ربح صہیب ربح صہیب

صہیب نے خوب نفع کمایا۔ صہیب نے خوب نفع کمایا۔ (سیرت مصطفیٰ)

حضرت خبابؓ بن الارت رضی اللہ عنہ

اسلام کے لئے تکالیف

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ چھٹے مسلمان تھے۔ دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ام انمار کے غلام تھے۔ جب آپ اسلام لائے تو ام انمار نے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ (ذہبی۔ استیعاب)

حضرت بلالؓ سے بھی زیادہ تکلیفیں اٹھائیں

ایک مرتبہ حضرت خباب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ اس مسند کا تم سے زیادہ کوئی مستحق نہیں مگر بلالؓ۔ اس پر خباب نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین بلال بھی مجھ سے زیادہ مستحق نہیں اس لئے کہ ان شدائد و مصائب میں بعض مشرکین ان کے بچانے والے اور ہمدرد تھے مگر میرا کوئی بھی حامی نہ تھا۔ ایک روز مشرکین نے مجھ کو پکڑتے ہوئے انگاروں پر چت لٹایا اور ایک شخص نے میرے سینہ پر اپنا پیر رکھ دیا تاکہ جنبش نہ کرسکوں اور پھر کرتا اٹھا کر پشت پر جلنے کے داغ دکھلائے۔ (ذہبی۔ مستدرک)

حضرت خباب بن الارت مسلمان ہوئے تو ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ ایک روز دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا گیا۔ ایک شخص چھاتی پر پیر رکھ کر کھڑا ہو گیا تاکہ کروٹ نہ لے سکیں۔ یہاں تک کہ کوئلے خون اور چربی سے ٹھنڈے ہو گئے۔ مدتوں کے بعد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور پیٹھ کھول کر دکھائی جو برص کے داغ کی طرح بالکل سفید تھی۔ (محمد رسول اللہ)

اسلام کے لئے کاروبار کو قربان کرنا

خباب بن الارت فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا۔ تلواریں بنایا کرتا تھا ایک بار عاص بن وائل کے لئے تلوار بنائی جب قیمت کے تقاضے کے لئے آیا تو عاص بن وائل نے یہ کہا میں تم کو ایک کوڑی نہ دوں گا۔ جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرو۔ خباب نے کہا اگر تو مر بھی جائے اور پھر زندہ ہو تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروں گا۔ عاص نے کہا کہ کیا میں مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ خبابؓ نے فرمایا۔ ہاں عاص نے کہا جب خدا مجھ کو موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور اسی طرح مال اور اولاد میرے ساتھ ہو گا تو اس وقت تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

افرایت الذی کفر بایتنا وقال لاوتین مالاً وولداً اطلع الغیب

ام اتخذ عند الرحمٰن عهداً کلا سنکتب مایقول ونمدله من

العذاب مداً ونرثه ما یقول ویاتینا فرداً

بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا کہ جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ آخرت میں مجھ کو مال اور اولاد دیئے جائیں گے کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا خدا تعالیٰ سے کوئی عہد کیا ہے۔ ہرگز نہیں بالکل غلط کہتا ہے جو کچھ زبان سے کہتا ہے ہم اس کو لکھ لیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن اس پر حجت قائم ہو اور اس پر عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور جس مال و اولاد کو وہ کہتا ہے اس سب کے ہم وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس مال اور اولاد سے خالی ہاتھ آئے گا۔ ([illegible])

حضرت ابو فکیہہ جہنی رضی اللہ عنہ

ابوفکیہہ کنیت ہے یسار نام ہے۔ کنیت ہی زیادہ مشہور ہیں۔ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ امیہ بن خلف کبھی آپ کے پیر میں رسی باندھوا کر گھسیٹوا تا اور کبھی لوہے کی بیڑیاں ڈال کر جلتی ہوئی زمین پر الٹا لٹاتا اور پشت پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھوا دیتا۔ حتیٰ کہ آپ بیہوش ہو جاتے اور کبھی آپ کا گلا گھونٹتا۔ (سیرت المصطفیٰ)

ایذارسانی کی انتہا اور آزادی

ایک روز امیہ بن خلف جلتی ہوئی زمین پر لٹا کر آپ کا گلا گھونٹ رہا تھا کہ سامنے سے امیہ بن خلف کا بھائی ابی بن خلف آ گیا۔ بجائے اس کے وہ سنگدل کچھ رحم کھاتا کہنے لگا۔ اس کا گلا اور زور سے گھونٹو۔ چنانچہ اس زور سے گلا گھونٹا کہ لوگ یہ سمجھے کہ دم نکل گیا۔ حسن اتفاق سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ادھر آ نکلے اور ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرمایا۔ (سیرت المصطفیٰ)

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا

مار کھانا

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا سابقات اسلام میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی کنیز تھیں۔ عمرؓ ان کو اس قدر مارتے کہ تھک جاتے۔ ابوجہل بھی ان کو ستایا کرتا تھا۔

سرداروں کی پھبتیاں

ابوجہل اور دیگر سرداران مکہ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اسلام کوئی عمدہ اور بھلی شے ہوتی تو زنیرہ ہم سے سبقت نہ کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وقال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیراً ما سبقونا الیہ

کافروں نے اہل ایمان سے یہ کہا کہ اگر یہ دین کوئی اچھی چیز ہوتی تو یہ لوگ ہم سے سبقت نہ کرتے اور یہ نہ سمجھے کہ اگر ان میں کوئی خیر کا مادہ ہوتا تو یہ خیر اور دین حق کی طرف سبقت کرتے اور حق سے پیچھے نہ رہتے اور یہ نہ سمجھے کہ امراء اور رؤسا کا انبیاء اللہ کی ہدایت اور نصیحت سے روگرداں ہوتا اور ان درویشوں کا کہ جن کے قلوب حب جاہ اور حب مال سے پاک اور منزہ ہیں۔ انبیاء اللہ کی تعلیم و تلقین کو قبول کرنا حاشا یہ حق کے باطل ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اعراض کرنے والوں کی نخوت اور غرور اعجاب اور استکبار کی واضح دلیل ہے۔ ضعفاء اور غرباء کے حق قبول کر لینے سے حق کی توہین نہیں بلکہ ضعفاء اور غربا حق قبول کر لینے کی وجہ سے پستی سے نکل کر اوج رفعت پر پہنچ جاتے ہیں اور امراء اور رؤسا حق سے

موافقت کرنے کی وجہ سے اہل بصیرت کی نظر میں ذلیل اور رسوا ہو جاتے ہیں۔ ہاں مگر جو لوگ حق کے قبول کرنے میں پیش قدمی کرتے ہیں جیسے ابوبکر صدیقؓ، عثمان غنیؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ تو ان کی عزت اور سربلندی میں اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔ (سیرت المصطفیٰ)

قدرت الٰہی کا کرشمہ

اُنہی شداید اور مصائب میں حضرت زنیرہؓ کی بینائی جاتی رہی۔ مشرکین کہنے لگے کہ لات اور عزیٰ نے اس کو اندھا کر دیا۔ زنیرہؓ نے مشرکین مکہ کے جواب میں یہ فرمایا کہ لات و عزیٰ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ کون ان کی پرستش کرتا ہے۔ یہ تو محض اللہ کی طرف سے ہے خدا اگر چاہے تو مجھ میری بینائی دوبارہ عطا فرما سکتا ہے۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اسی شب کی صبح کو بینا اٹھیں۔ مشرکین کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سحر کر دیا ہے۔ (سیرت المصطفیٰ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام و باندیاں

آپ کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد فرمایا۔ اسی طرح ابوبکر صدیقؓ نے اور بہت سے غلاموں اور کنیزوں کو خرید کر آزاد فرمایا اور مظلوموں کی جان بچائی۔ بلالؓ، ابوفکیہؓ، عامر بن فہیرہؓ، زنیرہؓ، نہدیہؓ اور نہدیہ کی بیٹی اور لبینہ اور مؤملیہ اور ام عبیس ان سب کو ابوبکرؓ ہی نے خرید کر آزاد کیا۔ (سیرت المصطفیٰ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت

حضرت صدیقؓ اکبر کے والد ابوقحافہ جو مشرف باسلام نہ ہوئے تھے ایک روز ابوبکر سے کہنے لگے میں دیکھتا ہوں کہ تم چن چن کر ضعیف اور ناتوانوں کو خرید کر آزاد کرتے ہو اگر قوی اور جوانوں کو خرید کر آزاد کرو تو تمہارے کام آئیں۔ ابوبکر نے کہا جس لئے میں ان کو آزاد کرتا ہوں وہ غرض میرے دل میں ہے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسره للیسری واما
من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسره للعسری وما یغنی
عنه ماله اذا تردی ان علینا للهدی وان لنا للاخرة والاولی

فانذرتکم نارا تلظی لا یصلھا الا الاشقی الذی کذب و تولی و سیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی و ما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی و لسوف یرضی

پس جس نے خدا کی راہ میں دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات یعنی ملت اسلام کی تصدیق کی پس توفیق دیں گے ہم اس کو اعمال جنت کی اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا اور ملت نیک کی تکذیب کی اس کے لئے اعمال بد کو آسان کر دیں گے اور بربادی کے وقت اس کو مال و دولت کوئی نفع نہ دے گا اور ہمارے ہی قبضہ میں ہدایت ہے اور ہم ہی دنیا اور آخرت کے مالک ہیں۔ پس میں تم کو دہکتی ہوئی آگ سے ڈراتا ہوں اس میں ہمیشہ کے لئے وہی شخص داخل ہوگا جو سب سے زیادہ بدبخت ہوگا کہ جس نے دین حق کی تکذیب کی اور اس سے روگردانی کی اور اس آگ سے وہ شخص بالکل محفوظ رہے گا جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے اور اپنا مال پاک ہونے کے لئے خدا کی راہ میں دیتا ہے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیتا ہو محض خداوند تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی مقصود ہے اس شخص کو آخرت میں ہم ایسی نعمتیں عطا فرمائیں گے جن کو دیکھ کر یہ ضرور راضی اور خوش ہوگا۔

یہ آیات بالاجماع ابوبکر صدیق کے بارہ میں اتری ہیں جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اتقی کہا گیا۔ یعنی سب سے بڑا پرہیزگار اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور سورۂ حجرات میں ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم تحقیق تم میں سے سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مکرم اور بزرگ ترین وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں بزرگ ترین ہستی ابوبکر صدیقؓ کی تھی اور حضور پرنور کے بعد وہی سب سے افضل تھے جنہوں نے ابتداء ہی سے اسلام کی جان و مال سے مدد کی اور غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چالیس ہزار درہم کا سرمایہ تیرہ سال میں اسلام اور مسلمانوں پر خرچ کر ڈالا اور جو بچا وہ سفر ہجرت اور مسجد نبوی کی زمین کی خریداری پر صرف ہو گیا۔ جب کچھ نہ رہا تو ابوبکر کمبل اوڑھ کر دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار سے بے حد راضی ہوں۔ (سیرت المصطفیٰ)

بعض شیعوں کا غلط استدلال

بعض شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سورت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ اس سورت کے تمام الفاظ اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ سورت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنا مال و دولت محض خدا کی خوشنودی اور رضا مندی کے لئے خدا کی راہ میں لٹا دیا اور ساری دنیا کو معلوم ہے کہ حضرت علی اس وقت صغیر السن تھے۔ ابو طالب کی ناداری کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور کفالت میں تھے۔ ان میں نہ مالی طاقت تھی اور نہ بدنی جو اسلام کو مدد پہنچا سکتے تھے وہ کیسے ان آیات کا مصداق بن سکتے ہیں۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام کی جان و مال سے اس وقت مدد کی کہ جب اسلام بے کس و بے یار و مددگار تھا ایسے وقت میں مدد کرنا سب سے بڑی فضیلت ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم
درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ

برابر نہیں تم میں سے وہ لوگ کہ جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا فتح مکہ سے پہلے بلکہ یہ لوگ درجہ اور مرتبہ میں ان لوگوں سے بہت بڑھ کر ہیں جنہوں نے مکہ فتح ہونے کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور وعدہ بھلائی کا اللہ نے ہر ایک سے کیا ہے۔

فتح مکہ کے بعد اسلام غنی ہو گیا اس وقت نصرت و اعانت کی ضرورت نہ رہی اس وجہ سے نبی کریم کے بعد تمام امت میں ابوبکر صدیق سب سے افضل ہیں اس لئے کہ گذشتہ آیات کی بنیاد پر ان کا اتقیٰ ہونا معلوم ہوا جو ان کے اکرم عند اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

اور دوسری آیت سے ان کا اعظم درجہ ہونا معلوم ہوا اس لئے کہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی مدد کی اور خدا کی راہ میں جان و مال سے اسلام کی مدد کی۔

اور ابوبکر صدیق کی اسلام میں سبقت پہلے گزر چکی اور سفر ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت اور غار میں آپ کی معیت اور مرض الوفات میں امامت کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔ یہ تمام امور حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کے دلائل ہیں۔ (ہدیہ حق)

وہ حضرات جو خاندانی وجاہت کے باوجود ستائے گئے

سابقہ صفحات میں تو ان لوگوں کا ذکر تھا کہ جو کسی کے غلام یا غریب الوطن تھے مشرکین کے دست ستم سے وہ لوگ بھی محفوظ نہ رہے کہ جن کو خاندانی عزت اور وجاہت بھی حاصل تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو ان کے چچا حاکم بن ابی العاص نے ان کو رسی میں باندھ دیا اور یہ کہا کہ کیا تو نے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا خدا کی قسم میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا اور نہ کبھی اس سے علیحدہ ہوں گا حکم نے جب یہ دیکھا کہ یہ اس دین پر اس قدر مستحکم اور پختہ ہیں تو چھوڑ دیا۔ (سیرت المصطفیٰ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو تیسرے خلیفہ ہوئے بہت اونچے خاندان کے باحیثیت رئیس تھے جب مسلمان ہوئے تو دوسروں نے نہیں خود ان کے چچا نے ان کو رسی سے باندھ کر مارا۔ (محمد رسول اللہ)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن عوام جب اسلام لائے تو ان کے چچا ان کو ایک بورئیے میں لپیٹ کر دھواں دیتے تاکہ وہ پھر کفر کی طرف لوٹ آئیں مگر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے۔

لا اکفر ابداً میں کبھی بھی کفر نہ کروں گا۔ (سیرت اسحٰق)

حضرت سعید رضی اللہ عنہ

حضرت عمر کے بہنوئی اور چچازاد بھائی سعید بن زید جب اسلام لائے تو حضرت عمر نے ان کو رسیوں سے باندھا (سیرت اسحٰق)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

خالد بن سعید بن العاصؓ جب اسلام لائے تو باپ نے اس قدر مارا کہ سر زخمی ہو گیا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ (سیرت اسحٰق)

حضرت ابوبکرؓ و حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ جب اسلام لائے تو نوفل بن خویلد نے جو قریش کے شیر کہلاتے تھے۔ دونوں کو پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ابوبکرؓ اور طلحہؓ قرینین (یعنی دونوں ایک قرن یعنی ایک رسی میں بندھے ہوئے) کہلاتے ہیں۔ (سیرت اسحٰق)

حضرت ولیدؓ حضرت عیاشؓ اور حضرت سلمہؓ

ولید بن ولید اور عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام جب اسلام لائے تو کفار مکہ نے اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ ہجرت بھی نہ کرنے دی کہ ہجرت ہی سے ان مصائب کا خاتمہ ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ان لوگوں کی مشرکین مکہ سے خلاصی اور رہائی کے لئے نام بنام صبح کی نماز میں دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ تو ولید بن ولید اور عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کو مشرکین کے پنجہ ظلم سے نجات دے۔ (سیرت اسحٰق)

حضرت حارث بن ابی ہالہ

جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لڑکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑانے آئے۔ لوگوں نے آپ کو تو چھوڑ دیا مگر ان کو اتنا مارا کہ شہید ہو گئے۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا جس سے حرم مکی کی دو زمین رنگین

ہوئی جہاں اللہ کے بندے طواف کیا کرتے ہیں۔ (محمد رسول اللہ)

حضرت ابوذر غفاریؓ

حضرت ابوذر قبیلہ غفار کے نمایاں شخص تھے۔ دل میں صداقت کی تڑپ رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کا چرچا آپ تک پہنچا۔ حقیقت معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چھوٹے بھائی (انیس) سے کہا۔ مکہ معظمہ جاؤ اور تحقیق کر کے آؤ۔ انیس مکہ آئے مل چلے اور واپس جا کر رپورٹ دی "ایک صاحب ہیں اچھی باتیں بتاتے ہیں۔ بری باتوں سے روکتے ہیں۔"

حضرت ابوذر مکہ میں آئے لیکن تحقیق کس سے کریں؟ جہاں نام لینا بھی مصیبت کا سر لینا تھا' لوگ مارنے اور پیٹنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ وہاں راستہ کون بتاتا اور تعارف کون کراتا۔ کئی دن اسی کشمکش و پیچ میں گزر گئے۔ حضرت علی ان کو دیکھا کرتے تھے ایک روز ان کو دیکھ کر ٹھٹکے اتہ پتہ اور مکہ آنے کا سبب معلوم کیا اور جب مقصد معلوم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ مگر اس طرح چلو کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ میرے ساتھ چل رہے ہو میں کوئی اندیشہ محسوس کروں گا تو چپل ٹھیک کرنے کے بہانے دیوار سے لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ تم آگے چلتے رہنا غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی رازداری سے کام لیا تب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ منزل مقصود تک پہنچ سکے۔

حضرت ابوذر کی نظر روئے انور پر پڑی۔ دل نے تصدیق کی کہ گوہر مراد حاصل ہو گیا۔ آپ نے اسلام کا پیغام معلوم کیا اور بقول ابوذر میں وہیں کے وہیں (فوراً) مسلمان ہو گئے۔

ایمان کا نور تھا یا جرأت و ہمت کا فولاد' جو ابوذر کو حاصل ہوا۔ وہیں سے ہو کر حرم کعبہ میں پہنچے۔ قریش کے کئی سردار حرم میں موجود تھے۔ حضرت ابوذر کی نظر ان فرعون منش سرداروں پر پڑی تو جوش آ گیا۔ انکی بے سوجھی راہ اور انکی کج بحثی اور ان لوگوں نے اس کے تئیں کے بند کر رکھے ہیں۔ اور یہ "محمد" مجسم صداقت و ہدایت ان کا کوئی نام تک زبان پر نہیں لا سکتا۔ اس تصور نے جذبہ کی قوت حاصل کی۔ چنانچہ آپ نے ان روساء کو خطاب کر کے فرمایا۔

یامعشر قریش ۔ انی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

قریش کے سردار اس جرأت کو کب نظرانداز کر سکتے تھے۔ آواز دی۔ قوموا الی ھذا الصابی ۔ اٹھو کھڑے ہو اس بے دین کی طرف (مارو اس بے دین کو) سب طرف سے لوگ حضرت ابوذر پر ٹوٹ پڑے اور جاں بلب کر دیا۔ حضرت عباس جواب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہاں موجود تھے۔ انہیں خطرہ ہوا۔ ابوذر کی جان جاتی رہے گی وہ ان کے اوپر اوندھے پڑ گئے اور پکار کر کہا:۔

"یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ اس کے قبیلہ والوں نے اگر تمہارا راستہ بند کر دیا تو بھوکے مر جاؤ گے۔ غلہ کا ایک دانہ تم تک نہ پہنچ سکے گا۔"

غلہ کا نام سن کر لوگوں نے ان کو چھوڑا۔

اگلے روز پھر یہی ہوا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسلام کا نعرہ بلند کیا اور قریش کے نوجوانوں نے ان کو پیٹنا شروع کیا۔ تب بھی حضرت عباس ہی کسی طرح وہاں پہنچ گئے اور یہی کہہ کر ان کو بچایا۔ (محمد رسول اللہؐ)

الغرض اس طرح کے مظلوموں کی فہرست بہت طویل ہے اور مظالم کی داستان اس سے بھی زیادہ طویل مقصد یہ ہے کہ اس طرح کے مظالم جو سوچے سمجھے منصوبے کے بموجب قریش کی طرف سے کئے جا رہے تھے انہوں نے مکہ کی پوری فضا کو اس درجہ وحشت زدہ اور مرعوب کر دیا تھا کہ کھلے بندوں اعلان حق تو درکنار لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی زبان پر لانے کی ہی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت ابوذر غفاری بعض روایتوں کے بموجب ایک ماہ تک حرم شریف میں پڑے رہے۔ صرف زمزم پر گزر رہا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ سکے۔ کسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندازہ ہوا تو بڑی رازداری کے ساتھ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے (جس کی تفصیل اوپر گزری) (محمد رسول اللہؐ)

رسول اللہ ﷺ کے تین معجزات

۱۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا

مشرک سرداروں کا مطالبہ

ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ حضور کے پاس جمع ہو کر آئے جن میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب، زمعہ بن الاسود، نضر بن حارث، وغیرہ وغیرہ بھی تھے۔ آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ۔ رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔

اشارہ مبارک سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل

آسمان پر تھا۔ دیر تک لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے۔ اور حضور اس وقت یہ فرما رہے تھے۔ اشہدوا، اشہدوا، اے لوگو گواہ رہو۔ عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر ویسا ہی ہو گیا۔

مسافروں کی گواہی

مشرکین مکہ نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے جادو کر دیا ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہدہ بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمدؐ نے تم پر سحر کیا ہے۔ چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا۔ ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر دیکھا ہے۔

مشرکین کے بہتان کا رد

مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے۔ یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اقتربت الساعة وانشق القمر و ان یروا اٰیةً یعرضوا و یقولوا سحر مستمر

وعلیٰ ایمائه انشق القمر　　　فشاهدوا ما بین فرقیه الجبل

ترجمہ:۔ آپ کے اشارہ کی وجہ سے چاند پھٹ گیا اور حاضرین نے اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں پہاڑ کو دیکھ لیا۔

تشریح: یہ ماخوذ ہے اس حدیث مبارک سے جس کو شیخین نے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ ہم لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو دیکھا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک اس طرف اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس معجزے کے گواہ رہو۔ اسی قسم کی حدیث ابونعیم نے بروایت جبیر بن مطعم بسند عطا اور ضحاک نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہم بیان کی ہے کہ عہد نبوی میں مشرکین جمع ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ فی الواقع خدا کے سچے رسول ہیں تو چاند کے دو

ٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ اس کا ایک ٹکڑا کوہِ ابی قبیس پر ہو اور دوسرا ٹکڑا کوہِ قعیقعان پر۔ اور یہ رات چودھویں کی تھی۔ حضورؐ نے دعا کی کہ یہ معجزہ ظاہر ہو اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آدھا کوہِ ابی قبیس پر اور آدھا قعیقعان پر اس وقت آپ نے فرمایا کہ تم سب گواہ رہو۔

علماء نے فرمایا ہے کہ شق قمر ایسا معجزہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کی برابری نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق عالم سماوی سے ہے جو کہ اس عالم ارضی سے بالکل خارج ہے۔

مخالفین اسلام کا اعتراض

مخالفین اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اول تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں۔

جواب

جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس طرح اجسام سفلیہ میں کون و فساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون و فساد محال نہیں۔ خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان، زمین شمس اور قمر شجر اور حجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس و قمر کو بنایا ہے وہ خدا ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور جوڑ بھی سکتا ہے۔

رہا یہ امر کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صدہا اور ہزارہا ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں ان کا ذکر نہیں۔ توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام و نشان نہیں۔ نیز شق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے جو صرف تھوڑی دیر کے لئے رہا۔ اس لئے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہو تو تعجب نہیں۔ بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم ہی نہیں ہوتا۔ نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اس وقت دن ہوگا اور کسی جگہ آدھی رات ہوگی عموماً لوگ سوتے ہوں گے نیز اس معجزہ سے مقصود

فقط اہلِ مکہ کو دکھانا اور ان پر حجت تمام کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ تمام عالم کو دکھانا مقصود بھی نہ تھا۔ نیز کسی شے کا دیکھنا قصد کے دکھلانے پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شے نظروں کے سامنے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نہ دکھانا چاہے تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی۔ (سیرت مصطفیٰ)

۴- سورج کا لوٹ آنا

حضور کے مشہور معجزات میں سے معجزۂ ردِّ شمس بھی ہے یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور خیبر کے قریب مقام صہبا میں تھے اور سرِ مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ہنوز حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی۔ عرض کیا نہیں حضور اسی وقت دست بدعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس بھیج دے تاکہ نمازِ عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے۔ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑ گئیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام "کشف اللبس عن حدیث ردالشمس" رکھا جس میں اس حدیث کے طرق اور اسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی شرح مواہب میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا۔ (سیرت مصطفیٰ)

ردت الشمس وكانت قد هوت فاجابت اذ دعا هتقبل

ترجمہ: آفتاب لوٹا دیا گیا حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا اور جب آپ نے اس کو بلایا تو وہ لبیک کہتا ہوا سامنے آ گیا۔

تشریح: یہ واقعہ اس حدیث مبارک سے ماخوذ ہے جس کو ابن مندہ اور ابن شاہین اور طبرانی (اس میں ایسی سندیں بھی ہیں جن میں سے بعض صحیح کی شرط کے موافق ہیں) نے بروایت اسماء بنت عمیس بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی ہو رہا تھا اور آپ کا سرِ مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ اس مشغولی کی وجہ

سے حضرت علی عصر کی نماز نہ پڑھ سکے کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ تو آپ نے دعا کی کہ بارالٰہا! علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھے۔ اب تو آفتاب کو حکم دے کہ وہ پھر واپس ہو۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں دیکھ چکی تھی کہ آفتاب غروب ہوگیا ہے لیکن پھر میں نے دیکھا کہ غروب کے بعد ہی اس نے پھر طلوع کیا۔ طبرانی کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ آفتاب نے طلوع کیا اور پہاڑوں پر اور زمین پر اس کی دھوپ پڑنے لگی۔ حضرت علی نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی۔ اس کے بعد ہی آفتاب پھر غائب ہوگیا۔ یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو مدینہ اور خیبر کے درمیان میں ایک پڑاؤ ہے۔ اسی قسم کا مضمون ابن مردویہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بیان کیا ہے۔ (ناسیہ المعجزات)

۳۔ سورج کا رک جانا

یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں واقع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے اور قریش کے سامنے اسراء و معراج کی کیفیت بیان کی قریش نے بیت المقدس کی علامتیں دریافت کیں اور آپ سے ایک قافلہ کا حال پوچھا کہ جو بغرض تجارت شام کی طرف گیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کب واپس آئے گا آپ نے فرمایا کہ وہ قافلہ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوگا جب بدھ کا دن اخیر ہونے لگا اور شام ہونے لگی تو کفار نے شور مچایا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو اسی جگہ ٹھہرا دیا جہاں تھا یہاں تک کہ قافلہ آ گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق ظاہر کی۔ (سیرت المستفی)

مد طول النهار الذ رسمت   لتبغي الاذن لها شمس الطفل

ترجمہ: دن کو دراز کیا جبکہ شام کی تاریکی (کے وقت) کا آفتاب اپنے غروب ہونے کی اجازت مانگنے لگا تھا۔

(ف) یہ واقعہ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے جس کو طبرانی نے بسند حسن بروایت جابر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا تو وہ دن میں کچھ دیر کے بعد ڈوبا۔ (ناسیہ المعجزات)

باب ۴

ہجرتِ حبشہ تا معراج

ہجرت حبشہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

سماجی بائیکاٹ

غم کا سال حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات

طائف کا دعوتی سفر

واقعہ معراج

ہجرت حبشہ

چڑیوں کے بھی گھونسلے ہوتے ہیں جن میں وہ پناہ لیتی ہیں۔ سانپوں کی بھی بانبیاں ہوتی ہیں۔ جن میں وہ دلچسپ کر رکھنے والوں سے اپنی جان بچاتے ہیں۔ لیکن دعوتِ زور کو توڑنے کے لئے ستم کے جو پہاڑ غریبوں پر توڑے جا رہے ہیں ان کے پاس تو وہ بھی نہ تھا۔ ان میں بڑی تعداد ان غلاموں کی تھی جن کا نہ اپنا گھر ہوتا ہے اور نہ در۔ یا ایسے تھے جو دوسروں کے سہارے زندگی بسر کر رہے تھے۔ جس پر سہارا ہو جب وہی سہاروں کو ختم کرنے کے درپے ہو جائے تو اب اس کے لئے کہاں پناہ ہے؟! اتنا سرمایہ بھی نہیں تھا کہ عرب کے اس ماحول کو چھوڑ کر خدا کی لمبی چوڑی زمین میں کہیں اور جا کے اپنے معبودوں کے لئے جگہ پیدا کر لیں۔ افسوس! ان کی پیشانیوں کو خدا ہی کی زمین کا اتنا ٹکڑا بھی میسر نہ تھا جس پر وہ اپنی پیشانی اپنے خدا کے آگے رکھ سکیں (ابنِ ہشام)

یہ ہجرت کے پانچویں سال ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کفار مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کچھ مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا۔ اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح رکھا۔ قریش کے کافروں کو اس سے بہت غصہ آیا۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو تحفے دے کر بادشاہ کے پاس بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو پکڑ کر ان کے حوالے کر دے۔ ان لوگوں نے آکر جب اپنی غرض بیان کی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو ان لوگوں کے سامنے دربار میں بلا کر ان سے باتیں پوچھیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ گمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اپنا کلام ان پر نازل فرمایا تو ہم راہ راست پر آ گئے۔ وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا جو کلام ان پر نازل ہوا ہے کچھ پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے سورۂ مریم شروع کی تو وہ بہت متاثر ہوا۔ مسلمانوں کو تسلی دی اور قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں کو لوٹا دیا۔ بعد میں نجاشی خود بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ (نزہۃ الطالب)

ہجرت حبشہ
مدینہ منورہ (یثرب)
مکہ مکرمہ
بحیرہ احمر (بحیرہ قلزم)
یمن
حبشہ
500
400
300
200
100
اللھم صل علی روح محمد
في الارواح وصل علی جسد محمد في الاجساد
وصل علی قبر محمد في القبور

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

اسبابِ ہجرت

مشرکینِ مکہ نے جب یہ دیکھا کہ دن بدن لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے جاتے ہیں اور روز بروز اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے تو متفقہ طور پر مسلمانوں کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تاکہ کسی طرح دینِ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ تم سب کو عنقریب جمع کر دیگا صحابہ نے عرض کیا کہاں جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ حبش کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہاں ایک بادشاہ ہے کہ جس کی قلمرو میں کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا اس وقت حضرات صحابہ ظاہری و جسمانی شدائد اور مصائب سے گھبرا کر نہیں بلکہ کفر اور شرک کے فتنہ سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے رہزنوں کی دست برد سے بچانے کے لئے اللہ کی طرف بھاگے تاکہ اطمینان کے ساتھ اپنے اللہ کا نام لے سکیں (سیرۃ المصطفیٰ)

قریش اور تمام دیگر قبائلِ عرب کے پاس نہ فوج تھی نہ پولیس۔ البتہ معاہدات کا سلسلہ ایسا تھا جو فوج اور پولیس کا کام دیتا تھا۔

معاہدہ ایک حصار ہوتا تھا جو جان کا بھی محافظ ہوتا تھا اور مال کا بھی اور ان معاہدات کے ذریعہ طاقت کا بھی توازن قائم رہتا تھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اسی چیز نے بچایا تھا کہ قبیلہ غفار (جس سے قریش کا معاہدہ تھا) اگر بگڑ گیا تو قریش کا اس طرف سے گزرنا دوبھر بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) خود اپنے طور پر مختلف قبائل سے معاہدے کئے ہوئے تھے۔ ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہِ راست کسی قبیلہ سے معاہدہ کئے ہوئے نہیں تھے مگر ان کی

خطرہ میں ڈالنے کا خوف نہ کیا اور جابرو تند خو آقاؤں اور حکام شہر کے مظالم کا تختہ مشق بننا برابر پسند کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب انہیں تکالیف اور ناقابل برداشت مصیبتوں میں مہینے اور سال گزر گئے تو وطن چھوڑنا گوارا کیا مگر ایمان چھوڑنا گوارا نہ کیا

الغرض خداوندی سفیر نے جب دیکھا کہ میرے ساتھ مجھ کو سچا ماننے والے مسلمان بھی ایذاؤں کا نشانہ بن گئے اور تکلیفیں سہتے ہوئے ان کو برسہا برس گزر گئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی کہ دین کے ساتھ جان اور آبرو بھی بچاؤ اور وطن میں رہ کر اہل وطن کی مار کی سہار نہیں کر سکتے تو ملک حبش میں چلے جاؤ وہاں کا نصرانی النسب بادشاہ عادل و رحیم ہونے کے علاوہ رعایا پرور اور مذہبی آزادی دینے میں غیر متعصب ہے۔

چنانچہ اسی بنا پر گیارہ آدمی کشتیوں میں بیٹھ کر حبشہ چلے آئے اور اس وطن کو خیر باد کہہ کر جس میں مدتوں رہے سہے تھے محض دین و مذہب کی خاطر بے وطن بنے۔ (ماخذ سیرت عرب)

پہلی ہجرت کے مہاجرین

ماہ رجب ۵ نبوی میں حضرات ذیل نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

مرد

۱- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲- حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
۳- حضرت زبیر بن عوامؓ
۴- حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ
۵- حضرت مصعب بن عمیرؓ
۶- حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسدؓ
۷- حضرت عثمان بن مظعونؓ
۸- عامر بن ربیعہؓ
۹- حضرت سہیل بن بیضاؓ
۱۰- حضرت ابو سبرۃ بن ابی رہم عامری
۱۱- حضرت حاطب بن عمروؓ

عورتیں

۱- حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ
۲- سہلہ بنت سہیل ابو حذیفہؓ کی بیوی

۳- ام سلمہ بنت ابی امیہ ابو سلمہؓ کی بیوی جو ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہو کر ام المومنین کے لقب سے ملقب ہو گئیں۔

۴- لیلیٰ بنت ابی حثمہ عامر بن ربیعہ کی بیوی۔

۵- ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو ابو سبرۃ کی بیوی (زرقانی الخ)

یہ قافلہ ساحل سمندر پر پہنچا ایک جہاز روانہ ہونے والا تھا۔ اس میں نہایت سستے محصول پر چلے گئے۔ قریش کو اس قافلہ کی روانگی کا علم ہوا تو ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے دوڑائی۔ مگر جب وہ ساحل سمندر پر پہنچی تو جہاز روانہ ہو چکا تھا۔ (زرقانی)

ہجرت ثانیہ بجانب حبشہ

اب مشرکین مکہ نے پہلے سے زیادہ ستانا شروع کیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔ اس بار حضرات ذیل نے ہجرت فرمائی۔

مرد

۱- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲- جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۳- عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ
۴- خالد بن سعید بن العاصؓ عمرو بن سعید کے بھائی
۵- عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
۶- عبید اللہ بن جحش جو حبشہ جا کر نصرانی ہو گئے اور نصرانیت ہی پر مرے
۷- قیس بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۸- معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی
۹- عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
۱۰- زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
۱۱- ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ
۱۲- اسود بن نوفل رضی اللہ عنہ
۱۳- یزید بن زمعہ رضی اللہ عنہ
۱۴- عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ
۱۵- طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ
۱۶- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
۱۷- سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ
۱۸- جہم بن قیس رضی اللہ عنہ
۱۹- عمرو بن جہم یعنی جہم بن قیس کے بیٹے
۲۰- خزیمہ بن جہم یعنی جہم کے دوسرے بیٹے
۲۱- ابو الروم بن عمیر یعنی مصعب بن عمیر کے بھائی
۲۲- فراس بن النضر رضی اللہ عنہ

۲۳- عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
۲۴- عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۲۵- مطلب بن ازہر
۲۶- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۲۷- عتبہ بن مسعودؓ یعنی عبداللہ بن مسعود کے بھائی
۲۸- مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

۲۹- حارث بن خالد رضی اللہ عنہ
۳۰- عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ

۳۱- ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
۳۲- شماسؓ جن کو عثمان بن عبدالشرید کہتے ہیں

۳۳- ہبار بن سفیان بن عبدالاسدؓ
۳۴- عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ہبار کے بھائی

۳۵- ہشام بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
۳۶- سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ

۳۷- عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ
۳۸- معتب بن عوف رضی اللہ عنہ

۳۹- عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
۴۰- سائب بن عثمانؓ

۴۱- قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
۴۲- عبداللہ بن مظعونؓ۔ قدامہ اور عبداللہ یہ دونوں سائب کے چچا ہیں

۴۳- حاطب بن الحارث رضی اللہ عنہ
۴۴- محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ

۴۵- حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ یعنی حاطب کے دونوں بیٹے

۴۶- خطاب بن الحارث رضی اللہ عنہ یعنی حاطب بن الحارث کے بھائی

۴۷- سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ
۴۸- جابر بن سفیان رضی اللہ عنہ

۴۹- جنادہ بن سفیان رضی اللہ عنہ یعنی سفیان کے بیٹے حسنہ کے بطن سے

۵۰- شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ یعنی جابر اور سفیان کے اخیافی بھائی۔

۵۱- عثمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۵۲- خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ

۵۳- قیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ
۵۴- عبداللہ بن حذافہ سہمی یہ تینوں بھائی ہیں

۵۵- عبداللہ بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ
۵۶- ہشام بن العاص سہمی رضی اللہ عنہ

۵۷- ابوقیس بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ
۵۸- حارث بن الحارث بن قیس سہمی رضی اللہ عنہ

۵۹- معمر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ
۶۰- بشر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ

۶۱- سعید بن عمرو سہمی (بشر بن الحارث کے اخیافی بھائی)
۶۲- سعید بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ

۶۳- بشر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ
۶۴- عمیر بن رئاب سہمی رضی اللہ عنہ

۶۵- محمیہ بن جزء رضی اللہ عنہ
۶۶- معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

٦٧ - عروہ بن عبد العزیٰ رضی اللہ عنہ
٦٨ - عدی بن نضلہ رضی اللہ عنہ
٦٩ - نعمان بن عدی رضی اللہ عنہ عدی بن نضلہ کے بیٹے
٧٠ - عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
٧١ - ابو سبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ
٧٢ - عبد اللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ
٧٣ - عبد اللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
٧٤ - سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ
٧٥ - سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سلیط کے بھائی
٧٦ - مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
٧٧ - ابو حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
٧٨ - سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ
٧٩ - ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ
٨٠ - سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ
٨١ - عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
٨٢ - عیاض بن زہیر رضی اللہ عنہ
٨٣ - عمرو بن الحارث بن زہیر رضی اللہ عنہ
٨٤ - عثمان بن عبد غنم رضی اللہ عنہ
٨٥ - سعد بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
٨٦ - حارث بن عبد قیس رضی اللہ عنہ

عورتیں

١ - رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
٢ - اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفرؓ کی بیوی جن کے بطن سے عبد اللہ بن جعفر حبشہ میں پیدا ہوئے۔
٣ - فاطمہ بنت صفوانؓ زوجہ عمرو بن سعیدؓ
٤ - امینہ بنت خلف زوجۂ خالد
٥ - ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ زوجہ عبید اللہ بن جحش، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔
٦ - برکہ بنت یسار زوجہ قیس
٧ - زوجہ ام حرملہ بنت عبد الاسودؓ
٨ - رملہ بنت عوفؓ
٩ - ریطہ بنت حارث بن جبلہ جن سے اولاد حبشہ میں موسیٰ اور عائشہ اور زینب اور فاطمہ پیدا ہوئے۔
١٠ - ام سلمہ جن سے حبشہ میں زینب پیدا ہوئیں جو ابو سلمہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ کہلائیں۔
١٢ - بیوی لیلیٰ بنت یسارؓ
١٣ - حسنہؓ زوجہ سفیان بن معمرؓ
١٤ - ام کلثوم بنت سہیلؓ
١٥ - سودہ بنت زمعہؓ
١٦ - عمرہ بنت سعدیؓ

سرداروں کی حیلہ جوئیاں اور ناکامیاں

سرداران قریش کا تعاقب

دشمنوں نے یہاں بھی ان کو چین نہ لینے دیا اور مخالفت مذہب کی آگ جنہوں نے خون کا پیاسا بنا دیا تھا ان کو حبش میں بھی لے آئی۔ چنانچہ چند روساء قریش نے ان کے پیچھے ہی پیچھے حبش میں آ کر تحائف و ہدایا کی بدولت شاہ حبش تک رسائی پائی اور نو مسلم بے وطنوں کو اپنا بھاگا ہوا غلام اور قومی و ملکی مجرم بتا کر چاہا کہ بادشاہ ان کو اپنے ملک سے اخراج کا حکم دے کر ان کے حوالے کر دے اور پھر ان کو اس بے پناہ جماعت کے ساتھ بدسلوکی کا پورا موقع مل جائے۔ شاہ حبش چونکہ ایک فہیم اور ذکی شخص تھا اس لئے اس نے سفراء عرب کی درخواست میں ایذاء و فریب کی جھلک محسوس کی اور مال کی رشوت لے کر اس قوم کو جس نے اس کے رحم و شفقت پر نظر کر کے وطن چھوڑ کر حبش میں پناہ لی تھی اپنے ملک سے نکالنا اور ان کی امیدوں پر پانی پھیرنا گوارا نہ کیا۔ لہٰذا درخواست کنندگان قریش کو ترش روئی و غصہ کے ساتھ نامنظوری کا ایسا صاف جواب دے دیا کہ ان کی امید قطع ہو گئی اور بے نیل مرام مکہ واپس ہوئے۔ (ماہتاب عرب)

نجاشی کے ہاں قریش کی سفارت

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ کرام حبش میں جا کر مطمئن ہو گئے اور اطمینان کے ساتھ ارکان اسلام بجا لانے لگے۔ تو مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی اور اس کے تمام ندماء اور مقربین کے لئے تحائف اور ہدایا دے کر اپنا ہم خیال بنایا۔ چنانچہ عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ یہ دونوں حبش پہنچے اول تمام ندماء اور مصاحبین کو نذریں پیش کیں اور یہ بیان کیا کہ ہمارے شہر کے چند سفیہ اور نادان اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارے شہر میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارا دین بھی

اختیار نہیں کیا یعنی عیسائی بھی نہیں ہو گئے بلکہ ایک نیا دین اختیار کیا ہے جس سے نہ ہم اور نہ آپ کوئی بھی واقف نہیں۔ ہماری قوم کے اشراف اور سربرآوردہ لوگوں نے ہم کو بادشاہ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ یہ لوگ ہمارے حوالے کر دیئے جائیں۔ آپ حضرات بادشاہ سے سفارش کیجئے کہ ان لوگوں کو بغیر کسی مکالمہ اور گفتگو کے ہمارے سپرد کر دے۔ چنانچہ جب یہ لوگ باریاب ہوئے اور تحائف اور ہدایا کی نذر پیش کر کے اپنے مدعا کو پیش کیا تو مقربین اور مصاحبین نے پوری تائید کی کہ یہ لوگ اس وفد کے حوالے کر دیئے جائیں جس چیز کا اندیشہ تھا وہی سامنے آئی نجاشی کو غصہ آ گیا اور صاف کہہ دیا کہ میں بغیر دریافت حال اور بدوں گفتگو کے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو لوگ اپنا وطن چھوڑ کر میرے قلمرو میں آ ٹھہرے ہیں ان کو بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے ان کے مخالفوں کے حوالے کر دوں اور ایک آدمی صحابہ کے بلانے کے لئے روانہ کیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

دربار نجاشی میں صحابہؓ کی آمد

قاصد صحابہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا پیام پہنچایا۔ اس وقت صحابہ میں سے کسی نے یہ کہا کہ دربار میں پہنچ کر کیا کہو گے (یعنی بادشاہ تو عیسائی ہے اور ہم مسلمان ہیں بہت سے عقائد میں اس کے خلاف ہیں) صحابہ نے کہا کہ ہم دربار میں وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہم کو سکھایا اور بتایا ہے جو کچھ بھی ہو اس سے سرمو تجاوز نہ کریں گے۔ صحابہ دربار میں پہنچے اور صرف سلام پر اکتفا کیا۔ بادشاہ کو سجدہ کسی نے نہ کیا۔ شاہی مقربین کو مسلمانوں کا یہ طرز عمل بہت گراں گزرا چنانچہ اسی وقت ندماء اور مصاحبین مسلمانوں سے سوال کر بیٹھے کہ آپ لوگوں نے شاہ ذی جاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا اور ایک روایت میں ہے بادشاہ نے خود بھی سوال کیا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ جعفرؓ نے کہا کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اس نے ہم کو یہی حکم دیا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح سلام کرتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو اسی طرح سلام کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ اہل جنت بھی اسی طرح ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ رہا سجدہ تو اللہ کی

پناہ کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کریں اور ہم کو اللہ کے برابر کردیں۔

کیا ہم کسی کے غلام ہیں؟

حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا۔ کہ میں ان لوگوں سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں آپ ان سے جواب طلب فرمائیں۔

کیا ہم کسی کے غلام ہیں جو اپنے آقاؤں سے بھاگ کر آئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو بیشک ہم لائق واپسی ہیں۔

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ لوگ کسی کے غلام ہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ بل احرار کرام۔ غلام نہیں بلکہ آزاد اور شریف ہیں۔ ([illegible])

کیا ہم نے کسی کا خون کیا ہے؟

حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا کہ آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کہ کیا ہم کسی کا خون کر کے آئے ہیں۔ اگر ہم کسی کا ناحق خون کر کے آئے ہیں تو آپ بلا تامل ہم کو اولیاء مقتول کے وارثوں کے حوالے کردیجئے۔

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا۔

هل اهرقوا دما بغير حقه کیا یہ لوگ کوئی ناحق خون کر کے آئے ہیں۔

عمرو بن العاص نے کہا لا قطرة من دم۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ ([illegible])

کیا ہم کسی کا مال لے کر بھاگے ہیں؟

حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں۔ کیا ہم کسی کا کچھ مال لیکر بھاگے ہیں اگر بالفرض ہم کسی کا مال لیکر آئے ہیں تو ہم واپس کرنے کیلئے تیار ہیں۔

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر یہ لوگ کسی کا مال لے کر آئے ہیں تو میں اس کا کفیل اور ضامن اور اس کے تاوان کا ذمہ دار ہوں۔

عمرو بن العاص نے کہا۔

ولا قیراط یہ لوگ تو کسی کا ایک قیراط یعنی ایک پیسہ بھی لیکر نہیں آئے۔

نجاشی نے وفد قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ کس چیز کا مطالبہ ہے (سیرۃ المصطفیٰ)

فرد جرم:

عمرو بن العاص نے کہا کہ ہم اور یہ ایک دین پر تھے ہم اس دین پر قائم رہے اور ان لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک نیا دین اختیار کر لیا۔

نجاشی نے صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس دین کو تم نے چھوڑا اور جس دین کو تم نے اختیار کیا وہ کیا دین ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

نجاشی کے دربار میں دین اسلام کا تعارف حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زبانی

حضرت جعفر بن ابی طالب نے مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی وہ تمام مورخین نے نقل کی ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

بادشاہ عالیجاہ! یہ درست ہے۔ ہماری قوم بت پرست ہے۔ جاہل ہے۔ اس کو حلال حرام کی تمیز نہیں۔ مردار کھاتی ہے۔ بدکاریاں کرتی ہے۔ ہمسایوں کو ستاتی ہے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا ہے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ جو برائی ہو سکتی ہے وہ سب ہمارے معاشرہ (سماج) میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا فضل فرمایا ہم میں ایک شخص پیدا ہوا۔ عمر کے چالیس سال اس نے ہمارے بیچ میں رہ کر اس طرح گزارے کہ پوری قوم اس کی شرافت کی قائل ہو گئی۔ اس کی صداقت اور سچائی سے یہاں تک متاثر ہوئی کہ اس کو الصادق اور الامین کہنے لگی۔ اس نے بتایا کہ خدا نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے اور خدا کا حکم یہ ہے کہ صرف خدائے واحد کی عبادت کرو۔ بت پرستی چھوڑ دو۔ خدا کے سوا کسی کے سامنے ماتھا مت ٹیکو۔ کسی کو ناحق نہ ستاؤ۔ کمزوروں کی مدد کرو۔ غریبوں پر رحم کرو۔ خلق خدا کی خدمت کرو۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ آپس میں شفقت اور مہربانی سے کام لو۔ سچائی اختیار کرو۔ بری باتیں چھوڑ دو۔ نیک اور مہذب بن جاؤ۔

اے بادشاہ! ہمیں یہ باتیں اچھی معلوم ہوئیں ہم نے اس کا دامن سنبھال لیا ہے اور اس کے کہنے پر عمل شروع کر دیا ہے۔ (محمد امان)

حضرت جعفرؓ نے اس کے علاوہ اور بھی تعلیمات اسلام کا ذکر کر کے فرمایا چنانچہ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ منجانب اللہ لیکر آئے اس کا اتباع اور پیروی کی۔ چنانچہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ حلال چیزوں کو کرتے ہیں اور حرام چیزوں سے بچتے ہیں محض اس پر ہماری قوم نے ہم کو طرح طرح سے ستایا اور قسم قسم کی اذیتیں پہنچائیں تا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر گذشتہ بے حیائیوں میں پھر مبتلا ہو جائیں۔ جب ہم ان کے مظالم سے تنگ آ گئے اور اپنے دین پر چلنا اور ایک خدا کی عبادت اور بندگی کرنا دشوار ہو گیا تب ہم نے اپنا وطن چھوڑا اور اس امید پر کہ آپ ظلم نہ کریں گے۔ آپ کی ہمسائیگی کو سب پر ترجیح دی۔ نجاشی نے کہا کہ تم کو اس کلام میں سے کچھ یاد ہے جو تمہارے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا ہاں نجاشی نے کہا اچھا اس میں سے کچھ پڑھ کر مجھ کو سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ بادشاہ اور تمام درباریوں کے آنسو نکل آئے اور روتے روتے بادشاہ کی داڑھی تر ہو گئی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

قریش کے سفیروں کی شرارت

سفارت قریش کے ارکان نے دیکھا کہ بادشاہ حضرت جعفرؓ کی تقریر سے متاثر ہو رہا ہے تو انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے متعلق ان کا عقیدہ معلوم کیجئے۔ یہ کچھ اور کہتے ہیں اور عیسائیوں کی تردید کرتے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عیسیٰ کا قرآنی تعارف اور نجاشی کا اطمینان

بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے متعلق ان کا عقیدہ معلوم کیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کا پورا رکوع پڑھ کر سنا دیا۔ جس میں حضرت مریم کی پاکدامنی بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ خدا کے

بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے معجزے عطا فرمائے تھے۔ اور پہلا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے گہوارے ہی میں بولنا شروع کر دیا تھا۔ (سیرت مبارکہ)

بادشاہ نے پادریوں کو خطاب کر کے کہا کہ میرا یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہے جو انہوں نے قرآن شریف کے حوالہ سے بیان کی ہے۔ (محمدیؐ)

اس پر درباریوں نے بہت ناک بھوں چڑھائے مگر نجاشی نے زور دے کر پرواہ نہ کی اور صاف کہہ دیا کہ تم کتنا ہی ناک بھوں چڑھاؤ مگر حقیقت یہی ہے۔

جب حضرت جعفرؓ تلاوت ختم فرما چکے تو نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے دونوں ایک ہی چشمے سے نکلے ہوئے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

بادشاہ کا فیصلہ اور قریش کی سفارت کی ناکامی

پھر نجاشی نے غیرت سے کہہ دیا کہ یہ لوگ آپ کے غلام نہیں ہیں۔ آپ کے قرضدار نہیں ہیں۔ پھر ان کو آپ کے حوالے کیوں کیا جائے۔ مسلمانوں سے کہا کہ وہ اس کی مملکت میں اطمینان سے رہیں۔ (سیرت مبارکہ)

ایک سونے کا پہاڑ لے کر بھی تم کو ستانا پسند نہیں کرتا۔ اور حکم دیا کہ قریش کے تمام تحائف واپس کر دیے جائیں۔ مجھ کو ان کے نذرانوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ خدا نے میرا ملک اور میری سلطنت بغیر رشوت کے مجھ کو دلائی۔ لہٰذا میں تم سے رشوت لے کر ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کروں گا۔ دربار ختم ہوا اور مسلمان نہایت شاداں و فرحاں اور قریش کا وفد نہایت ذلت و ندامت کے ساتھ باہر نکلا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

مسلمانوں کا تا واپسی اطمینان سے رہنا

نجاشی کے اس اعلان کے بعد مہاجرین اطمینان کے ساتھ حبش میں مقیم رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اکثر لوگ تو خبر سنتے ہی حبشہ سے مدینہ واپس آ گئے جن میں چونتیس آدمی غزوہ بدر میں شریک ہوئے باقی ماندہ لوگ حضرت جعفرؓ کی

معیت میں ۷ ھ میں فتح خیبر کے وقت حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

واپسی کے وقت نجاشی کی درخواست دعا

حضرت جعفرؓ اور ان کے رفقاء نے جب حبشہ سے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو نجاشی نے سب کا سفر خرچ اور زادِ راہ دیا اور مزید برآں کچھ ہدایا اور تحائف بھی دیئے اور ایک قاصد ہمراہ کیا اور یہ کہا کہ میں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دینا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے استغفار یعنی دعا مغفرت فرمائیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت جعفرؓ کی واپسی اور حضورؐ کی نجاشی کے لئے دعا

حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے روانہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں پہنچے آپ نے مجھ کو گلے لگا لیا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں فتح خیبر سے زیادہ مسرور ہوں یا جعفرؓ کے آنے سے پھر آپ بیٹھ گئے نجاشی کے قاصد نے کھڑے ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہؐ) یہ جعفرؓ آپ کے سامنے موجود ہیں آپ ان سے دریافت فرمالیں کہ ہمارے بادشاہ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا بے شک نجاشی نے ہمارے ساتھ ایسا اور ایسا معاملہ کیا۔ یہاں تک کہ چلتے وقت ہم کو سواری دی اور توشہ دیا اور ہماری امداد کی اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دی کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں آپؐ اسی وقت اٹھے اور وضو کیا اور تین بار یہ دعا فرمائی۔

اللّٰھم اغفر للنجاشی   اے اللہ تو نجاشی کی مغفرت فرما۔

اور سب مسلمانوں نے آمین کہا۔ حضرت جعفرؓ کہتے ہیں میں نے قاصد سے کہہ دیا کہ جب تم واپس جاؤ تو جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے دیکھا ہے وہ جا کر بادشاہ سے بیان کر دینا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

زاد المعاد میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت فرمانے کی خبر ان لوگوں کو پہنچی تو ۳۳ آدمی حبشہ سے لوٹ آئے۔ سات تو مکہ میں روک لئے گئے اور باقی مدینہ پہنچ گئے اور بقیہ نے کشتی کے راستہ غزوہ خیبر کے سال مدینہ میں ہجرت کی۔ ان لوگوں کو دو ہجرتوں کی وجہ سے اصحاب الہجرتین کہتے ہیں۔ (زرقانی ملخصاً)

نجاشی اور اس کی حکومت کا پس منظر

زہری فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کی یہ مفصل حدیث عروۃ بن الزبیر سے ذکر کی تو عروہؓ نے مجھ سے یہ کہا کہ تم کو معلوم بھی ہے کہ نجاشی کے اس قول کا کہ اللہ نے بغیر رشوت کے میرا ملک مجھے واپس فرمایا کیا مطلب ہے میں نے کہا نہیں۔ عروہؓ نے کہا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ نجاشی کا باپ حبشہ کا بادشاہ تھا۔ نجاشی کے سوا اس کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ بادشاہ کے بھائی یعنی نجاشی کے چچا کے بارہ لڑکے تھے۔ ایک مرتبہ اہل حبشہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ نجاشی تو اپنے باپ کا ایک ہی بیٹا ہے اور بادشاہ کا بھائی کثیر الاولاد ہے اس لئے بادشاہ کو قتل کر کے بادشاہ کے بھائی یعنی نجاشی کے چچا کو بادشاہ بنا لینا چاہئے تا کہ زمانہ دراز تک اسی خاندان میں بادشاہت کا سلسلہ قائم رہے۔ چنانچہ بادشاہ کو قتل کر کے بادشاہ کے بھائی کو بادشاہ بنالیا اور نجاشی اپنے چچا کی تربیت میں آ گیا۔ نجاشی نہایت ہوشیار اور سمجھدار تھا۔ اسی وجہ سے چچا کی نظر میں جو نجاشی کی وقعت تھی وہ کسی کی نہ تھی نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ کے ہر کام میں نجاشی ہی دخیل نظر آنے لگا۔ اہل حبشہ کو اس کی ہوشیاری سے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اپنے باپ کا انتقام نہ لے اس لئے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کو قتل کرا دے۔ بادشاہ نے کہا کہ کل تم نے اس کے باپ کو قتل کیا اور آج اس کے بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہو مجھ سے یہ نا ممکن ہے۔ بہت سے بہت یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس کو یہاں سے علیحدہ کر دوں لوگوں نے اس کو منظور کیا اور نجاشی کو بادشاہ سے لیکر ایک تاجر کے ہاتھ چھ سو درہم میں فروخت کر ڈالا۔ تاجر نجاشی کو لے کر روانہ ہوا۔ شام ہی کو یہ واقعہ پیش آیا کہ بادشاہ پر بجلی گری۔ بادشاہ تو بجلی گرتے ہی مر گیا۔ اب لوگوں میں ہلچل پڑی کہ کس کو بادشاہ بنائیں۔ بارہ بیٹوں میں سے کوئی بھی تخت نشینی کے قابل نظر نہ آیا۔ بارہ کے بارہ اول

سے آخر تک سب احمق اور نادان تھے۔ اس وقت لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ اگر اپنے ملک کی فلاح و بہبود چاہتے ہو تو نجاشی کو واپس لا کر تخت نشین کرو۔ لوگ نجاشی کی خاطر اس تاجر کی تلاش میں ہر طرف دوڑائے۔ اس تاجر سے نجاشی کو واپس لا کر تخت نشین کیا۔ تخت نشینی کے بعد وہ تاجر آیا اور زر ثمن کا مطالبہ کیا۔ نجاشی نے اسکے چھ سو درہم واپس دیئے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کا قریش کے وفد کو مخاطب بنا کر یہ کہنا کہ اللہ نے بغیر رشوت کے میرا ملک واپس کیا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

قریش کا ابوطالب پر دباؤ ڈالنا

قریش کو اس سفارت کی ناکامی کا علم ہوا تو مسلمانوں کے خلاف ان کا غیظ و غضب اور بڑھ گیا اور خواجہ ابوطالب اور آل ہاشم پر پورا زور ڈالنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذمہ داری سے دست کش ہو جائیں۔ چنانچہ روساء قریش کا ایک وفد خواجہ ابوطالب کے پاس پہنچا اور بہت زور ڈالا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کر دیں ورنہ ان کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ مجبور ہو کر ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا۔

چچا جان!۔ آپ کی شفقت و محبت کا شکریہ۔ آپ یقیناً معذور ہیں۔ آپ میری امداد سے دست کش ہو جائیے۔ مگر مجھے میرے رب نے جس مقام پر کھڑا کر دیا ہے میں اس سے ذرہ برابر بھی نہیں ہٹ سکتا۔

خواجہ ابوطالب نے یہ پختگی دیکھی تو قریش کو جواب دیدیا کہ وہ محمد کی حمایت نہیں چھوڑ سکتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی کہ وہ اپنا کام کرتے رہیں۔

مسلمانوں کی کمزوری

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے یہ نئی صورت پیدا ہوگئی تھی کہ ایک سو کے قریب مسلمان حبشہ چلے گئے تو اب صرف تیس چالیس مسلمان رہ گئے جن کے لئے مکہ کی غضبناک فضا میں زندگی اور بھی دوبھر ہوگئی تھی۔ ان میں کافی تعداد غلاموں کی تھی۔ اگرچہ ان میں سے زیادہ تر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ لیکن آزادی کے بعد بھی

قریش کامیاب ہو گئے۔ چٹان نہ ہل سکی۔ لیکن قریش ہی نے نہیں بلکہ دنیا نے دیکھ کہ جس کو گرانے کیلئے یہ کیا گیا تھا وہ جہاں تھا وہاں سے نہ ہلی تھی صرف آواز آرہی تھی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے۔

" خدا کی قسم میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں میں ماہتاب اگر اس لئے رکھ دیا جائے کہ میں اس امر کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دوں۔ تو یہ نہیں ہو سکتا"۔

یہ تو ان کی ایجابی کوششوں کی امید دبی چھپی چنگاریوں کو آخری طور پر بجھانے کے لئے فرمایا گیا اور سب کو تو وہ ٹھکرا ہی چکے تھے۔ "آفتاب و ماہتاب تو ان کے پاس تھے نہیں لیکن جو کچھ بھی تھا سب کو وہ ٹھکرا چکے ہو چکے تھے۔ باقی اب جن سلبی اور ایذائی مہموں کا انہوں نے آغاز کیا تھا اس کے متعلق بھی قطعی لفظوں میں اعلان کر دیا گیا۔

"یہ کام پورا ہوگا۔ یا میں اس میں مر جاؤں گا"۔

کام تو پورا ہونے والا تھا اور اس میں شک کی گنجائش ہی کیا تھی لیکن اسے اگر تم دیکھ چکے جواب سے اگر دیکھو تو اچھی طرح دیکھو! اس سلبی امتحان کی راہ میں جان تک کی بازی لگا دی گئی ہو یہی مطلب تھا۔

"واهلك فيه" یعنی اس میں مر جاؤں گا یا مار ڈالا جاؤں گا۔

سنگ دل، سیاہ سینہ جانچنے والوں نے پھر کیا اس سلسلہ میں کہیں رحم کھایا جو کچھ کر سکتے تھے سب کچھ کر رہے تھے لیکن ان کو کہیں روکا؟ عزت پر آبرو پر جسم پر جان پر حملوں کی کوئی حد تھی۔ جس کو انہوں نے باقی چھوڑا۔ یعنی ان کے ترکش میں کوئی تیر ایسا نہ تھا جو چھٹنے سے رہ گیا۔ نکاحی بیٹیوں کو طلاق دلوائی گئی۔ سر پر خاک ڈالی گئی۔ راہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ پشت پر لید سے بھری ہوئی اوجھ نماز کی حالت میں رکھی گئی۔ چہرہ مبارک پر بلغم تھوکا گیا گردن مبارک میں پھندا لگایا گیا۔ وغیرہ وغیرہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا اور قریش کی طاقت کا ٹوٹنا

قریش کی طاقت کے دو مرکزی آدمی

مسلمانوں کی تعداد سو سے زیادہ ہو گئی تھی۔ ان میں طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے جنگجو بہادر بھی تھے۔ جنہوں نے مستقبل میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے اور غزوات میں بہادری کے بے نظیر جوہر دکھائے۔ مگر یہ حضرات اس وقت ایسے شخص نہ تھے جن کی مکہ میں دھاک ہو اور جن سے پورا شہر مرعوب رہتا ہو۔ یہ بات صرف دو کو حاصل تھی۔ عمر بن الخطاب اور ان کے ماموں ابوجہل بن ہشام کو۔ مگر یہ دونوں اسلام کے مقابلہ میں بہت سخت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا ان دونوں میں جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس سے اسلام کو تقویت فرما۔ (محمد میاں)

حضرت عمر کے اسلام لانے کا حقیقی سبب

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ اول آپ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ دو یعنی ابوجہل اور عمر بن الخطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اس سے اسلام کو عزت دے۔ (رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ابن عساکر فرماتے ہیں بعد ازاں بذریعہ وحی آپ پر منکشف ہوا کہ ابوجہل اسلام نہ لائے گا تو اس وقت آپ نے خاص حضرت عمرؓ کے لئے یہ دعا فرمائی۔

اللھم ایدالاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃ

اے اللہ خاص عمر بن الخطاب سے اسلام کو قوت دے۔

غرض یہ کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے جاذبانہ ہے۔ باقی سبب ظاہری یہ ہے کہ جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے (سیرۃ المصطفیٰ)

حضورؐ کے قتل کیلئے جانا (نعوذ باللہ)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور دین اسلام سے سخت متنفر اور بیزار تھا۔

ابوجہل نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے اس کے لئے میں سو اونٹ کا کفیل اور ضامن ہوں۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بالمشافہ ابوجہل سے دریافت کیا کہ تمہاری جانب سے کیا یہ کفالت اور ضمانت صحیح ہے۔ ابوجہل نے کہا ہاں۔

بچھڑے کے پیٹ سے آواز

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں آپ کے قتل کے ارادہ سے تلوار لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بچھڑا نظر پڑا جسے لوگ ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے میں بھی دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ یکایک دیکھتا کیا ہوں کہ کوئی پکارنے والا بچھڑے کے پیٹ میں سے پکار کر یہ کہہ رہا ہے۔ اے آل ذریح ایک کامیاب امر ہے ایک مرد ہے جو فصیح زبان کے ساتھ چیخ رہا ہے۔ لوگوں کو شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آواز سنتے ہی معاً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھ کو ہی یہ آواز دی جا رہی ہے اور میں ہی اس آواز کا مخاطب ہوں۔

بہن اور بہنوئی کے اسلام کی اطلاع

لیکن عمر رضی اللہ عنہ پھر بھی اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور آگے بڑھے۔ کچھ قدم چل کر نعیم بن عبداللہ نحام ملے اور پوچھا کہ اے عمر اس دوپہر میں کس ارادہ سے جا رہے ہو عمر نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ ہے۔ نعیم نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے۔ عمر نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ تو بھی صابی (بددین) ہو گیا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا ہے نعیم نے کہا آپ مجھ سے کیا کہتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور آپ کے بہنوئی سعید بن

زید دونوں صابی ہو چکے ہیں یعنی اپنا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

بہن اور بہنوئی کی مار پیٹ کرنا

عمر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی غصہ میں بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو ان کی بہن اور بہنوئی کو تعلیم دے رہے تھے وہ حضرت عمر کی آہٹ سنتے ہی چھپ گئے۔ عمر گھر میں داخل ہوئے اور کہنے لگے میں نے سنا ہے تم دونوں صابی ہو گئے ہو۔ بہنوئی نے کہا اے عمر اگر تمہارا دین حق نہ ہو بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا دین حق ہو تو بتاؤ کیا کرنا چاہئے۔ بہنوئی کا یہ جواب دینا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ان پر پل پڑے۔ بہن شوہر کو چھڑانے بیچ میں آ گئیں تو ان کو اس قدر مارا کہ چہرہ خون آلود ہو گیا۔ اس وقت انہوں نے کہا اے خطاب کے بیٹے تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر لے ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ اے اللہ کے دشمن تو ہم کو محض اس لئے مارتا ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں خوب سمجھ لے کہ ہم اسلام لا چکے ہیں اگرچہ تیری ناک خاک آلود ہو۔

دل کی دنیا میں تبدیلی

حضرت عمر نے کچھ شرما کر کہا اچھا یہ کتاب جو تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بتلاؤ۔ یہ سنتے ہی حضرت خباب جو مکان کے کسی گوشہ میں چھپے ہوئے تھے فوراً باہر نکل آئے۔ بہن نے کہا تو ناپاک ہے اور قرآن پاک کو پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کر کے آؤ۔ عمر اٹھے وضو یا غسل کیا اور صحیفہ مطہرہ کو ہاتھ میں لیا جس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے۔

انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری

میں ہی معبود برحق ہوں میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو اور نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو۔

بے ساختہ بول اٹھے ما احسن ھذا الکلام واکرمہ کیسا اچھا اور بزرگ کلام ہے۔

اوپر کی آیتوں میں اللہ کی ذات اور صفات کا ذکر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے میں یہ آیتیں پڑھتا جاتا اور جب اللہ کا نام آتا تو دل کانپ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب ان آیت پر پہنچا ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر تو بے اختیار زبان سے نکلا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔ (کرمانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری

حضرت خباب نے عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر کہا کہ اے عمر تم کو بشارت ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی۔ عمر نے کہا کہ اے خباب مجھے آپ کے پاس لے چلو۔

حضرت خباب عمر کو ساتھ لے کر دار ارقم کی طرف چلے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوا کرتے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی یہ معلوم کر کے کہ عمر اندر آنا چاہتے ہیں کوئی شخص دروازہ کھولنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور آنے دو اگر اللہ نے عمر کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اللہ اس کو ہدایت دے گا اور اسلام لے آئے گا اور اللہ کے رسول کا اتباع کرے گا۔ ورنہ تم اللہ کے حکم سے اس کے شر سے محفوظ اور مامون رہو گے اور بحمد اللہ عمر کا قتل کر دینا ہم پر کچھ دشوار نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ اگر عمر خیر کے ارادہ سے آ رہا ہے تو ہم بھی اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں گے اور اگر شر کے ارادہ سے آ رہا ہے تو اسی کی تلوار سے اسے قتل کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے کی اجازت دی۔ دروازہ کھول دیا گیا اور دو شخصوں نے میرے دونوں بازو پکڑے اور آپ کے سامنے لا کر مجھ کو کھڑا کیا آپ نے ان سے فرمایا کہ چھوڑ دو اور میرا کرتہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا اے خطاب کے بیٹے اسلام لا اور یہ دعا فرمائی۔

اللھم اھدہ (اے اللہ اس کو ہدایت دے)

اور عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمر کیا تو اس وقت تک باز نہ آئے گا جب تک خدائے عزوجل تجھ پر کوئی رسوا کن عذاب نازل نہ فرمائے۔

قبول اسلام

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اسی لئے حاضر ہوں کہ ایمان لاؤں اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کچھ اللہ کے پاس سے نازل ہوا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ

عرش و فرش پر جشن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط مسرت سے با آواز بلند تکبیر کہی جس سے تمام اہل

والے نے پہچان لیا کہ مسلمان ہو گئے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو جبریل امین نازل ہوئے اور یہ فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام اہل آسمان حضرت عمر کے اسلام سے مسرور اور خوش ہوئے۔

حرم میں اعلانیہ نماز کا آغاز

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اسی وقت سے دین کی عزت اور اسلام کا ظہور اور غلبہ شروع ہو گیا۔ علی الاعلان حرم میں نماز پڑھنے لگے۔ اعلانیہ طور پر اسلام کی دعوت و تبلیغ شروع ہو گئی۔ اسی روز سے حق اور باطل کا فرق واضح اور ظاہر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام فاروق رکھا۔

قریشیوں میں اعلان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مارنا

حضرت عمر جب اسلام لائے تو یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے اسلام کی ایسے شخص کو اطلاع دوں کہ جو بات کے مشہور کرنے میں خوب ماہر ہو تا کہ سب کو میرے اسلام کی اطلاع ہو جائے چنانچہ جمیل بن معمر کے پاس گئے جو اس بات میں مشہور تھا اور کہا اے جمیل تجھ کو معلوم بھی ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ جمیل یہ بات سنتے ہی اسی حالت میں اپنی چادر کھینچتا ہوا مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ جہاں سرداران قریش جمع تھے وہاں پہنچ کر با آواز بلند یہ کہا۔ اے لوگو عمر صابی ہو گیا ہے۔ عمر فرماتے ہیں میں بھی پیچھے پیچھے پہنچا اور کہا کہ یہ غلط کہتا ہے میں صابی نہیں ہوا میں تو اسلام لایا ہوں اور یہ گواہی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سننا تھا کہ لوگ عمر پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا اسی میں دن چڑھ گیا۔ اتفاق سے عاص بن وائل سہمی ادھر آ نکلے۔ عاص نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے لوگوں نے کہا عمر صابی ہو گیا ہے۔ عاص نے کہا تو پھر کیا ہوا۔ ایک شخص نے اپنے لئے ایک امر (دین) کو اختیار کر لیا ہے یعنی پھر تم کیوں مزاحم ہوتے ہو کیا تمہارا گمان ہے کہ بنی عدی اپنے آدمی (یعنی حضرت عمر) کو یونہی چھوڑ دیں گے جاؤ میں نے عمر کو پناہ دی ہے۔ عاص کا پناہ دینا تھا کہ مجمع منتشر ہو گیا۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اب تک یہ موقع نہیں ملتا تھا کہ مسلمان حرم کعبہ میں نماز پڑھ سکیں۔ مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو پہلے سرداران قریش میں سے ہر ایک کی ڈیوڑھی پر پہنچ کر ہر ایک کو نام بنام

کہ عمر مسلمان ہو گیا ہے اس کے بعد تمام مسلمانوں کو ساتھ لے کر حرم شریف میں داخل ہوئے اور کھلے بندوں نماز پڑھی۔ لیکن قریش نے سب کی پوری طرح تواضع کی۔ خصوصاً حضرت فاروق ہر ایک کا نشانہ بنے۔ کافی مار پیٹ کے بعد کسی طرح یہ ہنگامہ ختم ہوا مگر عمر بن الخطاب کا مسلمان ہو جانا ایسا حادثہ نہیں تھا جس پر قریش آسانی سے صبر کر لیتے۔ انہوں نے حضرت عمر کی زندگی دوبھر کر دی۔ حتیٰ کہ وہ بھی مکان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ لیکن عرب کے مشہور اور باہیبت قبیلہ بنی سہم سے ان کا معاہدہ تھا۔ معاہدہ اس وقت کام آیا۔ (سیرت مبارکہ)

قتل کے درپے ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی روایت ہے۔ ''عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکان میں چھپے ہوئے تھے۔ باہر میدان میں اتنا ہجوم تھا کہ پوری وادی آدمیوں سے پٹی ہوئی تھی اور یہ شور تھا کہ عمر بے دین ہو گیا ہے۔ میں مکان کی چھت پر کھڑا ہوا یہ ہنگامہ دیکھ رہا تھا میں پریشان تھا کہ کیا ہوگا۔ دفعتاً ایک صاحب نمودار ہوئے۔ ریشمی کلوں دار قمیص پہنے ہوئے۔ اس کے اوپر ریشمی قبا اور شیوخ عرب کے قاعدے کے بموجب ایک بڑھیا چادر اوڑھے ہوئے وہ مکان میں پہنچے۔ والد صاحب سے دریافت کیا۔ کیا واقعہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ جرم یہ ہے کہ مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس سردار نے کہا۔ ہرگز نہیں یہ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر یہ سردار باہر آیا اور اعلان کر دیا کہ عمر کو میں نے پناہ دے دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جیسے ہی اس سردار نے یہ اعلان کیا وہ تمام مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ صاحب کون ہیں۔ جواب دیا قبیلہ بنی سہم کا شیخ و رئیس عاص بن وائل سہمی۔ (بخاری)

اسلام کی فتح

بایں ہمہ حضرت عمر کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی ڈھارس بندھی اور بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ قوت حاصل ہوئی جو پہلے نہیں تھی۔ ہم کھلے بندوں حرم کعبہ میں پہنچے۔ طواف کیا۔ نماز پڑھی۔ حضرت ابن مسعود فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا اسلام کی فتح تھی۔ ان کی ہجرت نصرت اور ان کی حکومت رحمت۔ (عمدہ بیان)

سماجی بائیکاٹ

☆ نبوت کے ساتویں سال محرم کی پہلی تاریخ سے یہ مقاطعہ شروع ہوا تھا جو تقریباً تین سال تک رہا۔

☆ ہر چند کہ آپ ﷺ نے سب کچھ سمجھایا مگر ضدی طبیعتیں جن کو اپنی پرانی لکیر کا فقیر بنا رہنا ہی پسند تھا۔ آپ ﷺ کے اقوال اور احوال میں غور کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوئیں۔ اور اب پوری طرح دلوں میں ٹھان لیا کہ جس تدبیر سے ہو سکے ان کی زبان بند اور کام تمام کر دیا جائے۔

عرب کے باشندے جن کی آزادی کا نمونہ اب بھی بدوؤں میں موجود ہے گرم و خشک ملک میں پیدا ہونے کی وجہ سے جیسے کچھ ہونے چاہئیں ظاہر ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ جہالت کی گھنگھور گھٹائیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں اور ہر شخص گویا اپنے گھر کا بادشاہ اور اپنے خیالات و ارادوں کا مالک بنا ہوا تھا۔ پس جو کچھ بھی کر گزرتے وہ تھوڑا تھا اور خاص کر جبکہ بچہ بچہ پستان شجاعت کا شیر خوار اور معرکہ جنگی و قتل و خون کے بازار کا نام آور سورما کہلاتا تھا۔ اور اس پر طرہ مذہبی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین جس کو ضعیف سے ضعیف شخص بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ ایسی خطرناک حالت میں ایک شخص کا قصہ طے کرنا کوئی بات نہ تھی۔ مگر یہ آپ ﷺ کے شہنشاہی سفیر ہونے کی مستقل دلیل تھی کہ چاروں طرف مخالفت کی شعلہ زن آگ میں آپ اسی طرح محفوظ رہے جس طرح آپ ﷺ کے جد امجد حضرت خلیل اللہ نار نمرودی میں محفوظ رہے تھے اور باوجود آپ کے تنہا بے یار و مددگار اور بلا تعصب و جنگجو ہونے کے کسی قوم نے ظاہری مخالفت ہونے کے کوئی چھوٹا بڑا شخص آپ کا بال بیکا نہ کر سکا۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق کو ہجرت حبشہ کا ارادہ۔

تمام قریش کا آخری فیصلہ و معاہدہ قطع تعلق

جب قریش کی سفارت حبشہ سے ناکام واپس ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ نجاشی نے حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کا بہت اکرام کیا۔ ادھر حضرت حمزہ اور حضرت عمرا سلام لے آئے جس سے کافروں کا زور ٹوٹ گیا اور پھر یہ کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور کوئی حربہ دین حق کے دبانے میں کارگر نہیں ہوتا تب تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے یک لخت تمام تعلقات قطع کر دیے جائیں کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نکاح کرے اور نہ ان سے میل جول رکھے جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ بنی کنانہ بھی اس معاہدہ میں شریک ہوا۔

دستاویز کو کعبہ میں لٹکانا

اسی مضمون کی ایک تحریر لکھ کر اندرون کعبہ آویزاں کر دی گئی۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس ظالمانہ اور سفاکانہ معاہدہ کو لکھا اس کو اسی وقت من جانب اللہ اس کی سزا مل گئی اس کی انگلیاں شل ہو گئیں اور ہمیشہ کے لئے ہاتھ کتابت سے بیکار ہو گیا۔

(نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی اجتماعی کوششیں

پے در پے ناکامیوں نے قریش کو اور زیادہ مشتعل کر دیا۔ کھلم کھلا قتل کرنے میں قبائلی جنگ چھڑ جانے کا خطرہ تھا۔ لیکن خفیہ طور پر قتل کرنے میں پہلے ثبوت کی ضرورت تھی۔ جس کا مہیا کرنا بنو ہاشم کے لئے تقریباً ناممکن تھا۔ چنانچہ خفیہ طور پر جان جہاں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان لینے کی سازش ہونے لگی۔ خواجہ ابو طالب کے چوکنے دماغ نے اس کو بھانپا۔ انہیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق ہی نہیں بلکہ خاندان ہاشم کے اور لوگوں کے متعلق بھی خطرہ ہوا مثلاً خواجہ ابو طالب کے بڑے صاحبزادے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اگرچہ ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے لیکن چھوٹے صاحبزادے حضرت "علی" یہیں تھے جو ہر دم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ تو جناب ابو طالب نے خاندان کے لوگوں سے مشورہ کیا اور طے یہ پایا کہ شہر کے خطرناک ماحول سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر چلا جائے۔

تمام بنو ہاشم کا وادی میں جا بسنا

پہاڑیوں کے بیچ میں ایک مقام "خیف بنی کنانہ" تھا۔ یہ بنو ہاشم کا موروثی رقبہ تھا۔ طے یہ ہوا کہ وہاں جا کر قیام کیا جائے۔ چنانچہ پورا خاندان (جس کے بہت سے افراد ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے) اس مقام پر چلا گیا جس کا دوسرا نام شعب ابی طالب تھا۔

بنو ہاشم اور بنو المطلب مومن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے دین کی وجہ سے دیا اور کافروں نے خاندانی اور نسبی تعلق کی وجہ سے۔ بنو ہاشم میں سے صرف ابولہب قریش کا شریک رہا۔

جناب ابو طالب کی جاں نثاریاں

ابو طالب یہاں پہنچ کر بھی اپنے بھتیجے کی نگرانی راتوں کو کیا کرتے تھے۔ ان کے سونے کی جگہ بھی بدلتے رہتے تھے۔

وادی میں بنی ہاشم پر بھوک وفاقہ کشی کی تکالیف

اس حصار میں مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھا کر زندگی بسر کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا۔ اتفاق سے شب میں میرا پیر کسی تر چیز پر پڑا فوراً زبان پر رکھ کر نگل گیا اب تک معلوم نہیں کہ وہ کیا شے تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لئے نکلا راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا چمڑا پڑا تھا۔ پانی سے دھو کر اس کو جلایا اور کوٹ چھان کر ستو کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پی لیا تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے رفقا اگرچہ بنو ہاشم نہیں تھے مگر وہاں سے رحمت تھے تو حضور ان سے بھی اتنا ہی محبت تھی ...

نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو ابولہب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھر جاتا تاکہ کوئی تاجر اصحاب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے بلکہ ان سے اضعافا مضاعفہ قیمت لے اور اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ صحابہ خریدنے کے لئے آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہو جاتے۔ الغرض ایک طرف اپنی حمیدت اور دشمنوں کی یہ چیرہ دستی تھی اور دوسری طرف بچوں کا بھوک سے تڑپنا اور بلبلانا تھا۔

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر

وہی فطرت رحیمہ و رؤفہ جو انسان تو انسان کسی جانور کے دکھ کو بھی دیکھ کر تڑپ جاتی تھی۔ اس کے لئے آزمائش کی کیسی کڑی گھڑی تھی کہ ننھے ننھے بچے اس لئے بلبلاتے تھے کہ ان کی ماؤں کی چھاتی میں دودھ نہیں ہے (اتیمی اللاہم)

مخالفوں میں مختلف تبصرے

تین سال مسلسل اسی حصار میں سخت تکلیف کے ساتھ گزارے یہاں تک کہ بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آواز باہر سے سنائی دینے لگی۔ سنگدل سن سن کر خوش ہوتے لیکن جو ان میں سے رحم دل تھا ان کو ناگوار گزرا اور صاف کہا کہ تم کو نظر نہیں آتا کہ منصور بن عکرمہ پر کیا آفت آئی۔

بعض کی خفیہ ہمدردیاں اور ابوجہل کی سنگدلی

بعض لوگوں کا اپنے عزیزوں کی اس تکلیف کو دیکھ کر دل دکھتا تھا پوشیدہ طور پر ان کے کچھ کھانے پینے کا سامان بھیجتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کیلئے غلام کو ہمراہ لیکر کچھ غلہ لے جا رہے تھے۔ جاتے ہوئے ابوجہل نے دیکھ لیا اور کہا کیا تم بنو ہاشم کیلئے غلہ لئے جاتے ہو۔ میں تم کو ہرگز غلہ نہ لے جانے دونگا اور سب میں تم کو رسوا کروں گا۔

اتفاق سے ابوالبختری سامنے سے آ گیا۔ واقعہ معلوم کر کے ابوجہل سے کہنے لگا ایک شخص اپنی پھوپھی کے لئے غلہ بھیجتا ہے تم اس میں کیوں مزاحمت کرتے ہو۔ ابوجہل کو غصہ آ گیا اور سخت سست کہنے لگا۔ ابوالبختری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ابوجہل کے سر پر اس زور سے

بارش کے سرزمین تر ہو گیا۔ ماں محاصرے سے زیادہ بچوں کو اس کی تکلیف پہنچی کہ حضرت حمزہؓ
کھڑے ہوئے شعب ابی طالب میں یہ واقعہ لکھ رہے تھے۔

انہیں تکالیف اور مصائب کی بنا پر بعض رحم دلوں کو اس عہد کو توڑنے کا خیال پیدا ہوا۔
سب سے پہلے ہشام بن عمرو کو خیال آیا کہ افسوس ہم تو کھا پی رہے ہیں اور ہمارے قریبی و
اقارب وابستہ بھوکے تڑپ رہے ہیں اور فاقے پر فاقے کھینچ رہے ہیں۔ جب رات ہوئی تو ایک اونٹ غلہ کا
شعب ابی طالب میں لے جا کر چھوڑ دیتے۔

سرداروں میں مہم

ایک روز ہشام بن عمرو یہی خیال لے کر زہیر بن امیہ کے پاس گئے۔ جو عبدالمطلب
کے نواسے اور عاتکہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے تھے
جا کر یہ کہا اے زہیر کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم تو کھاؤ پیو اور نکاح کرو اور تمہارے
ماموں ایک ایک دانہ کو ترسیں۔ خدا کی قسم اگر ابوجہل کے ماموں اور ننھیال کے لوگ اس
حال میں ہوتے تو ابوجہل ہرگز ہرگز ایسے عہد پر قائم نہ رہتا۔ زہیر نے کہا افسوس میں
تنہا ہوں۔ تنہا کیا کر سکتا ہوں۔ کاش ایک شخص اور مل جائے تو پھر میں اس کام کیلئے تیار
ہوں۔ ہشام بن عمرو وہاں سے اٹھے اور مطعم بن عدی کے پاس گئے وہ ان ہی کے ہم خیال تھے
مطعم نے بھی یہی کہا کہ ایک آدمی اور اپنا ہم خیال بنا لینا چاہئے۔

ہشام وہاں سے روانہ ہوئے اور ابوالبختری اور زمعہ بن الاسود کو اپنا ہم خیال بنایا
جب یہ پانچ آدمی اس عہد کے توڑنے پر آمادہ ہو گئے تو سب نے ایک زبان ہو کر یہ کہا کہ
کل جب سب جمع ہوں اس وقت اس کا ذکر اٹھایا جائے۔ زہیر نے کہا ابتداء میں کروں گا۔

مسجد حرام میں سرداروں کا اکٹھ

صبح ہوئی اور لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ زہیر اٹھے اور کہا اے اہل مکہ بڑے افسوس اور
غیرت کی بات ہے کہ ہم تو کھائیں اور پئیں اور کپڑے پہنیں اور نکاح اور بیاہ کریں اور بنو ہاشم تو
بھوکے مریں۔ خدا کی قسم جب تک یہ صحیفہ قاطعہ ظالمانہ چاک نہ کیا جائے گا میں اس وقت

نہ بیٹھوں گا۔ ابوجہل نے کہا کہ خدا کا یہ عہد نامہ کبھی نہیں پھاڑا جا سکتا۔

زمعہ بن الاسود نے کہا خدا کی قسم ضرور پھاڑا جائے گا جس وقت یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا ہم اسی وقت راضی نہ تھے۔ ابوالبختری نے کہا کہ زمعہ سچ کہتا ہے ہم بھی راضی نہ تھے۔ معطم نے کہا بے شک یہ دونوں سچ کہتے ہیں۔ ہشام بن عمرو نے پھر اس کی تائید کی ابوجہل مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اور یہ کہا کہ یہ تو رات کا طے کیا ہوا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ (سیرۃ ابن اسحاق)

تین سال پورے ہونے لگے تو یک طرفہ متواتر ظلم وستم نے کچھ اہل قرابت کے دلوں میں نرمی پیدا کی اور یہ بحث شروع ہوئی کہ معاہدہ کی پابندی کب تک کی جائے۔ لیکن پلہ ان کا بھاری تھا۔ جن کے سینوں میں دلوں کی جگہ پتھر بھرے ہوئے تھے۔ دفعۃً ایک قدرتی حل سامنے آ گیا۔ (محمد میاں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کہ دستاویز کو کیڑوں نے چاٹ لیا ہے

اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو یہ خبر دی کہ اس عہد نامہ کو باستثناء اسماء الٰہی کیڑوں نے کھا لیا ہے اور باسمک اللھم کے علاوہ جو بطور عنوان ہر تحریر کے شروع میں لکھا جاتا تھا تمام حروف کو کیڑے چاٹ گئے ہیں۔

ابوطالب نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ میرے بھتیجے نے آج ایسی خبر دی ہے اور میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ان کی کوئی بات آج تک غلط ثابت ہوئی۔ آؤ بس اسی پر فیصلہ ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر صحیح اور سچ نکلے تو تم ان پر ظلم وستم سے باز آؤ اور اگر غلط نکلے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں چاہے تو ان کو قتل کرنا اور چاہے زندہ چھوڑنا۔ لوگوں نے کہا کہ اے ابوطالب آپ نے بیشک انصاف کی بات کہی اور اسی وقت عہد نامہ منگوایا گیا۔ دیکھا تو واقعی سوائے خدا کے نام کے تمام حروف کو کیڑوں نے کھا لیا تھا سرداروں کی رسوائی اور بائیکاٹ کا خاتمہ دیکھتے ہی ندامت اور شرمندگی سے سب کی گردنیں جھک گئیں۔ اس طرح اس ظالمانہ عہد

نامہ کا خاتمہ ہوا 10 نبوی میں ابو طالب اور آپ کے تمام رفقاء اس درہ سے باہر آ گئے۔
بعد ازاں ابو طالب حرم میں پہنچے اور بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر ابو طالب اور ان کے رفقاء نے یہ دعا مانگی اے اللہ جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری قرابتوں کو قطع کیا اور ہماری آبروؤں کو حلال سمجھا ان سے ہمارا بدلہ اور انتقام لے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

سرداروں کی ایک نہ چلی سرداران قریش کو یقین تھا کہ جیت ہماری ہوگی۔ مگر جب خزانہ کھول کر دستاویز نکالی گئی تو دیکھا "الصادق الامین" کی خبر حرف بحرف سچ ہے سنگدلوں کے پیشواؤں نے پھر بھی یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ محمد کا جادو ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اب وہ اپنے اصرار میں کامیاب نہ ہو سکے اور مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ معاہدہ ختم ہو گیا۔ اس قدرتی کرشمہ کے بعد ایسی فضا ہوئی کہ بنو ہاشم شعب سے نکل کر مکہ میں آ گئے۔ (سیرت مبارکہ)

جناب ابو طالب کا قصیدہ

ابو طالب نے اس بارے میں ایک قصیدہ بھی پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

الم یاتکم ان الصحیفۃ مزقت　　　　وان کل مالم یرضہ اللہ یفسد

کیا تم کو خبر نہیں کہ وہ عہد نامہ چاک کیا گیا اور جو چیز خدا کے نزدیک ناپسند ہوتی ہے وہ اسی طرح سے خراب اور برباد ہوتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حبشہ کی طرف ہجرت کیلئے روانگی

اسی عرصہ میں کہ جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے ابوبکرؓ حبشہ کی ہجرت کی نیت سے نکلے (تا کہ مہاجرین حبشہ سے جا ملیں) جب مقام برک الغماد پر پہنچے تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔

ابن الدغنہ نے پوچھا اے ابوبکر کہاں کا قصد ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ میری قوم نے مجھ کو نکال دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا کی زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔

عرب سردار کا آپ کو خراج تحسین اور پناہ دینا

ابن الدغنہ نے کہا کہ اے ابوبکر تم جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے تم نادار وں کے لئے سامان مہیا کرتے ہو۔ صلہ رحمی کرتے ہو لوگوں کے بوجھ (قرضہ وتاوان) اٹھاتے ہو مہمان نواز ہو۔ حق کے معین اور مددگار ہو۔ میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ تم لوٹ جاؤ۔ ابن الدغنہ نے سرداران قریش کی موجودگی میں بیت اللہ کا طواف کیا اور سرداران قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہیں نکلتا اور نہیں نکالا جاتا کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کے لئے سامان مہیا کرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمان نواز ہے۔ حق کا معین اور مددگار ہے۔ میں نے ان کو پناہ دی ہے۔

پناہ تسلیم کرنے کے لئے قریش کی شرطیں

قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو تسلیم کیا اور یہ کہا کہ آپ ابوبکر سے یہ کہہ دیں کہ اپنے گھر میں خدا کی عبادت کریں نمازیں پڑھیں قرآن کی تلاوت کریں لیکن اعلان نہ کریں۔ اعلانیہ طور پر نماز نہ پڑھیں۔ با آواز بلند قرآن کی تلاوت نہ کریں اس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے کہیں اسلام پر مفتون نہ

ہو چکی ہیں۔ ابن الدغنہ حضرت ابوبکر کو یہ کہہ کر لوٹ گئے۔ حضرت ابوبکر صرف اپنے گھر میں خدا کی عبادت کرنے لگے۔ بعد چندے ابوبکر نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنائی کہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن تلاوت کرتے۔

حضرت ابوبکر کی تلاوت کا قریش کے بچوں اور عورتوں پر اثر

قریش کے بچے اور عورتیں ٹوٹ پڑتے اور تعجب سے لگاتار ٹکٹکی باندھے ہوئے ابوبکر کو دیکھتے رہتے۔ جس کو دیکھئے اس کی نظر کا منتہیٰ اور غایت ابوبکر تھے ابوبکر خدا کے خوف سے بہت رونے والے مرد تھے باوجود مرد ہونے کے تلاوت قرآن کے وقت اپنی آنکھوں کے مالک نہیں رہتے تھے۔ ہزار کوشش بھی کریں تو اپنی آنکھوں کو تھام نہیں سکتے تھے۔

سرداروں کی گھبراہٹ اور پناہ کی واپسی

سرداران قریش نے جب یہ حال دیکھا تو گھبرا گئے اور فوراً ہی ابن الدغنہ کو بلا بھیجا اور ابن الدغنہ سے یہ شکایت کی ہم نے ابوبکر کو آپ کے کہنے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں مخفی اور پوشیدہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی کریں۔ علانیہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی نہ کریں اور علانیہ طور پر نماز اور قرآن نہ پڑھیں۔ اب ابوبکر نے خلاف شرط علی الاعلان نماز اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا ہے جس سے ہم کو اپنے بچوں اور عورتوں کے بگڑ جانے (یا مسحور ہو جانے) کا اندیشہ ہے آپ ابوبکر سے کہہ دیجئے کہ اپنی شرط پر قائم رہیں یا آپ کے امان اور پناہ کو واپس کر دیں ہم آپ کی پناہ کو توڑنا نہیں چاہتے۔ ابوبکر نے کہا کہ میں تمہارے امان اور پناہ کو واپس کرتا ہوں اور صرف اللہ عزوجل کے امان اور پناہ پر راضی ہوں۔

کردار کی خوبی

ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ بعینہ وہ اوصاف ہیں کہ جو حضرت خدیجہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شمار کئے تھے (جیسا کہ بعثت نبوی کے بیان میں گزر چکے ہیں) جس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال اور مقام صدیقیت کو مقام نبوت سے قرب اور اتصال کا پتہ چلتا ہے۔

عارفین محققین کے نزدیک مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے مابین کوئی اور مقام نہیں مقام صدیقیت کی نہایت مقام نبوت کی بدایت سے ملحق ہے۔

غم کا سال

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات

وہ ادھر اپنے آخری منصوبے پکا رہے تھے کہ قوتوں کے ساتھ اس بندھی ہوئی دنیا میں ان دو آدمیوں کا وقت کم ہو گیا۔

جو جانچا جا رہا تھا اس کے لئے واقعہ کے اعتبار سے کچھ نہ ہوں لیکن عام بشری قانون کی رو سے ان کو بہت کچھ سمجھا جاتا ہے جن کی تنگ کرتے تھے کہ بلنے کے وقت بھی دونوں تھام لیتے ہیں ٹوٹنے کے وقت بھی دونوں ڈھارس باندھ دیتے ہیں۔

الغرض ابو طالب بھی چل بسے اور سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون دنیا کی ایمان والیوں کی پیشوا رضی اللہ عنہا نے اپنا کام پورا کر کے چھوڑ دیا۔ امتحان کے میدان میں تنہا چھوڑ دیا۔ تاکہ تسلی کے الزام کا یہ شوشہ بھی کٹ جائے۔ مٹ جائے اور وہ کٹ گیا۔ مٹ گیا لیکن امتحان دینے والا امتحان کے میدان میں اسی طرح ڈٹا ہوا تھا اور ان تمام حالات کے ساتھ ڈٹا ہوا تھا۔ جو اس پر گزر رہے تھے گزارے جا رہے تھے۔

لیکن کب تک جبش والے جبش میں تھے۔ دنیا والے آخرت میں مکہ والوں کے پاس امتحانی مدت کے دس سال سے زیادہ گزر چکے تھے باقی کی کونسی شکل تھی جو باقی رہ گئی تھی بجز اس ایک منصوبے کے جو آخری منصوبہ تھا۔ (النبی الخاتم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے دسویں سال گھاٹی سے باہر آئے تھے۔ اور اسی گھاٹی سے نکلنے کے آٹھ مہینے بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ

رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ (ابن سعد)

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی خدمات

شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد، رمضان یا شوال 10 نبوی میں ابو طالب نے انتقال کیا اور پھر تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا۔

سیدہ خدیجہ وہ خاتون تھیں جو سب سے پہلے ایمان لائیں اور ابو طالب وہ شیخ قبیلہ تھے جو آخر تک ایمان نہیں لائے اور یہ اعلان کرتے ہوئے مرے کہ میں نے اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جاں نثار تھے (محمد میاں)

آخری وقت ابو طالب کو دعوت اسلام

مسند احمد اور بخاری اور مسلم اور نسائی میں ہے کہ جب ابو طالب مرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا اے چچا تم ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لو تاکہ خدا کے سامنے تمہاری شفاعت اور سفارش کیلئے مجھ کو ایک حجت اور دلیل مل جائے۔

ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم عبد المطلب کی ملت کو چھوڑتے ہو۔ ابو طالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا علی ملۃ عبد المطلب یعنی عبد المطلب کے دین پر ہوں۔

حضورؐ کو ابو طالب کیلئے استغفار سے ممانعت

ابو طالب تو یہ کہہ کر مر گئے رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں برابر ابو طالب کے لئے استغفار یعنی دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب تک خدا کی طرف سے مجھ کو منع نہ کیا جاوے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم (توبہ ۱۱۴)

ترجمہ: نبی اور مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے دعا مغفرت کریں اگرچہ ان

کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جبکہ یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ دوزخی ہیں یعنی کفر پر مرے ہیں۔
اور یہ آیت بھی نازل ہوئی۔

انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء (قصص ۵۶)

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

ابو طالب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا اخروی فائدہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اپنے چچا کے کیا کام آئے وہ آپ کے حامی اور مددگار تھے۔ آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے۔ اگر میں شفاعت نہ کرتا تو جہنم کی تہہ میں ہوتے (بخاری شریف، باب قصہ ابی طالب)

ٹخنوں تک آگ کا راز

علامہ سہیلی فرماتے ہیں ابو طالب سر سے پیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت میں غرق تھے۔ صرف قدم بجائے اسلام کے ملت عبدالمطلب پر تھے اس لئے عذاب قدموں پر مسلط کیا گیا۔ ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

دشمنوں کا راستہ صاف

پناہ کی یہ دونوں دیواریں منہدم ہو گئیں۔ تو اب دشمنوں کا راستہ صاف تھا۔ عقبہ بن ابی معیط اور ابولہب جو بدترین موذی دشمن تھے اور دونوں پڑوسی تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ راستے میں کانٹے بچھوا دیتے۔ دروازہ میں غلاظت کا بھرا ہوا ٹوکرا ڈلوا دیتے تھے۔ ان کے چھوٹے ان سے بھی آگے تھے وہ کاشانہ نبوی میں گھس کر برتنوں کو خراب کرتے۔ پکتی ہوئی ہنڈیا کو گندی کر دیتے یا اس میں پلیدی ڈال دیتے تھے۔

خدا جانے کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے۔ سر مبارک اور کپڑے گرد و غبار اور پلیدی سے آلودہ۔ صاحبزادیاں یہ حالت دیکھ کر بے قرار ہو رہی ہیں۔ کپڑے بھگو رہی ہیں۔ سر مبارک صاف کر رہی ہیں۔ زبان سے بددعا نکل رہی ہیں تو ارشاد ہوتا ہے (لاتبکی یا بنیۃ فان اللہ مانع اباک)۔ (بیٹی گھبراؤ نہیں اللہ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔ مدینہ)

طائف کا دعوتی سفر

ابوطالب کے بعد آپ کا کوئی حامی اور مددگار نہ رہا اور حضرت خدیجہؓ کے رخصت ہو جانے سے کوئی تسلی دینے والا اور غمگسار نہ رہا اس لئے آپ نے قریش مکہ کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہو کر اخیر شوال 10 نبوی میں طائف کا قصد فرمایا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کریں اور اس کے دین کے حامی اور مددگار رہوں۔ زید بن حارثہؓ کو ہمراہ لیکر طائف تشریف لے گئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

یہ نہیں سنتے شاید دوسرے سنیں یہاں جی نہیں لگتا۔ شاید وہاں لگے کچھ بھی سوچ کر زیادہ دور نہیں بلکہ امراء کے گرمائی اسٹیشن طائف کا خیال آیا۔ زیدؓ بن حارثہ آزاد غلام کے سوا ساتھ بھی کوئی نہ تھا۔ حجاز کی سب سے بڑی دولت مند عورت خود بھی جا چکی تھیں اور جو کچھ تھا ان ہی راہوں میں جن پر وہ صرف ہو رہا تھا۔ صرف ہو چکا تھا سب کچھ جا چکا تھا۔ اتنا بھی باقی نہ تھا کہ طائف تک کے لئے کوئی سواری ہی کرایہ پر کر لی جائے۔ معمولی دو چپلوں کے سوا پائے مبارک کے لئے راستہ کو آسان کرنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ اسی حال میں پہنچتے پہنچتے ہی اونچی دکانوں والوں کے پاس آئے جس لئے آئے تھے اس کا اظہار کیا گیا۔ پھر تمام تجربوں میں یہ آخری تجربہ تھا کہ جس کسی کے پاس گئے اس نے پلٹایا جس سے بولے اسی نے جھڑکا۔ (النبی الخاتم)

دعوت کے لئے نئے میدان کی تلاش

نبی کا بھروسہ خدا پر ہوتا ہے۔ مگر چونکہ نبی کی زندگی کا ہر ورق امت کے لئے سبق ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ پر مکمل اور کامل بھروسہ کے باوجود ظاہری ذرائع اور اسباب سے دامن نہیں جھٹکتا۔ کیونکہ اگر سلسلہ اسباب کو چھوڑ دیا جائے تو اس عالم اسباب کا نظام ہی درہم برہم ہو جائے۔ بہر حال جب خواجہ ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کو موقع مل گیا کہ

جو کچھ وہ اب تک نہیں کر سکتے تھے اس کو کر گزریں تو آپ کو بھی ایسے ذریعہ کی تلاش ہوئی جو قانون عرب کے بموجب آپ کے لئے پناہ بن سکے۔

مگر سختی بجز مسلمانوں یا آل ہاشم کے علاوہ مکہ کا بچہ بچہ دشمن تھا اور کوئی ہمدرد بھی تھا تو کس کی ہمت تھی کہ قریش کے مقابلہ میں آپ کی ڈھال بن سکے۔ لہذا آپ نے مکہ سے باہر نظر دوڑائی۔ (محمد بیان)

طائف

مکہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ایک سرسبز پہاڑ ہے۔ نہایت زرخیز وہاں بڑے بڑے باغات اب بھی ہیں اور اس وقت بھی تھے۔ مکہ کے رئیسوں کی وہاں کوٹھیاں تھیں۔ قبیلہ ثقیف کا وہاں تسلط تھا۔ وہ عرب کا طاقتور قبیلہ مانا جاتا تھا۔ قریش بھی اس کا دم بھرتے تھے۔ اس قبیلہ سے ان کی رشتہ داریاں بھی تھیں۔ (سیرۃ عمر بن کثیر)

طائف کے لوگوں کو دعوت اسلام

تین بھائی عبدیالیل، مسعود اور حبیب یہاں کے رئیس اعظم اور قبیلہ ثقیف کے سردار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی کہ اگر وہ پناہ میں لے لیں تو آپ کو فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں آسانی ہو۔ چنانچہ آپ رمضان گزرنے کے بعد ۱۰ شوال میں طائف تشریف لے گئے۔ دس روز وہاں قیام فرمایا۔ عوام و خواص اور ہر ایک کے سامنے دعوت اسلام پیش کی۔ روساء اور معززین کے مکانوں پر پہنچ کر گفتگو کی۔ ان تینوں بھائیوں سے بھی ملاقات کی۔ اپنا مقصد واضح کیا۔ مگر کسی ایک نے انسانیت سے جواب نہ دیا۔ (محمد بیان)

طائف کے سرداروں کا جواب

عبدیالیل، مسعود، حبیب ان تینوں بھائیوں پر جو وہاں کے سرداروں میں سے تھے اسلام پیش کیا۔ بجائے اس کے کہ کلمہ حق کو سنتے نہایت سختی سے آپ کو جواب دے دیا۔ ایک نے کہا کیا خدا نے کعبہ کا پردہ چاک کرنے کیلئے تجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ایک نے کہا کیا خدا کو اپنی پیغمبری کیلئے تمہارے سوا اور کوئی نہیں ملا۔ ایک نے کہا خدا کی قسم میں تم سے کلام نہ

کروں گا۔ گر واقعی میں اللہ نے تجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تو تیرے کلام کو رد کرنا سخت خطرناک ہے اور اگر تم اللہ کے رسول نہیں تو پھر تم قابل خطاب ہونے کی لیاقت نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بارش کی اور بعد ازاں اوباش اور بازاری لڑکوں کو اکسا دیا کہ وہ آپ پر پتھر برسائیں اور آپ کی ہنسی اڑائیں۔ ظالموں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپ زخمی ہو گئے۔ جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ بدنصیب آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کیلئے کھڑا کر دیتے اور ہنستے۔

زید بن حارثہ جو اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے وہ آپ کو بچاتے اور یہ کوشش کرتے کہ جو پتھر بھی آئے وہ بجائے آپ کے مجھ پر گرے۔ اسی میں زید بن حارثہ کا تمام سر زخمی ہو گیا اور آپ کے پاؤں بھی اس قدر زخمی ہو گئے کہ ان سے خون بہنے لگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ الٰہی میں التجا

طائف سے واپسی میں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا باغ پڑتا تھا وہاں ایک درخت کے سایہ میں دم لینے کے لئے آپ بیٹھ گئے۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

اہل طائف کی وحشیانہ حرکتوں سے مجروح و مضروب "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" انگوری بیل کے سایہ میں غمخوار بیٹھے ہیں۔ دل میں درد ہے۔ زخموں میں ٹیس۔ مگر پیشانی بارگاہ رب العزت میں جھکی ہوئی ہے اور زبان مبارک مصروف دعا ہے۔ (روایت مبارکہ)

اللهم إليك أشكو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا أرحم الراحمين أنت رب المستضعفين إلى من تكلني إلى عدو بعيد يتجهمني أم إلى صديق قريب ملكته أمري إن لم تكن غضبانا علي فلا أبالي غير أن عافيتك أوسع لي أعوذ بنور وجهك الذي أشرقت له الظلمات وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة من تنزل بي غضبك أو يحل بي سخطك ولك العتبى حتى ترضى ولا حول ولا قوة إلا بك۔ (اخرجه ابن اسحاق والطبرانی)

اے اللہ میں تجھ سے اپنی کمزوری اور بے تدبیری کی اور لوگوں کی بے قدری کی شکایت کرتا

ہوں اے ارحم الراحمین تو کمزوروں کا خاص طور پر مربی اور مددگار ہے تو مجھے کس کے سپرد کرے گا کسی غضبناک اور ترش رو دشمن کی طرف یا کسی دوست کی طرف کہ جس کو تو میرے امور کا مالک بنا دے۔ اگر آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں تو پھر مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں مگر تیری عافیت اور سلامتی میرے لئے باعث صد سہولت ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔ تیری بزرگ ذات کے وسیلے سے جس سے تمام ظلمتیں منور ہوئیں اور اسی نور سے دنیا اور آخرت کا کارخانہ چل رہا ہے میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اور تیری ناراضی مجھ پر اترے اور اصل مقصود تجھ ہی کو منانا اور راضی کرنا ہے بندہ میں کسی شر سے پھرنے اور خیر کے کرنے کی قدرت نہیں مگر جتنی تیری بارگاہ سے عطاء ہو جائے۔

دعا کا اثر...... عداس کا ایمان لانا

اجابت دعا کے لئے تو نبوت و رسالت ہی کا وصف کافی تھا۔ کیونکہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے لیکن اس وقت وصف نبوت کے علاوہ اضطرار و مظلومیت غربت اور مسافرت کا بھی اضافہ ہو گیا۔

ایسی دعا کا زبان سے نکلنا تھا کہ اجابت کے دروازے کھل گئے۔ عتبہ اور شیبہ کہ جن کا دل اب تک پتھر سے زیادہ سخت تھا۔ آپ کی اس بے کسی اور مظلومیت کو باغ کے اندر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ دیکھ کر کچھ نرما گئے اور خون قرابت اور رگ حمیت جوش میں آئی۔ اپنے غلام عداس کو بلا کر کہا کہ ایک طبق میں انگور رکھ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اس میں سے تھوڑا بہت کچھ ضرور کھائیں۔ عداس نے آپ کے سامنے وہ طبق لا کر رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ عداس نے کہا کہ خدا کی قسم اس شہر میں تو کوئی شخص بھی اس کلام کا کہنے والا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداس سے فرمایا کہ تم کس شہر کے باشندے ہو اور تمہارا دین اور مذہب کیا ہے عداس نے کہا میں شہر نینوی کا باشندہ ہوں اور مذہبا نصرانی ہوں آپ نے فرمایا اس نینوی کے جہاں اللہ کے نیک بندے یونس بن متی رہتے تھے۔ عداس نے کہا کہ آپ کو یونس بن متی کا کیا علم؟

آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس نے آپ کی پیشانی

اور ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور یہ کہا اشهد انک عبدالله و رسوله جب عداس آپ کے پاس واپس آیا تو عتبہ اور شیبہ نے کہا کہ تو اس شخص کے ہاتھ اور پیروں کو کیوں بوسہ دیتا تھا۔ یہ شخص کہیں تجھ کو تیرے دین سے نہ ہٹادے۔ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

عداس کا سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے روکنا

حکیم ابن حزام سے مروی ہے کہ جب عتبہ اور شیبہ قریش مکہ کے ساتھ ہوکر جنگ بدر کے لئے تیار ہوئے تو عداس نے اس عتبہ اور شیبہ کے پیر پکڑ لئے اور یہ کہا کہ اللہ کی قسم وہ اللہ کے رسول ہیں یہ لوگ اپنی مقتل کی طرف کھینچے جارہے ہیں۔

عداسؓ بیٹھے رو رہے تھے کہ عاص بن شیبہ وہاں سے گزرا۔ عداسؓ سے پوچھا کیوں روتے ہو۔ عداس رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے ان دونوں سرداروں کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ یہ اس وقت اللہ کے رسول کے مقابلہ میں جارہے ہیں۔ عاص بن شیبہ نے کہا واقع میں وہ اللہ کے رسول ہیں۔ عداسؓ نے کہا ہاں خدا کی قسم بلاشبہ تمام دنیا کی طرف اللہ کے رسول ہوکر آئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کی پیشکش

یہاں سے اٹھے۔ دل غمگین تھا۔ حسرت و افسوس کے دھوئیں سے دم گھٹ رہا تھا۔ سر جھکائے ہوئے تشریف لے جارہے تھے۔ کچھ دھیان پلٹا تو دیکھا پہاڑی سامنے ہے جس کو قرن الثعالب یا قرن المنازل کہتے ہیں۔ آپ یہاں ٹھٹکے۔ اوپر نظر اٹھی تو دیکھا۔ ایک بادل آپ پر چھایا ہوا ہے۔ بادل پر نظر ڈالی تو دیکھا حضرت جبرئیل امین جلوہ افروز ہیں اور فرمارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سن لیا۔ دیکھ لیا تم نے جو کچھ کہا۔ جو لوگوں نے جواب دیا جس طرح تم کو واپس کیا اور جو سلوک تمہارے ساتھ کیا وہ بھی دیکھ لیا۔ اب یہ پہاڑوں کے فرشتے (ملک الجبال) موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے۔ آپ حکم کیجئے۔ یہ تعمیل کریں گے۔

پھر ملک الجبال سامنے آیا۔ سلام عرض کیا۔ پھر کہا۔

یا محمد! تمہاری قوم کی تمام باتیں خدا نے سنیں۔ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔

آپ جو چاہیں حکم کریں۔ میں تعمیل کروں گا۔ آپ حکم دیں مکہ کے دونوں طرف جو پہاڑ ہیں ان کو ملا کر ان تمام گستاخ' بے ادب لوگوں کو پیس ڈالوں۔ ایک آزمائش وہ تھی کہ اہل طائف ہر طرف سے پتھر برسا رہے تھے۔ دوسری آزمائش یہ ہے کہ جبرئیل امین اور ملک الجبال ان سب کو پیس ڈالنے کی فرمائش کے منتظر ہیں۔ وہ امتحان تھا صبر وضبط' تحمل اور استقلال کا۔ یہ امتحان ہے وسعت ظرف۔ فراخی حوصلہ اور دعوئ رحم وکرم کا۔

جس خدا نے آپ کو اس امتحان میں ثابت قدم رکھا۔ اس نے آپ کو اس امتحان میں بھی کامیاب فرمایا۔

فرشتے کی درخواست سن کر دل مبارک بیتاب ہو گیا۔ یہ خدا کی مخلوق جو نبی کی محتاج ہے۔ برباد کر دی جائے؟

آپ نے فرشتوں کو جواب دیا

ارجو ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شیئا۔

اگر یہ بدنصیب راہ راست پر نہ آئیں تو ان کی نسل سے میں نا امید نہیں ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ ان کی نسل میں وہ ہوں گے جو خدا واحد کی عبادت کریں گے اور شرک سے باز رہیں گے۔ (سیرت مبارکہ)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و دور اندیشی

جس کو ذرائع و وسائل کی قلت کا گلہ تھا اس کے ساز و سامان کی فراوانی کا اندازہ کر دیا۔ یہ تمہاری نظر کیا ہے؟ جس کے گھٹنے توڑے گئے۔ تختے چور کئے گئے۔ اب اس کے قابو میں کیا نہیں ہے اور جو اختیار دیا گیا۔ کیا وہ چھینا گیا۔

کتنا جھوٹا غرور ہے۔ جس کو بہلا کر شل کر دیا گیا ہے جب کہتے ہیں کہ ایسا کسی کو نہیں ملا دیوانو! تم کو کیا ملا جو تم سے پہلوں کو مل چکا ہے اور جو چاہا ہے اسے اب بھی ملتا ہے ہمیشہ ملتا رہے گا۔ لیکن تم نے جو کیا اور کر رہے ہو اسے دنیا دیکھ رہی ہے۔ اب دیکھو جس کو جہاں سے ملک الجبال ملا وہ اپنی اس قوت سے کیا کام لیتا ہے جنہوں نے اس کو ہلکا کیا تھا۔ کیا ان پر

ان کی زندگی کو وہ بھاری کرے گا۔ چاہتے تو یہ کر سکتا تھا اور اس کو حق تھا کہ جنہوں نے اس پر پتھراؤ کیا تھا۔ ان کو سنگسار کرے۔ اس نے طائف سے نکل کر جو کچھ کہا تھا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا تھا۔ شاید تم نے غور نہیں کیا۔ اس میں جو کچھ ہے وہ اپنے لئے نہیں کہا تھا۔ لیکن جنہوں نے اس کے ساتھ وہ سب کچھ کیا تھا جو وہ کر سکتے تھے۔

پھر غور کرو! ان کے متعلق اس نے کچھ بھی کہا۔ جس قدر نزدیک تھا اتنی نزدیکی جنہیں حاصل نہ تھی جب ان کی آرزو نے نوح کا طوفان برپا کیا تو ان میں جو سب سے اونچا تھا سمجھ سکتے ہو کہ وہ کیا کچھ نہ برپا کر سکتا تھا اور اب کس بات کی کمی تھی جو چاہے اب وہ کر سکتا تھا لیکن اسی تاریخ نے جس نے نوح کے طوفان، عاد کی آندھی، ثمود کے صیحہ، شعیب کے ظلہ، موسیٰ کے دریا کے واقعات کو محفوظ رکھا ہے اس نے ریکارڈ کیا کہ پہاڑ کے فرشتے سے فرمایا جا رہا ہے۔

میں مایوس نہیں ہوں کہ ان کی پشت سے ایسی نسلیں نکلیں جو اللہ ہی کی پوجا کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ بنائیں۔

پہاڑ پانی ہو گیا۔ اس آواز نے آگ کو باغ بنا دیا جو مر رہے تھے جی گئے جو ختم ہو گئے تھے پھر سے شروع ہو گئے اور رد عمل کے سلسلہ میں جو پیش آنے والا تھا اس کا پہلا نقش یہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی اور جو عالمین کے لئے پیار لے کر آیا تھا اس کی زندگی میں اس واقعہ کی کوئی ندرت نہیں ہے۔

سب سے زیادہ سخت دن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کیا اُحد سے بھی زیادہ سخت دن گزرا ہے۔ آپ نے فرمایا تیری قوم سے جو تکلیفیں مجھے پہنچیں سو پہنچیں لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ گزرا کہ جس دن میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل کے بیٹے پر پیش کیا۔

نادیدہ مخلوق کی حاضری و تسخیر

طائف سے واپسی پر راستہ میں جن حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے قرآن سنا اور اس سے متاثر ہوئے۔

طائف سے واپسی اور جنوں کی حاضری

واپسی میں آپ ﷺ نے چند روز مقام نخلہ میں قیام کیا۔ ایک رات آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ نصیبین کے سات جن اس طرف سے گزرے اور کھڑے ہو کر آپ کا قرآن سنا اور چلے گئے آپ کو ان کی آمد کا بالکل علم نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۔ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔

اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تاکہ آپ کا قرآن سنیں پس جب وہ حاضر ہو گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو یعنی اس کلام کو سنو۔ پس جب قرآن پڑھا جا چکا یعنی آپ کی نماز ختم ہو گئی تو یہ لوگ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تاکہ ان کو آگاہ کریں۔ جا کر یہ بیان کیا ہم عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق راہ راست کی رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہمارے بھائیو! اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا اور جو اللہ کے داعی کی دعوت کو قبول نہ کرے تو وہ روئے زمین میں عاجز کر کے کہیں نکل نہیں سکتا اور نہ اس کا کوئی حامی ہوگا ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

نا دیدہ مخلوق کی تسخیر

میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ جس سے لیا گیا تھا۔ جب ردعمل میں اس کو دیا جانے لگا تو کس عجیب ترتیب سے دیا گیا۔ شہادت ومحسوس سے پہلے غیب عطا ہوا غیب میں پہلے ملاءاعلیٰ پر قابو دیا گیا۔ ملاءاعلیٰ کے بعد ملاءادنیٰ پر قبضہ کرایا گیا۔ اس کے بعد کیا ہونا چاہئے عقل کے لئے یہ باور کرنا آسان ہے کہ غیب اور نامحسوس سے تڑپ کر یکا یک یہ ترتیب محسوس اور عالم شہادت میں آجائے! اگر ایسا ہوگا تو ابھی غیب کی اور بہت سی غیر مرئی ہستیاں ایسی ہستیاں جنہیں کو سب نہیں دیکھتے لیکن سب میں ان کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ کیا وہ اس کے قابو سے باہر رہ جائیں گی جس کو سب پر قبضہ عطا کیا گیا امالکم کیف تحکمون

نہ کہا جاتا تو سوچا جاتا سمجھا جاتا۔ لیکن جب کہا گیا اور صحیح روایتوں میں یقین کے ساتھ کہا گیا کہ تسخیر کا یہ سلسلہ اسی ترتیب کے ساتھ غیب سے شہادت کی طرف بڑھا اور شہادت تک تسخیری آثار اس عالم کی چیزوں سے گزر کر پہنچے۔ جن کو ان دونوں دنیاؤں کے درمیان برزخی واسطہ کی حیثیت حاصل ہے۔ تو کیا عقل بھی اسی ترتیب کو نہیں ڈھونڈتی ہے لوگوں نے بے پروائی کے ساتھ کیوں سنا۔ جب ان کو یہی سنایا گیا۔ صحیح حدیثوں میں تھا کہ ملک الجبال کے واقعہ کے بعد ہی نخلہ کے نخلستان میں اس برزخی تسخیر کا ظہور ہوا اور ٹھیک ایسے وقت میں ظہور ہوا جو رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے ملانے میں واسطہ اور برزخ کا کام دیتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ صبح کا وقت تھا کھجوروں کے جھنڈ میں فجر کی نماز کا قرآن گونج رہا تھا عین اس وقت

صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن

ہم نے تیری طرف جنوں کی ایک ٹولی پھیری تا کہ وہ قرآن سنیں۔ وہ چیخنے لگے۔

انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد

ہم نے پڑھنے کی ایک عجیب چیز سنی جو سوجھ کی راہ بتاتی ہے۔

اور ٹھیک جس طرح کچھ نہیں ہوتا ہے لیکن شمع کے روشن ہونے کے ساتھ ہی بھانت بھانت کے کتنے کیڑے پروانے جو نامحسوس تھے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ یہ بھی قرآن کی روشنی پر گرے اور پروانوں ہی کی طرح قربان ہوگئے۔ جنوں میں آواز بلند ہوئی:۔

آمنا بہ (ہم نے اس کو مان لیا)

اور قبل اس کے کہ ''دیدوں'' کی طرف تبلیغی مہم روزانہ ہو'' نادیدوں'' کا یہ گروہ ان ہی نامحسوس علاقوں کی طرف تبلیغی مہم کے پہلے دستہ کی حیثیت سے روانہ ہو گیا۔ (النبی الخاتم)

مکہ میں باامن واپسی

طائف سے واپسی پر مطعم بن عدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں مکہ لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امن دینے کا اعلان کیا جسے سرداروں کو تسلیم کرنا پڑا۔

مکہ میں واپسی پر امن و پناہ کا انتظام

جب مکہ کے قریب پہنچے تو زید بن حارثہ نے عرض کیا کہ مکہ میں کس طرح داخل ہوں گے۔ مکہ ہی والوں نے تو آپ کو نکالا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے زید اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے رہائی کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا اور اللہ ہی اپنے دین کا حامی اور مددگار ہے اور یقیناً وہ اپنے نبی کو سب پر غالب کرے گا۔ (سیرۃ ابن اسحاق)

طائف میں یہ سب کچھ ہوا۔ مگر وہ سوال پھر بھی رہ گیا جس کیلئے آپ نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ آپ نے مکہ پہنچنے سے پہلے یکے بعد دیگرے رؤسا مکہ اخنس بن شریق اور سہیل بن عمرو کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ حمایت کا وعدہ کر لیں۔ مگر دونوں نے انکار کر دیا کہ وہ قریش کے حلیف ہیں۔ وہ قریش کیخلاف کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ پھر آپ نے اس کے پاس پیغام بھیجا جس کے لئے یہ شرف مقدر تھا۔

یہ رئیس مکہ ”مطعم بن عدی“ تھا۔ اس نے حمایت کا وعدہ بھی کیا اور یہ فرمائش بھی کی کہ آپ اس کے یہاں تشریف لائیں۔ (سیرت مبارکہ)

مطعم بن عدی کی قدر دانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطعم کے یہاں تشریف لے گئے۔ رات ان کے یہاں گزاری صبح ہوئی تو مطعم نے خود ہتھیار سجائے۔ اس کے چھ سات لڑکے تھے سب کو مسلح کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلا۔ حرم کعبہ میں پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ طواف کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا۔ مطعم اور بیٹے حفاظت کرتے رہے۔ جب طواف سے فارغ ہوئے تو ''مطعم'' نے اعلان کر دیا کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری پناہ میں ہیں''۔

ابوسفیان مطعم بن عدی کے پاس آیا دریافت کیا۔ تم نے محمد کو اپنی پناہ میں لیا ہے یا ان کا مذہب قبول کر لیا ہے۔ مطعم نے جواب دیا۔ میں نے مذہب نہیں بدلا صرف ''محمد'' کو پناہ دی ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ تب آپ کے اعلان کا احترام کیا جائے گا۔ (سیرۃ مبارکہ)

آپ حرم میں تشریف لائے اور حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کر کے ایک دو گانہ ادا فرمایا اور مکان واپس تشریف لے گئے۔ مطعم اور اس کے بیٹے آپ کو حلقہ میں لئے ہوئے تھے۔ (سیرۃ ابن اسحٰق)

مطعم کے احسان کی یاد

مطعم کے اسی احسان کی بناء پر بدر کے دن اسیران بدر کی بابت آپ نے یہ ارشاد فرمایا:۔
اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور پھر مجھ سے ان گندوں کے بارے میں کچھ کلام کرتا تو میں اس کی رعایت سے ان سب کو یک لخت چھوڑ دیتا۔

طفیل بن عمرو دوسی کا مسلمان ہونا

طفیل بن عمرو دوسی قریش کے حلیف، شاعر، ذکی اور باوقار سردار تھے۔ آپ مکہ آئے تو سرداروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خوب کان بھرے مگر انہوں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آواز سنی تو خود ہی حقیقت کے اسیر ہو گئے۔

طفیل کی مکہ آمد

اسی عرصہ میں طفیل بن عمرو دوسی مکہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف تبلیغ تھے طفیل شریف النسب ہونے کے علاوہ بہت بڑے شاعر اور بہت بڑے زیرک اور فہیم اور مہمان نواز تھے۔ قریش سے حلیفانہ تعلقات رکھتے تھے۔

قریشی سرداروں کا بھرپور منفی پروپیگنڈہ

جب آپ مکہ آئے تو قریش کے کچھ آدمی آپ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس نے تمام قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اس کا کلام مثل سحر اور جادو کے ہے کہ باپ اور بیٹے اور بھائی بھائی اور میاں بیوی کے مابین جدائی ڈالتا ہے۔ آپ اس سے بچتے رہیں ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ اور آپ کی قوم کہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ جہاں تک ممکن ہو آپ اس کی کوئی بات نہ سنیں۔ قریش نے ان کو اس قدر ڈرایا کہ انہوں نے اپنے کانوں میں کپڑے ٹھونس لیے کہ کہیں اتفاقی طور پر اس شخص کا کلام کان میں نہ پڑ جائے۔ یہاں تک کہ لوگ مجھ کو ذوالقطنتین کہنے لگے۔ اتفاقاً ایک روز مسجد حرام کی طرف گیا دیکھتا کیا ہوں کہ آپ کھڑے ہوئے بیت اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں۔

طفیلؓ کہتے ہیں کہ میں آپ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں اگرچہ یہ چاہتا تھا کہ آپ کا کلام نہ سنوں مگر خداوند ذوالجلال یہ چاہتا تھا کہ اپنا کچھ کلام مجھ کو سنائے۔ چنانچہ بلا اختیار یہ کلام میں نے سن پایا۔ نہایت اچھا اور بھلا معلوم ہوا۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ کہا

کہ میں تو مرد عاقل اور شاعر ہوں اور مجھ پر کسی کلام کا حسن اور قبح مخفی نہیں رہ سکتا۔ میں یہ کلام ضرور سنوں گا اگر عمدہ اور مستحسن ہے تو قبول کروں گا اور اگر قبیح اور مذموم ہے تو چھوڑ دوں گا۔

قرآن اور اسلام کی کشش

چنانچہ جب آپ حرم سے واپس ہوئے تو میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ دولت کدہ پر پہنچے تو آپ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کا کلام سننے سے اس قدر ڈرایا کہ کانوں میں کپڑے ٹھونس لئے تاکہ آپ کا کلام نہ سن سکوں۔ مگر خدا کی مشیت نے انکار کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ سنوں۔ آپ کا کلام جو کان میں پڑا تو بہت بھلا معلوم ہوا۔ آپ اپنا دین مجھ پر پیش کیجئے آپ نے اسلام پیش کیا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔ خدا کی قسم میں نے قرآن کریم سے بہتر کبھی کوئی کلام سنا ہی نہیں اور اسلام سے زیادہ معتدل اور متوسط کسی دین کو نہیں پایا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

آپؓ کے لئے خصوصی نشانی

اور آپ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ واپسی کے بعد اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی نشانی عطا فرمائے کہ جو اس بارے میں میری معین اور مددگار ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ اس کے لئے کوئی نشانی پیدا فرما۔

چنانچہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کے مانند ایک نور پیدا ہو گیا میں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ اس نور کو بجائے چہرہ کے کسی اور جگہ منتقل فرما۔ میری قوم کے لوگ کہیں اس کو مثلہ نہ سمجھیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آبائی مذہب چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی۔ وہ نور اسی وقت میرے کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا وہ کوڑا مثل ایک قندیل اور لالٹین کے بن گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ طفیل جب اپنی قوم میں پہنچے تو اندھیری رات تھی اور پانی برس رہا تھا راستہ نظر نہ آتا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ نور پیدا فرمایا۔ لوگ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے

اور حضرت طفیل کو گھیر لیا اور کوڑے کو پکڑنے لگے۔ وہ نور لوگوں کی انگلیوں سے چھپتا تھا۔
جب اندھیری رات ہوتی تو یہ کوڑا اسی طرح روشن ہو جاتا۔ اسی وجہ سے حضرت طفیل ذی النور (نور والے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

والد اور بیوی بچوں کا مسلمان ہونا

جب صبح ہوئی تو اول اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی اور پھر بیوی کو۔ دونوں نے کپڑے پاک کئے اور غسل کیا اور مشرف باسلام ہوئے اور بیوی سے یہ کہا کہ اگر تجھ کو یہ خدشہ ہو کہ بتوں کے چھوڑنے سے کہیں بچوں کو کسی قسم کا ضرر پہنچے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

آپؐ کے قبیلے کے آدھے لوگوں کا مسلمان ہونا

بعد ازاں قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر دوس نے اسلام قبول کرنے میں تامل کیا۔ تب دوبارہ مکہ مکرمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! دوس نے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ آپ ان پر بددعا کیجئے آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔
اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور مسلمان بنا کر یہاں بھیج۔
اور طفیلؓ سے فرمایا جاؤ۔ نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ۔ آپ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتا رہا۔ ۷ ہجری تک ستر یا اسی گھرانے اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے ان سب کو ے کر میں اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بت کا جلانا اور پورے قبیلہ کا مسلمان ہونا

فتح مکہ کے بعد حضرت طفیل نے آپؐ سے درخواست کی کہ عمرو بن حممہ کے بت ذوالکفین کے جلانے کی اجازت دیجئے۔ آپؐ نے اجازت دی طفیل روانہ ہوئے اور پہنچ کر بت کو جلایا بت جلاتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔
اے ذوالکفین میں تیری پرستش کرنے والوں میں سے نہیں۔ میری پیدائش تیری پیدائش سے مقدم ہے۔
میں نے تیرے اندر خوب آگ بھری ہے
نصف قبیلہ دوس تو پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ باقی ماندہ نصف بھی اس بت کے جلانے سے شرک اور بت پرستی سے تائب ہو کر حلقہ اسلام میں آ گیا۔

واقعہ معراج

10 نبوی گزر گیا۔ ابتلاء اور آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں۔ ذلت اور رسوائی کی کوئی نوع ایسی باقی نہ رہی جو کہ خداوند ذوالجلال کی راہ میں نہ برداشت کی گئی ہو اور ظاہر ہے کہ خدائے رب العزت کی راہ میں ذلت اور رسوائی کا انجام سوائے عزت اور رفعت اور سوائے معراج اور ترقی کے کیا ہو سکتا ہے؟

چنانچہ جب شعب ابی طالب اور سفر طائف سے ذلت انتہا کو پہنچ گئی تو خداوند ذوالجلال نے اسراء و معراج کی عزت سے سرفراز فرمایا اور آپ کو اس قدر اونچا کیا کہ افضل الملائکہ المقربین یعنی جبریل بھی پیچھے رہ گئے اور ایسے مقام تک سیر کرائی کہ جو کائنات کا منتہیٰ ہے یعنی عرش عظیم تک جس کے بعد اب اور کوئی مقام نہیں۔

حق جل وعلا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے ساتوں سمٰوٰت تک اسی جسم اور روح کے ساتھ بحالت بیداری ایک ہی شب میں سیر کرائی جس کو "اسراء و معراج" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے بعض عارفین کا قول ہے کہ عرش تک سیر کرانے میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہے۔ کتاب وسنت سے عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ پر ختم ہیں (سیرۃ المصطفیٰ)

ایسے سخت امتحان میں روحانی ترقی کہاں تک ہو سکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ چنانچہ اسی زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا شرف عظیم حاصل ہوا۔ معراج میں پنج وقتہ نمازیں فرض ہوئیں۔ نماز کے آخر میں التحیات پڑھی جاتی ہے جس میں نہ صرف آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم اور ان بزرگوں پر جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے تھے بلکہ ان کے طفیل میں تمام عباد صالحین پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ السلام علینا و علیٰ عباداللہ الصالحین. (محمد میاںؒ)

ان بھولے بھالوں سے کوئی کیا کہہ سکتا ہے' آخر جو نیچے سے دبایا گیا اور مسلسل اتنی بیدردیوں سے دبایا گیا اور وہ تنہا ہی چلا گیا کس قدر عجیب بات ہے کہ اسی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اوپر کی طرف کس طرح چڑھا اور کیوں چڑھتا گیا جن کو یہی نہیں معلوم ہے کہ عالم کیا ہے؟ انسان کیا؟ اور دونوں کا بنانے والا کیا ہے؟ عالم انسان میں ہے یا انسان عالم میں ہے! جن پر یہی معمہ نہیں کھلا ہے تو پھر وہ اس گرہ کو کیا کھول سکتے ہیں۔ جس میں انسان اپنے خالق کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ خالق عرش پر بھی ہے اور جس کو خلیفہ اور آدمی کہتے ہیں وہی جس میں خالق کی روح پھونکی گئی ہے' اس کی گردن کی ورید کے پاس بھی عرش ہی والا خالق ہے جب تک ان متناقضات کے تناقض کو تم سلجھا نہیں سکتے اس قسم کے حقائق کے ادراک سے قاصر رہیں گے۔ (انتہی الملخصاً)

مغربی سمت سے مسجد صخرہ کے گنبد کا خوبصورت نظارہ

مسجد اقصیٰ کا مینارہ اذان

واقعہ معراج قرآن کریم میں

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ
لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس سے اصل مقصود یہ تھا کہ آپ کو آسمانوں کی سیر کرائیں اور ان کی خاص خاص نشانیاں آپ کو دکھائیں جن کا کچھ ذکر سورۂ نجم میں فرمایا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں جنت و جہنم و دیگر عجائب قدرت کا مشاہدہ فرمایا۔ تحقیق اصل سننے والا اور اصل دیکھنے والا حق تعالیٰ ہے وہی جس کو چاہتا ہے اپنی قدرت کے نشانات دکھاتا ہے اور پھر وہ بندہ اللہ کی بصیر سے دیکھتا ہے اور اللہ کے اسماع سے سنتا ہے۔

سبحان لانے کی حکمت

حق جل شانہ نے واقعہ اسراء کو لفظ سبحان الذی سے اس لئے شروع فرمایا کہ کوئی کوتاہ نظر اور تاریک خیال اس کو ناممکن اور محال نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک اور منزہ ہے ہماری ناقص عقلیں اگرچہ کسی شے کو کتنا ہی مستبعد اور عجیب سمجھیں مگر خدا کی ارادہ و قدرت اور مشیت کے سامنے کوئی مشکل نہیں۔

نیز اس طرف اشارہ ہے کہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ ایک عظیم الشان معجزہ اور

کرامت ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

(آیت کو سبحان سے شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) سبحان برائی سے پاک ہونے اور تعجب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس طرح سے جانا بھی عجیب تھا اور انتہائی عجیب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت بتانے والا تھا۔ اس لئے سبحان سے شروع کرنا مناسب ہوا۔

عبد کیوں فرمایا

حق جل شانہ نے اس مقام پر حضور کی شان عبدیت کو ذکر فرمایا اور شان نبوت اور رسالت کو ذکر نہیں فرمایا۔ یعنی "اسریٰ بعبدہ" فرمایا اور "اسریٰ بنبیہ و رسولہ" نہیں فرمایا اس لئے کہ سیر الی اللہ کے لئے وصف عبدیت ہی مناسب ہے کہ بندہ سب کو چھوڑ کر اپنے آقا کی طرف جا رہا ہے اور نبوت اور رسالت کے معنی خدا کی طرف سے بندوں کی طرف آنے کے ہیں۔ اس لئے وصف نبوت و رسالت کا ذکر اس مقام پر مناسب ہے کہ جہاں انبیاء کرام کا جانب اللہ بندوں کی طرف آنا بیان کیا گیا ہے۔ کما قال تعالیٰ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً حق تعالیٰ نے اس مقام پر انا ارسلنا الیکم عبدنا نہیں فرمایا اس لئے کہ اس جگہ انبیاء کرام کا دنیا کی طرف مبعوث ہونا بیان فرمایا ہے۔ دنیا کو چھوڑ کر اپنی طرف آنا یہاں بیان نہیں فرمایا خلاصہ یہ کہ یہ مقام سیر الی اللہ اور خدا کی طرف جانے کا تھا۔ اس لئے عبد کا لفظ استعمال فرمایا اور رسول اور نبی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ نیز عبد کا لفظ اس لئے بھی اختیار فرمایا کہ کہیں ناقص العقل نصاریٰ کی طرح حضور پر نور کو معراج آسمانی کی وجہ سے خدا نہ قیاس کر بیٹھیں۔

امام رازی اپنے استاد ماجد سے ناقل ہیں کہ شیخ نے ابو القاسم سلیمان الانصاری کو یہ کہتے سنا کہ شب معراج میں حق تعالیٰ نے نبی اکرم سے دریافت فرمایا کہ آپ کا کون سا لقب اور کون سی صفت سب سے زیادہ پسند ہے آپ نے فرمایا صفت عبدیت تیرا بندہ ہونا مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس لئے جب یہ سورت نازل ہوئی تو اسی پسندیدہ لقب کے ساتھ نازل ہوئی۔ (روح المعانی)

آیت میں عبدہ کہنے سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت (اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے) اور قبولیت (اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہونے) کا اظہار ہے۔

دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ کو خدا نہ سمجھنے لگ جائے۔

لیلاً کی تصریح

اسراء کے معنی اگرچہ رات ہی کو لے جانے کے ہیں لیکن لیلاً کی تصریح اس لئے کی گئی ہے کہ نکرہ ہونے کی وجہ سے تبعیض اور تقلیل پر دلالت کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات کے بعض اور قلیل ہی حصہ میں زمین و آسمان کی سیر کرادی اور رات کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ رات عادۃً خلوت اور تنہائی کا وقت ہے ایسے وقت میں بندہ مزید تقرب اور اختصاص خاص کا مستحق ہے اور اسی وجہ سے قیام اللیل اور تہجد کی فضیلت قرآن کریم اور احادیث میں خاص طور سے آئی ہے۔

نیز قرآن کریم میں آپ کا لقب سراج منیر آیا ہے اور سراج منیر یعنی روشن چراغ کے لئے رات ہی مناسب ہے۔

مسجد اقصیٰ کیوں لے جایا گیا

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے میں شاید یہ حکمت ہو کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں قبلوں کے انوار و برکات اور حضرات انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل و کمالات حضور پرنور میں جمع کر دیئے جائیں اور اس طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ اب عنقریب بنی اسرائیل کا قبلہ بنی اسماعیل کے قبضہ میں دے دیا جائے گا اور امت محمدیہ دونوں قبلوں یعنی کعبۃ اللہ اور مسجد اقصیٰ کے انوار و برکات کی حامل ہوگی اور حضرات انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا حضور پرنور کی سیادت اور امامت انبیاء کا عملی نمونہ عمل میں لانے کے لئے تھا کہ مقربین بارگاہ خداوندی اپنی آنکھوں سے آپ کی سیادت اور امامت کا مشاہدہ کرلیں۔

مسجد حرام سے اسراء کی ابتداء

مسجد حرام پورے حرم کو بھی کہتے ہیں اور یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں (یعنی مسجد حرام اور حرم دونوں مراد ہو سکتے ہیں) کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے۔ (تو اس وقت مراد مسجد حرام ہوگی) اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں تھے (تو اس وقت مراد حرم ہوا)

مسجد اقصیٰ کیوں کہتے ہیں

مسجد اقصیٰ کا نام مسجد اقصیٰ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں "بہت دور" ہیں کیونکہ مسجد اقصیٰ مکہ سے بہت دور ہے۔ اسی لئے اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا۔

عظمت و اکرام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے بغیر بھی یہ تمام مقامات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے جاسکتے تھے لیکن آپ کو لے جانے میں اور سواری کرانے میں زیادہ اکرام اور اظہار شان ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئے۔

مسجد اقصیٰ کے اردگرد کی برکتیں

یہ جملہ "الذی بارکنا حولہ" کہ "ہم نے جس کے آس پاس کو بابرکت بنایا ہے" مسجد اقصیٰ کی تعریف میں بڑھایا ہے۔ سبب یہ ہے کہ وہاں کا علاقہ باوجود مسجد نہ ہونے کے بابرکت ہے تو مسجد میں کتنی زیادہ برکت ہوگی۔ مسجد اقصیٰ کے آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں (دینی و دنیوی) دینی برکت دنیاوی برکت سے زیادہ ہے مزید دینی برکت یہ کہ اکثر انبیاء کرام کی عبادت گاہ بیت المقدس مرکز رہا ہے تو روحانی برکت مزید زیادہ ہوگئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ مسجد اقصیٰ میں انبیاء نے عبادت کی ہے تو اس سے بھی وہاں دینی برکت خوب ہے۔

معراج کو جھٹلانے والوں کو دھمکی

"انہ ھو السمیع البصیر" کہ "اللہ تعالیٰ بہت سننے اور بہت دیکھنے والے ہیں" کے بڑھانے کا فائدہ ہو سکتا ہے کہ معراج کے جھٹلانے والوں کو ڈرانا مقصود ہے کہ تم تمہارے جھٹلانے اور تمہاری مخالفت کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اس لئے تم کو خوب سزا دیں گے

علم الٰہی

"لنریہ من آیاتنا" کے بعد "انہ ھو السمیع البصیر" فرمایا گیا ہے یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ تمام چیزیں دیکھ لی ہیں لیکن وہ ہمارے علم میں برابر نہیں ہو گئے۔

کیونکہ ہم نے ان کو یہ عجائبات دکھائے ہیں۔ دوسرے نبیوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھی ہیں اور ہم (اللہ تعالیٰ) بغیر کسی کے دکھائے دیکھنے اور بغیر کسی کے بتائے سننے والے ہیں۔

ان آیات میں صرف مسجد اقصیٰ تک جانے کا ذکر ہے۔ مسجد اقصیٰ کے اندر جانے کا ذکر احادیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے امام بنے۔

معراج کس سال ہوئی

علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سال آپ کو معراج ہوئی؟ علماء کے اس بارے میں دس قول ہیں۔

۱- ہجرت سے چھ ماہ قبل معراج ہوئی	۲- ہجرت سے آٹھ مہینے پیشتر
۳- ہجرت سے گیارہ مہینے پیشتر	۴- ہجرت سے ایک سال پیشتر
۵- ہجرت سے ایک سال اور دو ماہ پیشتر	۶- ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ پیشتر
۷- ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ پیشتر	۸- ہجرت سے ایک سال اور چھ ماہ پیشتر
۹- ہجرت سے تین سال پیشتر	۱۰- ہجرت سے پانچ سال پیشتر

راجح قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اور بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی جیسا کہ اول کے آٹھ قول اس پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد معراج ہوئی اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت خدیجہؓ شعب ابی طالب میں آپ کے ہمراہ تھیں۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ان کا انتقال ہوا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء شعب ابی طالب سے 10 نبوی میں باہر نکلے۔ لہٰذا نتیجہ یہی نکلا کہ معراج 10 نبوی کے بعد 11 نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینے میں ہوئی۔

کس مہینے میں ہوئی

علماء سیر کا کس مہینے میں ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ ربیع الاول یا ربیع الآخر یا رجب یا رمضان یا شوال میں ہوئی پانچ قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں ہوئی

واقعہ معراج کے راوی

کمالات نبویہ کے عظیم واقعات میں سے ایک واقعہ معراج کا بھی ہے جس کے راوی (مردوں) میں یہ صحابی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ... حضرت علی رضی اللہ عنہ... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما... حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ... حضرت انس رضی اللہ عنہ... حضرت جابر رضی اللہ عنہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ... حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ... حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ... حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ... حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ

حضرت ابو حبہ رضی اللہ عنہ... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ... حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ

اور (عورتوں میں سے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا... حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے سوا اور بھی۔

اسراء و معراج کا معنی

اصطلاح علماء میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کو معراج کہتے ہیں اور بسا اوقات اول سے آخر تک کی پوری سیر کو اسراء اور معراج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ معراج کو معراج اس لئے کہتے ہیں کہ معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے برآمد ہونے کے بعد حضور کے لئے جنت سے ایک سیڑھی لائی گئی جس کے ذریعہ حضور آسمان پر چڑھے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس سیڑھی کا ذکر آیا ہے۔

احادیث میں واقعہ معراج کی تفصیل

ایک شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے مکان میں بستر استراحت پر آرام فرما رہے تھے۔ نیم خوابی کی حالت تھی کہ یکایک چھت پھٹی اور چھت سے جبریل امین اترے اور آپ کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے آپ کو جگایا اور مسجد حرام کی طرف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ حطیم میں لیٹ گئے اور سو گئے۔ جبریل امین اور میکائیل نے آ کر آپ کو جگایا اور آپ کو بیر زمزم پر لے گئے اور لٹا کر آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلب مبارک کو نکال کر زمزم کے پانی سے دھویا اور ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اس ایمان اور حکمت کو آپ کے دل میں بھر کر سینہ کو ٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی گئی (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی حسی اور ظاہری علامت ہے) بعد ازاں براق لایا گیا۔ براق ایک بہشتی جانور کا نام ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور حمار سے کچھ بڑا سفید رنگ برق رفتار تھا۔ جس کا ایک قدم منتہائے بصر پر پڑتا تھا جب اس پر سوار ہوئے تو شوخی کرنے لگا۔ جبریل امین نے کہا اے براق یہ کیسی شوخی ہے تیری پشت پر آج تک حضورؐ سے زیادہ کوئی اللہ کا مکرم اور محترم بندہ سوار نہیں ہوا۔ براق شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور حضور کو لے کر روانہ ہوا۔ جبریل و میکائیل آپ کے ہمرکاب تھے۔ اس شان کے ساتھ حضورؐ روانہ ہوئے۔

اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبریل امین نے حضور پر نور کو براق پر سوار کیا

اور خوبی کر کے کہ ردیف بنے یعنی آپ کے پیچھے براق پر سوار ہوئے۔

شداد بن اوس سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ میں ایک زمین پر گزر ہوا کہ جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے جبرئیل امین نے کہا یہاں اتر کر (نماز نفل) پڑھ لیجئے۔ میں نے اتر کر نماز پڑھی۔ جبرئیل امین نے کہا آپ کو معلوم بھی ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جبرئیل امین نے کہا آپ نے یثرب یعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی جہاں آپ ہجرت کریں گے۔ بعد ازاں روانہ ہوا اور ایک اور زمین پر پہنچے۔ جبرئیل امین نے کہا یہاں اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی۔ جبرئیل امین نے کہا آپ نے وادی سینا میں شجرۂ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی جہاں حضرت حق جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا پھر ایک اور زمین پر گزر ہوا جبرئیل نے کہا اتر کر نماز پڑھیے۔ میں نے اتر کر نماز پڑھی جبرئیل امین نے کہا کہ آپ نے مدین میں نماز پڑھی (جو شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا) وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک اور زمین پر پہنچے جبرئیل امین نے کہا اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی۔ جبرئیل امین نے کہا یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

اسراء کے دوران کے واقعات کی تفصیلات

بظاہر یہ تمام واقعات عروج سماء سے پہلے کے ہیں اس لئے کہ روایات میں ان واقعات کا ذکر براق پر سوار ہونے کے بعد متصلاً اور مسجد اقصیٰ میں پہنچنے سے پہلے آیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعات عروج سماء سے پہلے کے ہیں (واللہ اعلم)

ملحوظہ: مذکورہ بالا عنوان کے تحت کے تمام واقعات نشر الطیب سے لئے گئے ہیں جہاں کسی اور کتاب سے کوئی چیز لی گئی ہے اس کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

نقطۂ آغاز

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا۔ (رواہ البخاری)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں تھے (رواہ الواقدی)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں تھے۔ (رواہ الطبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی۔ (رواہ البخاری)

ان تمام روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں تھے جو شعب ابی طالب کے پاس تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے اس لئے اپنا گھر فرمایا وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حطیم میں لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نیند کا اثر باقی تھا اس لئے وہاں پہنچ کر بھی لیٹ گئے

(ف) چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی عادت کے خلاف معاملہ ہونے والا ہے۔

جب فرشتے آئے

جب سونے کچھ جاگنے کی حالت تھی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے۔ ایک نے کہا وہ (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان (حاضرین) میں سے کون ہیں؟ دوسرا بولا: وہ جو سب سے اچھے ہیں۔ تیسرا بولا: پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو۔ اگلی رات کو پھر وہ تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر لے گئے۔ (رواہ البخاری)

طبرانی میں ہے کہ ان جبرئیل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین شخص آئے۔ مسلم میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے ان تین میں سے ایک شخص ہیں جو دو شخصوں کے درمیان میں ہیں۔ مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ و حضرت جعفر ہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

شق صدر

پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اوپر سے نیچے پیٹ تک چاک کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نکالا گیا اور سونے کے تھال میں زمزم شریف کا پانی تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دھویا گیا پھر ایک تھال آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ دل میں بھر دیا گیا اور دل کو اسی جگہ رکھ کر درست کر دیا گیا۔

شق صدر کے اسرار

ملائکہ نے زمزم شریف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دھویا حالانکہ حوض کوثر سے بھی پانی آ سکتا تھا بعض علماء کے نزدیک یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آب زمزم کوثر سے افضل ہے۔ (قالہ شیخ الاسلام البلقینی)

سونے کے منع ہونے کے باوجود سونے کے تھال کے استعمال میں کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ سونے کے حرام ہونے کا حکم بعد میں ہوا ہو تو اس وقت سونے کا استعمال حرام نہ تھا۔ (فتح الباری)

دوسرا یہ کہ معراج آخرت کے امور میں سے تھی اور آخرت میں سونے کا استعمال جائز ہوگا۔ تیسرا یہ کہ آپ نے خود استعمال نہیں کیا بلکہ ملائکہ نے کیا اور ملائکہ اس حکم کے مکلف نہیں (عن ابن ابی حمزہ)

ایمان وحکمت کا تھال میں ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ جواہر غیبیہ میں قوت اور فرحت بڑھتی ہے چونکہ وہ حکمت وایمان کا سبب تھا اس سے اس کا یہی نام رکھ دیا گیا۔

مسئلہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے گو فرشتے مرد اور عورت ہونے سے پاک ہیں۔ مگر ان کا ذکر شریعت میں مذکر کے صیغہ سے آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذکر ہیں۔

براق پر سواری

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سفید رنگ کا جانور لایا گیا جو براق کہلاتا ہے۔ دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنے منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین ولگام تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تجھ کو کیا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مکرم عند اللہ کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا بس وہ (شرمندگی سے) پسینہ پسینہ ہوگیا (اور ساری شوخی ختم ہوگی)۔ (رواہ الترمذی) اس پر سوار ہوئے جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔

بعض روایات میں جو آیا ہے کہ جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور دنیا کے آسمان پر پہنچے (رواہ البخاری) اور بعض میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحارث فی مسندہ) ان روایات کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اول تو جبرئیل علیہ السلام بھی اس مصلحت سے سوار ہوئے ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی خوف معلوم نہ ہو پھر اتر کر رکاب تھام لی اور دونوں حالتوں

میں کبھی کبھی ضرورت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھامنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

براق کی خوشی

براق کی شوخی غصہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ خوشی کی وجہ سے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کا خیال آنے اور تنبیہ ہونے پر شرمندہ ہو کر ہلنا بند کر دیا جیسے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر تشریف فرما تھے اس کو حرکت ہوئی تو آپ کے ارشاد اثبت فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان سے ساکن ہو گیا۔

مدینہ، مدین اور طور سیناء میں نماز

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منزل مقصود پر روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے یثرب (مدینہ) میں نماز پڑھی ہے۔ پھر ایک سفید زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جبرئیل علیہ السلام نے کہا: (یہاں بھی) اتر کر نماز پڑھئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے۔ پھر (آپ کا) گزر بیت اللحم پر ہوا۔ وہاں بھی نماز پڑھوائی گئی اور کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (رواہ ابو سعید الطبرانی و محمد الجعفی فی الدلائل)

ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سیناء ہے کہ آپ نے طور سیناء پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ (کذا رواہ النسائی)

عالمِ برزخ اور عالمِ مثال کے نظارے

دورانِ سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برزخ کے عجیب واقعات ملاحظہ فرمائے۔
عالم برزخ جگہ کے اعتبار سے کہیں بھی ہو۔ مگر اس کے نظر آنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ دیکھنے والا اسی جگہ پر ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا جو راستہ میں کھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: چلئے چلئے۔ آپ چلتے رہے۔ ایک بڑھا ملا جو الگ کھڑا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا رہا تھا کہ محمد ادھر آیئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک جماعت پر ہوا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ سے سلام کیا۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ان کو جواب دیجئے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی وہ دنیا تھی۔ دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جتنی بڑھیا کی عمر رہ گئی ہے۔ جس نے آپ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا۔ اگر آپ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام تھے۔

مجاہدین کے اعمال کا نظارہ

اور طبرانی اور بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے تھے اور کاٹ بھی لیتے تھے اور جب کاٹتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے سے پہلے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ: یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکیاں سات سو گنا تک بڑھتی ہیں۔ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

اس کا نام البدل (بہترین بدلہ) عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

فرض نماز چھوڑنے والوں کے عذاب کا نظارہ

پھر ایک قوم پر گزر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جا رہے ہیں اور جب وہ کچل جاتے ہیں تو پھر وہ پہلے جیسے ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جبرئیل یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے بے توجہی کرتے تھے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے عذاب کا نظارہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قوم پر ہوا کہ ان کی شرمگاہ پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے۔ جانوروں کی طرح چر رہے تھے اور زقوم (جہنم کا درخت ہے) اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں: جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

بدکار مرد و عورت کی مثال کا نظارہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں گوشت پکا ہوا رکھا ہے اور ایک ہانڈی میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے۔ وہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا وہ مرد ہے جس کے پاس حلال پاک بیوی تھی مگر وہ ناپاک عورت کے پاس آتا اور رات گزارتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال پاک شوہر کے پاس سے اٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آتی اور رات اس کے پاس گزارتی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

حقوق العباد سے بے پرواہ کی مثال کا نظارہ

پھر ایک شخص پر گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر رکھا تھا کہ وہ اس کو اٹھا نہیں

سکتا اور وہ اس میں لکڑیاں لا کر رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت حقوق اور امانتیں ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔

گمراہ کن واعظوں کی سزا کا نظارہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ جاتے ہیں تو پہلی ہی کی طرح ہو جاتے ہیں اور سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ لوگوں کو گمراہ کرنے والے واعظ ہیں۔

زبان کی حفاظت نہ کرنے والے کی سزا کا نظارہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن جا نہیں سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر شرمندہ ہو مگر اس کو واپس نہ لے سکتا ہو۔

جنت کی آواز کا سننا

پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور وہاں ایک ٹھنڈی پاکیزہ ہوا اور مشک کی خوشبو آئی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ جنت کی آواز ہے وہ کہتی ہے۔ اے رب! آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے کیونکہ میرے بالا خانے استبرق ریشم سندس عبقری موتی مونگے چاندی سونا گلاس طشتریاں دستے دار کوزے مرکب شہد پانی دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے ہیں تو اب میرے وعدے کی چیز (یعنی جنتی لوگ) مجھ کو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: تیرے لئے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت اور مومن مرد اور مومن عورت ہے اور (وہ) جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے۔ میرے ساتھ شریک نہ کرے میرے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ امن میں رہے گا جو مجھ

سے مانگے گا میں اس کو دوں گا جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا' جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بے شک مومنوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہیں بابرکت ہیں۔ جنت نے کہا: میں راضی ہوگئی۔

جہنم کی آواز کا سننا

پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ جہنم کی آواز ہے کہتی ہے اے رب! مجھ سے آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے (دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطا فرما دیجئے۔ کیونکہ میری زنجیریں' طوق' شعلے' گرم پانی' پیپ' عذاب' بہت کثرت کو پہنچ گئے ہیں' میری گہرائی بہت لمبی اور گرمی بہت تیز ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: تیرے لئے ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر' سرکش جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا: میں راضی ہوگئی۔

عیسائیوں یہودیوں کی پکار

ابوسعید سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دائیں طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور (شخص) نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت نظر آئی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے تھی اور اس میں ہر قسم کی سجاوٹ تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اس نے بھی کہا: اے محمد! میری طرف نظر کیجئے۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: پہلا پکارنے والا یہودیت کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا عیسائیت کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کی پکار پر جواب دینے کا اثر

یہ بتاتا ہے کہ آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے گی جیسا اوپر گزر چکا ہے)

سود خور اور چغل خور وغیرہ کے عذاب کا نظارہ

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا: یہ سود کھانے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے ہونٹ اونٹ جیسے ہیں وہ قوم چنگاریاں نگلتی ہیں تو وہ ان کے نیچے سے نکل رہی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا وہ لوگ چغل خور اور عیب دیکھنے والے تھے۔

انبیاء علیہم السلام پر گزر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر بہت بڑے مجمع پر ہوا میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا: موسیٰ اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اٹھایئے اور دیکھئے۔ (میں) دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سارے آسمان پر گھیر رکھا ہے۔ کہا گیا: یہ آپ کی امت ہے اور آپ کی امت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

براق کو باندھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

فرماتے ہیں: میں نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے۔ اور بزار نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے بیت المقدس میں جو پتھر ہیں اس میں انگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔

دونوں روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو پرانے زمانے سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو۔ جبرئیل علیہ السلام نے انگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں۔ اور اس پر شبہ نہ کیا جائے کہ باندھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم آنے سے اس میں کچھ یہاں کے آثار پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ بھی ہو تب بھی اس کی شوخی وغیرہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ (کہ اس کی حکمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔)

اسباب و توکل

براق کو وہاں جا کر حلقہ سے باندھ دیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امور میں احتیاط کرنا اور اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے جب کہ بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی ہو۔

حوروں کی حاضری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو براق کو باندھ کر دونوں حضرات مسجد کے صحن میں پہنچے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حوریں دکھائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان عورتوں کے پاس جایئے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم خیرات ہیں حسین ہیں اور اپنے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک صاف ہیں میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔

تمام انبیاء کی امامت

وہاں سے ہٹ کر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ پھر ایک موذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی۔ ہم صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امامت کرے گا۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: آپ کو معلوم ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا: جتنے بھی نبی دنیا میں بھیجے گئے ہیں ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

بیہقی نے حضرت ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں اور جبرئیل بیت المقدس (کی مسجد) میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی ابن مسعود کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع میں ہیں اور کوئی سجدہ میں ہیں۔ پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کریں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کے آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی۔

جب نماز پوری ہوگئی تو فرشتوں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا: محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتوں نے کہا: کیا ان کے پاس پیغام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان پر سلام نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ)

حمد خدا پر انبیاء علیہم السلام کی تقاریر

پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور ان سب نے اپنے رب کی تعریف بیان کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر کی کہ تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھ کو خلیل (اپنا دوست) بنایا۔ مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا۔ مجھ کو لوگوں کا مقتدا فرمانروا بنایا کہ میری اقتدا کی جاتی ہے۔ مجھ کو (نمرود کی) آگ سے نجات دی اور اس کو میرے حق میں

خشوع اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب کی تعریف بیان کر کے یہ تقریر کی کہ تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھ کو چن لیا بنایا۔ مجھ پر توریت نازل فرمائی فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں وہ اسی کے موافق عدل کرتے ہیں۔

پھر داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف کر کے یہ تقریر کی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا۔ مجھ کو زبور کا علم دیا۔ میرے لئے لوہے کو نرم کیا، میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔

پرندوں کو بھی (تسبیح کے لئے مسخر بنایا) مجھ کو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی۔

پھر سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کے بعد تقریر کی کہ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر کیا۔ شیاطین کو مسخر کیا کہ جو کچھ میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عالیشان عمارت، مجسم تصاویر (کہ اس وقت درست تھیں) مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا۔ اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی۔ میرے لئے شیاطین، انسان، جن اور پرندوں کے لشکروں کو مسخر کیا۔ مجھ کو ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لئے لائق نہ ہو گی اور میرے لئے ایسی پاک سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کوئی حساب نہ ہو گا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف بیان کر کے یہ تقریر کی کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو آدم (علیہ السلام) کے مشابہ بنایا ان کو مٹی سے بنا کر ہو جا کہا (اور وہ انسان بن کر) ہو گئے۔ مجھ کو لکھنا پڑھنا سکھایا، توریت و انجیل کا علم دیا۔ مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل کا ڈھانچہ بناتا کہ اس میں پھونک مار دیتا تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکم خدا پیدائشی اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا۔ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا۔ مجھ کو اوپر اٹھا لیا مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی کہ ہم پر شیطان کا کوئی قابو بھی نہیں چلتا تھا۔ (بزار حسن)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحمید

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف بیان کی اور فرمایا: تم سب نے اپنے رب کی تعریف بیان کی اور میں بھی اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں۔ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ اللعالمین۔ اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا' مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (دینی ضروری) بات کا بیان ہے (خواہ صاف ہو یا اشارہ سے ہو) میری امت کو بہترین امت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری امت کو انصاف کرنے والی امت بنایا۔ میری امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) میرے سینہ کو کشادہ بنایا اور میرا بوجھ ہلکا کیا۔ میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا۔ (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سب سے خطاب کرکے) فرمایا: بس ان کمالات کے سبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بڑھ گئے۔ (ترغیب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ تحمید سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء کرام سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔ بھذا فضلکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انہی فضائل اور کمالات کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے بڑھ گئے۔

داروغۂ جہنم اور دجال کو دیکھنا

ایک روایت میں آپ نے بالخصوص تین پیغمبروں کا ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا: اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا: اے محمد! یہ مالک داروغۂ دوزخ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ہی مجھ کو سلام کیا (کذا رواہ مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لیلۃ الاسراء میں دجال کو بھی دیکھا اور خازن جہنم کو بھی دیکھا۔ (کذا رواہ مسلم)

فطرت کو اختیار کرنا

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف

لائے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو برتن لائے ایک میں شراب
اور دوسرے میں دودھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے دودھ کو اختیار کیا
جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے فطرت (یعنی طریق دین) کو اختیار فرمایا۔ پھر آسمان پر
تشریف لے گئے۔ (کذا رواہ مسلم) اور احمد کی روایت میں ہے کہ ایک دودھ کا اور ایک
شہد کا برتن آیا ہے۔ بزار کی روایت میں تین برتن آئے ہیں دودھ پینے کی چیز اور پانی کا برتن
اور شداد بن اوس کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کے بعد مجھ کو پیاس
لگی اس وقت یہ برتن حاضر کئے گئے اور جب میں نے دودھ اختیار کیا تو ایک بزرگ نے جو
میرے سامنے تھے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا ہے

مختلف پیالوں کے پیش ہونے کی حکمت

روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیالے چار تھے دودھ، شہد، شراب، پانی، کسی
نے دو کہے اور کسی نے تین کے ذکر پر اکتفا کیا ہے یا یہ کہ تین ہوں ایک پیالے میں پانی ہو جو
مثلاً اس میں شہد جیسا ہو تو کبھی اس کو شہد کہہ دیا ہو کبھی پانی کہہ دیا ہو۔ (یہاں دو باتیں ہیں ایک
شراب حرام چیز ہے تو وہ کیوں پیش کی گئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دودھ کو اختیار کرنے اور باقی
چیزوں کے رد کرنے کی کیا حکمت تھی اس کا جواب یہ ہے بہر صورت میں شراب اس وقت تک
حرام نہ تھی کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے مگر سامان فرحت ضرور ہے اس لئے دنیا کے
مشابہ ہے۔ یہ وجہ ہوئی شراب کو اختیار نہ کرنے کی) شہد بھی اکثر لذت کے لئے پیا جاتا ہے
غذا کے لئے نہیں پیا جاتا تو یہ بھی زائد چیز ہے اور اس میں دنیوی لذت کی طرف اشارہ ہے
اور پانی بھی غذا کا مددگار ہے غذا نہیں ہے جس طرح دنیا دین کی مددگار ہے مقصود نہیں (یہ وجہ
ہوئی شہد اور پانی کو اختیار نہ کرنے کی) اور دین سے خود غذائے روحانی مقصود ہے جیسا کہ
دودھ سے غذائے جسمانی مقصود ہے اور غذائیں اگرچہ اور بھی ہیں مگر دودھ کو اوروں پر ترجیح
اس لئے ہے کہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے (یہ وجہ ہوئی دودھ کے اختیار کرنے کی)

بیت المقدس میں پیش آنیوالے واقعات کی ترتیب

براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں ان میں ترتیب اس طرح سمجھ آتی ہے
مسجد کے صحن میں پہنچ کر حوروں سے ملنا اور بات کرنا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام کا دو رکعت نماز پڑھنا غالباً یہ تحیۃ المسجد ہے۔ اس وقت غالباً چند دوسرے انبیاء علیہم السلام پہلے سے جمع تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالتوں میں دیکھا کسی کو رکوع کی حالت اور کسی کو سجدہ کی حالت میں یہ سب تحیۃ المسجد پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی تمام حضرات اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیۃ المسجد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہو گئے ہوں گے۔
پھر بقیہ انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا۔
پھر اذان و تکبیر ہونا اور جماعت ہونا جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور چند فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی تھے۔ ان میں سے بعض کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے نہ تھے اسی لئے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ تمام انبیاء جو مبعوث ہوئے ہیں انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ یہ کون سی نماز تھی اس کی تحقیق تیسویں واقعہ کے ذیل میں آئے گی۔ اذان و اقامت یا تو ایسی ہی ہوگی جس طرح اب ہے اور اس کا حکم مدینہ پہنچنے کے بعد ہوا ہو یا اور طرح کی ہوگی۔
پھر فرشتوں سے تعارف ہونا شاید خازن جہنم سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی ہو جس

میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور سامنے کر فرشتوں کا پوچھا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان فرشتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا ہونے والا ہے۔ اس میں مزید دو احتمال ہیں یا تو ابھی تک نبوت کے ملنے کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ فرشتوں کے کام مختلف ہیں دوسرے کاموں کا علم ہر وقت نہیں ہوتا یا نبوت کا علم پہلے سے ہو اور پوچھنے کا مقصود یہ ہو کہ معراج کے لئے ان کے پاس حکم پہنچ چکا ہے اور اسی طرح آگے جو آسمانوں میں سوال ہوا ہے وہاں بھی یہی بات ہے۔

پھر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا۔

پھر سب حضرات کا خطبہ پڑھنا۔

پھر پیالوں کا پیش ہونا۔

اس طرح برتنوں کا سدرۃ المنتہیٰ کے بعد پیش ہونا آیا ہے جیسا آگے آئے گا تو یہ پیالوں کا پیش ہونا دوبارہ ہوا (صرح بہ الحافظ عماد الدین ابن کثیر)

شاید اس میں تقویت تنبیہ وتاکید تحذیر کی مصلحت ہو۔

پھر آسمان کا سفر ہوا اور شاید یہاں پر انبیاء اور فرشتوں کا جمع ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے ہوا ہو واللہ اعلم۔

مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کا سفر

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں پر جانا ہوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے۔ بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دل دھونے اور اس میں ایمان وحکمت بھرنے کے بعد مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کے منتہائے نظر پر پڑتا ہے۔ مجھ کو جبرئیل لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی پر تشریف لے گئے اور درمیان میں بیت المقدس پر بھی اترے۔ بیہقی میں حضرت ابوسعید کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر [بیت المقدس میں اعمال سے فارغ ہونے کے بعد بیت المقدس کی جگہ (یعنی بنیادی جگہ) میں میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر انسانوں کی روحیں (موت کے بعد) پہنچتی ہیں اس زینے سے زیادہ خوبصورت مخلوق میری نظر سے نہیں گزری تم نے (بعض) مرنے والوں کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ وہ اسی زینے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

شرف المصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اس کے دائیں بائیں اور بہت سے فرشتے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چاندی اور ایک سونے کا زینہ رکھا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل اس پر چڑھے۔ ابن اسحاق کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب میں بیت المقدس کے قصے سے فارغ ہوا تو ایک زینہ لایا گیا۔ میرے رفیق راہ (جبرئیل) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ میں آسمان کے دروازے تک پہنچا۔

آسمان پر چڑھنا سفر براق پر ہوا یا سیڑھی سے

گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر براق پر ہوا اب اس روایت سے معلوم ہوا کہ زینے کے ذریعے آسمان پر گئے تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) براق اور زینے کی روایت میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ تھوڑا سفر براق پر کیا ہو۔ تھوڑا سفر زینے پر کیا ہو جس طرح مکرم مہمان کے سامنے کئی سواریاں پیش کی جاتی ہیں اور اس کو اختیار ہوتا ہے جس پر چاہے سفر کرے خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر سوار ہو کر ہی کیوں نہ طے کرے۔

آسمان کا دروازہ کھلنا

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پہلے آسمان دنیا پر پہنچے جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا۔ دربان فرشتوں کی طرف سے پوچھا گیا کون ہیں؟ کہا؟ جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ (رواہ البخاری)

بیہقی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچے۔ اس کا نام باب الحفظہ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اس کا نام اسمٰعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں۔

دستک کا ادب

جب جبرئیل علیہ السلام سے آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا کہ کون ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں اپنا نام بتایا کہ جبرئیل ہوں یوں نہیں کہا کہ "میں" اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح پوچھنے والے کے جواب میں ادب یہی ہے کہ نام لے کیونکہ صرف میں کہنا اکثر اوقات پہچاننے کے لئے کافی نہیں ہوتا ایک حدیث میں اس کی ممانعت بھی فرمائی ہے۔

کیا فرشتوں کو علم نہ تھا

(کیا فرشتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ) بخاری

کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آسمان والوں کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک کہ ان کو کسی ذریعے سے اطلاع نہ دے۔ جیسے یہاں جبرئیل کی زبانی معلوم ہوا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: مرحبا آپ کا آنا مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا۔

پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے جبرئیل نے فرمایا: یہ آپ کے باپ آدم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جن کے دائیں اور بائیں طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں والے جنتی اور بائیں والے جہنمی ہیں۔ اس لئے دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

بزار کی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں طرف ایک دروازہ ہے جس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے۔ جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ شریک کی روایت بالا میں ہے کہ آپ نے آسمان دنیا میں نیل وفرات کو دیکھا۔ اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی آسمان دنیا میں ایک اور نہر بھی دیکھی جس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہوئے ہیں اور وہ کوثر ہے۔

اولاد پر شفقت

آدم علیہ السلام دائیں طرف دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے تھے اس سے اولاد پر والد کی شفقت ثابت ہوتی ہے کہ اولاد کی خوشحالی پر خوش ہو اور بدحالی پر غمگین ہو

متعدد مقامات پر انبیاء کی موجودگی کی توجیہ

حضرت آدم علیہ السلام سے تمام انبیاء کرام کے ساتھ پہلے بھی مل چکے تھے اس طرح باقی آسمانوں میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے (کہ سب سے بیت المقدس میں ملے اور آسمان میں بھی ملے اور سب اپنی اپنی قبروں میں بھی ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انبیاء کرام تینوں جگہ موجود ہوں؟) اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسم کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح نے ان کے جسم کی شکل اختیار کرلی ہو۔ یعنی غیر عنصری جسم جسے صوفیاء مثالی جسم کہتے ہیں روح نے اس جسم کی شکل اختیار کرلی ہو اور یہ جسم کئی بھی ہو گئے ہوں اور ایک ہی وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ہو گیا ہو۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے سے ہوا ہو اور ظاہر ہے یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا اور الگ الگ شکل رکھتا تھا۔ اسی لئے باوجود بیت المقدس میں ملاقات ہونے کے آسمان میں نہیں پہچانا البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر جسم کے ساتھ ہیں اس لئے ان کو وہاں دیکھنا جسم کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ لیکن ان کو بیت المقدس میں جو دیکھا وہ جسم کے ساتھ نہیں تھا بلکہ بالمثال ہے کہ روح کا تعلق مثالی جسم کے ساتھ موت سے پہلے بھی عادت کے خلاف ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں جسم کے ساتھ ہوں اور آسمان سے آگئے ہوں یا دونوں جگہ جسم کے ساتھ ہوں کہ پہلے آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

حضرت آدم علیہ السلام کے اردگرد کی صورتیں

حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتیں مثالیہ تھیں، اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمانوں پر موجود نہ تھیں۔ بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھیں۔ اور اس ٹھکانے اور حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ پر پرتو پڑتا ہوگا اور ہوا جو ان روحوں کی جگہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ تک آتی تھی وہ بھی جسم ہے۔ اس میں ان صورتوں کا عکس پیدا کرنے کی خاصیت ہوگی۔

جیسے ہوا شعاعوں سے بدل کر دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہیں (یعنی جب ہوا میں شعاعیں پڑتی ہیں تو ہوا شعاعوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور شعاعوں کی شکل میں نظر آتی ہے کیونکہ اس روایت میں دروازے کا ہونا آیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دروازہ ان صورتوں کے یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔ واللہ اعلم۔

اس ساری تقریر پر یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے قرآن کریم کی آیت ان الذین کذبوا بآیاتنا و استکبروا عنہا لاتفتح لہم ابواب السماء (جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح آسمان پر نہیں جا سکتیں۔ تو پھر آسمان دنیا پر یہ کافروں کی روحیں جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں؟ (کیونکہ وہ آسمان میں نہیں بلکہ ان کا عکس وہاں پڑ رہا تھا)

نیل و فرات اور حوض کوثر کو دیکھنا

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیل اور فرات کو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں دیکھا ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ نیل اور فرات تو زمین میں ہیں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کا جواب سدرۃ المنتہیٰ کے بیان میں دیا جائے گا۔ یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی وجہ سمجھ لی جائے وہ یہ ہے کہ نیل و فرات کا اصل سرچشمہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ ہے اور پانی وہاں سے نکل کر آسمان دنیا پر جمع ہوتا ہے اور وہاں سے زمین میں آتا جیسا کہ دوسری احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا ظاہر ہے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ کوثر جب جنت میں ہے تو آسمان میں کیسے دیکھا اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اصل حوض کوثر وہاں ہے اور یہاں اس کی شاخ ہے جیسا کہ ایک شاخ میدان قیامت میں ہوگی۔

دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا

تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں: پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبرائیل نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحییٰ (علیہ السلام) اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) موجود تھے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ ان دونوں نے جواب دیا۔ پھر کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔

حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رشتہ داری

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ کے نو سے ہیں۔ چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو بمنزلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے فرمایا اور اگر یہ حقیقت میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوتیں تو یحییٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی ہوتے اس لئے مجازاً ان کو خالہ زاد فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ کی اولاد میں سے ہیں اگر چہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں۔ اور ان دونوں نے بھائی اس لئے کہا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ دادا میں سے نہیں ہیں۔

تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچے تو حضرت یوسف (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کے لئے خوش آمدید ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے دیکھا کہ یوسف (علیہ السلام) کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم)

ایک روایت میں یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے: (میں نے) ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حسن میں اس کی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

(بیہقی عن ابی سعید وطبرانی عن ابی ہریرہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین تھے۔ اس کے دو جواب ہیں پہلا جواب۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انسانیت میں خوبصورت ہیں۔ روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مراد ہے۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا لیکن تمہارے نبی سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز ہیں۔ (ترمذی عن انس)

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف صرف ایک چیز یعنی حسن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوں لیکن باقی تمام چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑھے ہوئے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں یا یوں کہا جائے کہ حسن کی مختلف قسمیں ہوں۔ ایک قسم میں حضرت یوسف علیہ السلام زیادہ حسین ہوں۔ اور ایک قسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حسین ہوں ان دونوں قسموں میں فضیلت اس کی ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ظاہری طور پر بہت زیادہ ہو اور ایک حد تک ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معنوی طور پر بہت لطیف اور نازک ہو اور اس حسن کی کوئی حد نہ ہو۔ پہلی قسم کا نام حسن صباحت (یعنی گورے پن کی وجہ سے حسن ہے) دوسری قسم کا نام حسن ملاحت (یعنی چہرے پر نمکینی ہونے کی وجہ سے بہت بہت کشش ہو) ہے۔

چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟

انہوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ادریس (علیہ السلام) ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔

پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات

بخاری میں ہے کہ جبریل علیہ السلام پھر مجھ کو لے کر آگے چلے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا: کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا: ہاں۔ وہاں سے کہا گیا خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ہارون (علیہ السلام) ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ اچھے بھائی اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔

چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

آپ ﷺ نے فرمایا پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا: ہاں کہا گیا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ موسیٰ (علیہ السلام) ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ رو دیئے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر

میرے بعد بھیجے گئے جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔ تو مجھ کو اپنی امت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میری اتنی اطاعت نہ کی جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت آپ کی اتباع کریگی اور اس لئے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو انکے حال پر رونا آتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر رودئیے کہ ان کی امت کے لوگ جنت میں میری امت کے لوگوں سے زیادہ جائیں گے چونکہ یہ رونا اپنی امت پر غم و حسرت اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تابعین پر غبطہ (رشک) کے طور پر تھا اس سے ثابت ہوا کہ آخرت کے امور میں غبطہ پسندیدہ ہے۔ غبطہ کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی اور دوسرے کے پاس سے یہ نعمت چلے جانے کی تمنا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہے اور حرام ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نوجوان کہنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نوجوان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے تھوڑی ہی مدت میں اس وقت تک کہ آپ بڑھاپے تک بھی نہ پہنچیں گے اتنی کثرت سے ہوجائیں گے کہ اوروں کے بڑھاپے تک بھی اتنے ماننے والے نہیں ہوئے دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی کل عمر ۶۳ سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال کی ہوئی۔

ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چلے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں کہا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام (وہاں) موجود تھے جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے جد امجد ابراہیم (علیہ السلام)

ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے بیٹھے تھے۔ اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی باری دوبارہ نہیں آتی۔ (یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں)

بیت المعمور میں داخلہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ نماز

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود تھے۔ بہت حسین تھے اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ موجود تھے اور میری امت بھی وہاں موجود تھی اور وہ دو قسم کی ہے۔ ایک قسم سفید کپڑے والی ہے اور دوسری میلے کپڑے والی ہے۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا۔ تو سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہو گئے اور میلے کپڑے والے روک دیئے گئے۔ میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور میں نماز پڑھی جو ساتویں آسمان سے اونچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتویں آسمان پر پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں الگ الگ جگہ میں تھے دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نماز کس طرح پڑھی اس کی آسان صورت یہ ہے کہ نماز بیت المعمور کے نچلے حصے میں پڑھی ہوگی جو ساتویں آسمان پر ہے جس طرح اکثر مساجد میں نماز مسجد کے نچلے حصے میں ہوتی ہے اس کی تائید ایک حدیث میں جو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسمان میں خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ایک مسجد ہے کہ اگر وہ بالفرض گرے تو بالکل کعبہ کے اوپر گرے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکلتے ہیں تو دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔

بعض روایات میں انبیاء علیہم السلام کی منازل کی ترتیب دوسری طرح بھی آئی ہے۔ مگر صحیح ترین یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ واللہ اعلم۔

سدرۃ المنتہیٰ میں پہنچنا اور وہاں کی نہریں

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے ہجر کے مٹکے (ہجر ایک جگہ کا نام ہے) اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان ہوں (یعنی اتنے بڑے تھے)۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں تھیں۔ دو اندر جا رہی ہیں اور دو باہر آ رہی ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے باہر آنے والی دو نہروں کے بارے میں پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جو نہریں اندر جا رہی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں۔ جو باہر جا رہی ہیں یہ نیل و فرات ہیں۔

پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا لایا گیا۔ میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ فطرت (یعنی دین) ہے۔ جس پر آپ اور آپ کی امت قائم رہے گی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں اور مسلم میں ہے کہ اس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے اوپر کی سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت، موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے۔ اس کے اندر سونے اور چاندی کے برتن تھے اور وہ یاقوت اور زمرد کے پتھروں پر چلتی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے ایک برتن لیکر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبو دار تھا۔

سلسبیل کا چشمہ

بیہقی کی حدیث میں حضرت ابو سعید کی روایت سے ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔

سدرۃ المنتہیٰ پر اعمال واحکام کا پہنچنا

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ زمین سے جو اعمال اوپر جاتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ پہلے اسی پر اترتے ہیں اور وہاں سے نیچے (عالم دنیا) میں لائے جاتے ہیں۔ اور (اسی لئے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے)

سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتے:

بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگتوں نے چھپا لیا کہ معلوم نہیں وہ کیا چیز ہے اور مسلم میں ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ سونے کی ٹڈیاں تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپا لیا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اس کو ایک عجیب چیز نے چھپا لیا تو اس کی صورت بدل گئی مخلوق میں کوئی شخص اس کی صفت بیان نہیں کر سکتا۔ ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کئے جانے کے درمیان میں یہ بھی ہے کہ پھر میرے سامنے بیت المعمور بلند کیا گیا۔ (کذا رواہ مسلم) ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھنے کے بعد یہ بھی ہے کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

فائدہ: سدرۃ المنتہیٰ کے رنگوں کو پروانے اور ٹڈیاں کہنا تشبیہ کے لئے ہے ورنہ وہ فرشتے تھے (یعنی فرشتے پروانے اور ٹڈیاں لگتے تھے) حتیٰ کہ وہ اتنے حسین تھے کہ ان کے حسن کو کس طرح بیان کیا جائے معلوم نہیں۔ (یعنی اس کے لئے الفاظ سمجھ نہیں آتے)

سدرۃ المنتہیٰ کہاں ہے

احادیث سے سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا معلوم ہوتا ہے اور چھٹے آسمان میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہو کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چاروں نہریں چھٹے آسمان میں ہوں جیسا کہ روایت میں ہے کہ یہ نہریں سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ

سے نکلتی ہیں اصل یہ ہے کہ جب چھٹے آسمان سے گزر کر ساتویں میں سے گزرتا ہوا آگے پہنچا تو یہ ساتویں آسمان سے گزرتا سدرۃ المنتہیٰ کے لئے جڑ کی طرح ہے جو ساتویں آسمان میں ہے تو وہ نہریں اس دوسری جڑ (جو ساتویں آسمان میں ہے) سے نکلیں اور یہ نہریں جو اندر کو جاری تھیں یہ کوثر اور نہر رحمت معلوم ہوتی ہیں کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اور اس کا وہ حصہ جہاں سے کوثر اور نہر رحمت اس سے نکلی ہو یہ سب سدرۃ کی دوسری جڑ میں ہوں۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت بالا سے کوثر کا ظاہر میں جنت سے باہر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً جنت سے باہر وہ حصہ ہے جو سدرۃ کی جڑ میں ہے باقی اس کا زیادہ حصہ جنت میں ہے جیسا کہ دوسری حدیثوں میں اس کا جنت میں ہونا آیا ہے۔ نیل و فرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ ان کا پانی آسمان سے آتا ہو کیونکہ بارش ہونے کے بعد بارش کا پانی پتھر میں جذب ہو جاتا ہے پھر پتھر سے جاری ہو جاتا ہے تو نیل و فرات کا چلنا بھی ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ بارش تو آسمان سے ہوتی ہے تو جو حصہ نیل و فرات ہے وہ بارش کے ذریعہ آسمان سے آتا ہے اس طرح نیل و فرات کی اصل آسمان میں ہوئی۔

بیت المعمور کہاں ہے

مسلم کی جو روایت بیت المعمور کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المعمور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ مقام ابراہیم علیہ السلام سے اونچا ہے ان دونوں باتوں سے معلوم ہوا کہ سب سے اوپر بیت المعمور پھر سدرۃ المنتہیٰ پھر مقام ابراہیم علیہ السلام تو جب مقام ابراہیم سب سے نیچے ہے تو ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگا کر کیسے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ بیت المعمور کی بنیاد تو ساتویں آسمان پر ہو اس کی اونچائی سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اونچی ہو جو ساتویں آسمان سے بھی اونچی ہے اور ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے نچلے حصے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے تو اب ترتیب یوں ہوئی کہ سب سے اونچا بیت المعمور اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور کے نیچے حصے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں اب تمام صورتوں میں مناسبت ہوگی۔

جنت وجہنم کا مشاہدہ

جنت چونکہ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔

عند سدرۃ المنتہی عندھا جنۃ الماوی اس لئے ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت معمور میں نماز پڑھنے کے بعد سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کئے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ کے بعد جنت کی طرف بلند کئے گئے اور جنت کی سیر کے بعد آپ پر جہنم پیش کی گئی یعنی آپ کو دکھلائی گئی۔ (زرقانی، اصفیٰ)

بیہقی کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جنت کی سیر کے بعد دوزخ کو میرے سامنے کیا گیا تو اس میں اللہ کا غضب وعذاب اور انتقام تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھا جائے پھر وہ بند کر دیا گیا۔ اس روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ تو اپنی جگہ پر رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر۔ درمیان سے حجاب اٹھا کر دوزخ آپ کو دکھا دیا گیا۔

پچاس نمازوں کا فرض ہونا

بخاری میں بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے بعد روایت ہے کہ پھر مجھ پر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ ایک روایت میں ابراہیم علیہ السلام سے ملنے کے بعد ہے کہ پھر مجھ کو اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے) سنی۔ مجھ پر اللہ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین بخاری ومسلم)

پہلی روایت سے بیت المعمور کی سیر کے بعد نماز کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے اور دوسری روایت سے میدان میں پہنچنے کے فوراً بعد نماز کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں روایتوں میں یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ بیت المعمور کے پیش ہونے کے بعد میدان میں پہنچے ہوں گے پھر اس میدان میں پہنچنے کے بعد نمازیں فرض ہوئی ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

صریف الاقلام کے مقام پر پہنچنا

بعد ازاں پھر آپ کو عروج ہوا اور ایسے بلند مقام پر پہنچے کہ جہاں صریف الاقلام کو سنتے

تھے۔ لکھنے کے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں اس مقام پر قضاء وقدر کے قلم مشغول کتابت تھے۔ ملائکۃ اللہ امور الٰہیہ کی کتابت اور احکام خداوندی کو لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

صریف الاقلام کیا اور کہاں ہے

احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے اس لئے کہ احادیث میں مقام صریف الاقلام کا عروج سدرۃ المنتہیٰ کے بعد لفظ ثم سے ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سدرۃ المنتہیٰ کو اسی لئے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں ان کا منتہیٰ یہی مقام ہے معلوم ہوا کہ سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر کوئی اور مقام ہے کہ جہاں سے تدابیر عالم کے متعلق احکام تکوینیہ کا نزول ہوتا ہے وہ یہی مقام صریف الاقلام ہے گویا کہ مقام صریف الاقلام تدابیر الٰہی و تقادیر خداوندی کا بلا تشبیہ و تمثیل مرکزی دفتر اور صدر مقام ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ اور جنت اور جہنم کے بعد حضورؐ کو اس مقام کا معائنہ کرایا گیا۔ نیز روایات حدیث میں نمازوں کی فرضیت اور مکالمہ خداوندی کا ذکر صریف الاقلام کے بعد آیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حجابات کا طے کرانا

مقام صریف الاقلام سے چل کر حجابات طے کرتے ہوئے بارگاہ قدس میں پہنچ کہا جاتا ہے کہ آپ کی سواری کے لئے ایک رفرف (یعنی ایک سبز مخملی مسند) آئی اس پر سوار ہوئے اور بارگاہ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ میں پہنچے۔

جبریل کا رُک جانا

بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معراج کے متعلق ایک حدیث ذکر کی ہے اس میں جبریل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور اس میں یہ

بھی ہے کہ ایک فرشتہ جب بیچ میں سے نکلا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و دین دے کر بھیجا ہے" جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ میں مخلوق میں رہنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوں۔" دوسری حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ سے جدا ہو گئے اور مجھے تمام آوازیں آنی بند ہو گئیں۔ (کذا فی شرح المواہب مع)

شفاء الصدور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے کے سفر میں میرے ساتھ رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچ کر رک گئے۔ میں نے کہا: جبرئیل! کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے۔ انہوں نے کہا: اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں گا تو نور سے جل جاؤں گا۔

ٹھہریئے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو ستر ہزار حجاب طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب جیسا نہ تھا۔ مجھے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ آنی بند ہو گئی اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی اسی وقت ایک پکارنے والے نے مجھ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا کہ رک جایئے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا: مجھ کو ان دو باتوں سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے۔ ارشاد ہوا: اے محمد! یہ آیت پڑھو ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما" وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ (اس رحمت کی برکت سے) تم کو (جہالت وگمراہی کی) تاریکیوں سے (علم اور ہدایت کے) نور کی طرف لے آئے۔" میری صلوٰۃ سے مراد آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے رحمت ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی

صورت کا ایک فرشتہ پیدا کیا جو آپ کو ان کے لہجے میں پکارے تا کہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت نہ ہو جس سے آپ اصل بات نہ سمجھ سکیں۔

ٹھہرنے کے حکم کی حکمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رحمت الٰہیہ کی توجہ کے لئے ٹھہرنے کا حکم ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو توجہ رحمت سے روکنے والا ہو گا جس طرح مخلوق کے لئے ایک کام میں مشغول ہونا دوسرے کام میں مشغول ہونے سے روکنے والا ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت خاص رحمت فرما رہے ہیں اس لئے کہ آپ چلنے کو روک دیجئے اور اس میں مشغول ہو جایئے کیونکہ چلنے میں مشغول ہونا اس رحمت کو مکمل یکسوئی سے حاصل کرنے سے روکنے والا ہو گا۔ واللہ اعلم۔

عرش الٰہی تک رسائی

حضور پرنور جب مقام دنا فتدلی اور حریم قرب میں پہنچے تو بارگاہ بے نیاز میں سجدۂ نیاز بجا لائے اور نور السمٰوات و الارض کے جمال بے مثال کو حجاب کبریائی کے پیچھے سے دیکھا اور بلا واسطہ کلام خداوندی اور وحی ایزدی سے مشرف اور سرفراز ہوئے۔ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ

شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ حجابات کے طے کرنے کے بعد ایک رفرف یعنی سبز مسند میرے لئے اتاری گئی اور مجھے اس پر بٹھایا گیا پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا وہاں میں نے ایسی بڑی بات دیکھی کہ زبان تو بیان نہیں کر سکتی۔

بزار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں پر چڑھنا بھی براق پر ہی ہوا ہے۔ واللہ اعلم

قرب تدلی اور دیدار الٰہی

ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور عبدالرزاق نے روایت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا

ہے اور ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر سے دیکھنے کو ثابت کیا کعب احبارؓ اور زہریؒ اور معمرؒ سب اس کا یقین رکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قول نقل کیا ہے کہ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ خلت (دوستی) حضرت ابراہیم کے لئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔ اور رویت (دیکھنا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو (نسائی عن ابن عباس تحفۃ الاکرم) طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ نگاہ سے اور ایک مرتبہ دل سے دیکھا ہے۔

امام طبرانی اور حکیم ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے نور اعظم یعنی نور الٰہی کو دیکھا پھر اللہ نے میری طرف وحی بھیجی جو چاہی یعنی مجھ سے بلاواسطہ کلام فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے دنا فتدلی اور فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی تفسیر بھی ہو جاتی ہے کہ آیت میں دنو اور تدلی سے حق جل شانہ کا بیحد قرب خاص اور تام مراد ہے کہ جس کے ساتھ دیدار پر انوار اور مسرت التیام بھی ہو اور فاوحی الی عبدہ ما اوحی سے بلاواسطہ مکالمہ خداوندی اور بلاواسطہ کلام اور وحی مراد ہے۔ اس لئے کہ دیدار کے بعد بالواسطہ کلام کے کیا معنی۔ دیدار بلاواسطہ کے بعد کلام بلاواسطہ ہی کا ذکر مناسب اور موزوں ہے۔

شرف ہمکلامی

صحاح میں کلام ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں ہوئیں۔

۱۔ پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

۲۔ خواتیم سورۃ بقرہ (یعنی سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں) عنایت ہوئیں۔

۳۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے گناہ معاف کئے گئے۔ (کذا رواہ مسلم)

۴۔ یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو نہ کرے تو ایک نیکی لکھی

جائے گی اور اگر اس کو کر لیا تو (کم از کم) دس گنا کر کے لکھی جائے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے اور پھر اس کو نہ کر سکے تو وہ بالکل نہ لکھی جائے گی اور اگر اس کو کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی۔ (مسند احمد، مسلم)

خصوصی اعزازات

بیہقی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کی خدمت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت (خاص دوستی) اور ملک عظیم موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم انس و جن و شیاطین و ہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دیا جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل و توراۃ اور مردوں کو زندہ کرنا عطا ہونا ان کا اور ان کی والدہ کا شیطان سے پناہ دیا جانا عرض کیا۔ (تو) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو حبیب بنایا، سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا، شرح صدر کیا (آپ کے) بوجھ کو ہٹایا اور (آپ کے) ذکر کو بلند کیا کہ جب میرا ذکر ہوتا ہے تو تمہارا ذکر بھی ہوتا ہے۔ تمہاری امت کو خیر امت اور امت عادلہ بنایا۔ اول بھی بنایا اور آخر بھی بنایا۔ ان کا کوئی خطبہ جب تک درست نہیں جب تک کہ وہ آپ کے عبد (بندہ) اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول اور نبی بنا کر بھیجنے میں سب سے آخر قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا۔ میں نے تم کو سبع مثانی (سورۃ فاتحہ) اور خواتیم سورۃ بقرہ (سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں) دوسرے انبیاء کو شریک کئے بغیر، کوثر، اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر عطا فرمائے۔ تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔

نمازوں کی تعداد کا تقرر

بخاری میں بیت المعمور کی سیر اور شراب، دودھ اور شہد کے برتن پیش ہونے کے بعد ہے:

پھر مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ میں واپس لوٹا، واپسی میں میرا گزر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا: دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی امت سے دن رات میں پچاس نمازیں ہرگز نہ پڑھی جا سکیں گی۔ واللہ! میں آپ سے پہلے لوگوں کو تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور اپنی امت کیلئے آسانی کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا تو دس اور کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو دن میں دس نمازوں کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا۔ اب دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت (یعنی ساری امت) ہر دن پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور اپنے لئے اور آسانی مانگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (اگرچہ پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب میں انہی پانچ نمازوں پر راضی ہوتا ہوں۔ اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا: میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کے لئے آسانی کر دی۔

مسلم کی روایت میں پانچ نمازوں کا حکم ہوتا آرہا ہے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دن اور رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں (یعنی ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا) اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: میں نے جس دن آسمان زمین پیدا کیا تھا (اسی دن) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں تو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کیجئے۔ اس

حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے ”بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئی تھیں مگر ان سے (وہ بھی) نہ ہو سکیں اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں تو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ پھر جائیے (اور آسانی کرائیے) مگر میں نہیں گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا: یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا اس لئے اس میں تبدیلی نہیں ہوئی۔

تین خصوصی عطیات

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حق جل شانہ نے آپ کو اس وقت تین عطیے مرحمت فرمائے (۱) پانچ نمازیں (۲) اور خواتیم سورۃ بقرہ یعنی سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کا مضمون عطا کیا گیا جن میں اس امت پر حق تعالیٰ کی کمال رحمت اور لطف و عنایت اور تخفیف اور سہولت عفو اور مغفرت اور کافرین کے مقابلہ میں فتح اور نصرت کا مضمون ہے جس کی بشکل دعا اس امت کو تعلیم و تلقین کی گئی ہے اشارہ اس طرف ہے کہ سورۂ بقرہ کے اخیر میں جو دعائیں تم کو تلقین کی گئی ہیں وہ ہم سے مانگو ہم تمہاری یہ تمام دعائیں اور درخواستیں قبول کریں گے۔

تیسرا عطیہ آپ کو یہ عطا کیا گیا کہ جو شخص آپ کی امت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے کبائر سے درگزر فرمائے گا۔ یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ ڈالے گا۔ کسی کو انبیاء کرام کی شفاعت سے معاف کرے گا اور کسی کو ملائکہ مکرمین کی شفاعت سے اور کسی کو اپنی خاص رحمت اور عنایت سے جس کے قلب میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا بالآخر وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

واپسی

کافروں کا انکار و تعجب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام احکام و ہدایات لے کر بعد ہزار مسرت واپس ہوئے۔

اس طرح سے آسمانوں سے واپسی ہوئی اور اول بیت المقدس میں آکر اترے اور وہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے صبح کے بعد آپ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا سن کر حیران ہو گئے کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کسی نے تالیاں بجائیں اور از راہ تعجب یہ کہنے لگے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس آ گئے۔

کافروں کا واقعہ کی سچائی کی نشانیاں طلب کرنا

محمد بن اسحاق ام ہانی بنت ابی طالب سے معراج نبوی کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر سے پہلے کا وقت ہوا تو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو فرمایا! ام ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسے کہ تم نے دیکھا تھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر اب صبح کی نماز میں نے تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم (لوگ) دیکھ رہے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جانے کے لئے اٹھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا کنارہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ آپ لوگوں سے یہ قصہ بیان نہ کیجئے کہ وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور ایذا دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ! میں ان سے یہ قصہ ضرور بیان کروں گا۔ میں نے اپنی ایک حبشی باندی سے کہا آپ کے پیچھے پیچھے جائے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں سے جو کہیں اور لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں اس کو سنئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو قصہ سنایا۔ انہوں نے تعجب کیا اور کہا: اے محمد! اس کی کوئی نشانی بھی ہے۔ (جس سے ہم کو یقین آئے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلے کے قافلہ پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا میں نے ان کو بتایا تھا۔ اس وقت میں شام کی طرف جارہا تھا (یعنی سفر معراج کا آغاز تھا) پھر میں واپس آیا اور جب ضجنان میں فلاں قبیلے کے قافلہ پر پہنچا تو میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا ان کے ایک برتن میں پانی تھا اور انہوں نے اس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اتار کر اس کا پانی پیا پھر اسی طرح برتن ڈھانک دیا۔ اس کی نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا قافلہ اب بیضاء سے ثنیۃ التنعیم کی طرف آرہا ہے سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہوئے ہیں ایک کالا دوسرا دھاری دار ہے۔ لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے تو اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ دوسروں سے بھی پوچھا (جن کے اونٹ کا بھاگنا بیان فرمایا تھا) یہ لوگ مکہ آچکے تھے انہوں نے کہا واقعی صحیح فرمایا اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی کہ ہمیں اونٹ کا بتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشانی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدھ کے دن قافلہ آنے کی خبر دی۔ جب بدھ کا دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ سورج غروب کے قریب پہنچ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو سورج غروب ہونے سے رک گیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا آگئے۔

فائدہ

سورج کے رکنے میں کوئی اشکال نہیں اس لئے انکار کی وجہ ہوسکتی ہے اور سورج رک جانے کا عام چرچا اس لئے نہ ہوا کہ تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہوگا اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہو۔

اس طرح حق جل شانہ نے آپ کا صدق ظاہر فرمایا اور قریش نے آپ کا صدق آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا مگر اپنی اسی تکذیب اور عناد پر تلے رہے اور مقابلے پر تلے رہے اور مقابلے پر تلے رہے۔

معراج سے پہلے کی نمازیں

ان روایات سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول عشاء اور فجر کے درمیان آنے جانے کا سفر ختم ہو گیا۔ اور عشاء کی نماز گو اس وقت فرض نہ تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے ہوں گے۔ دوسرے مومنین بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے۔ فجر کی یہ نماز گو معراج کے بعد تھی مگر احادیث سے جبریل علیہ السلام کی اول امامت ظہر کی نماز کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالباً نماز کی فرضیت کی ابتداء ظہر کے وقت سے ہوئی۔ بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اس کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوٰۃ اس سے عشاء کی نماز مراد لینا مشکل ہے۔ کیونکہ عشاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے تھے تو غالباً یہ تہجد کی نماز ہوگی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زمانہ تک فرائض کی طرح موکد رہی اور اذان اسی تہجد کے لئے ہوتی ہوگی جیسا کہ رمضان المبارک میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تہجد کے وقت میں آئی ہے۔

معراج جسمانی تھا

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگوں کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس جھٹلانے کی وجہ سے آپ کے یہ جواب دینے کی کیا وجہ کہ معراج جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی اور نیند کی حالت میں ہے کہ نیند کی حالت میں عقل سے بعید دور چیز کا دعوی بھی قبولیت کی گنجائش رکھتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی تصدیق کر دی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رات ہی رات مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا۔ بعض جو مسلمان ہوئے تھے

مرتد ہو گئے اور بعض مشرکین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہا: اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا: اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں۔ لوگ کہنے لگے کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے؟ (حالانکہ بیت المقدس کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں میں تو اس سے زیادہ دور کی بات میں ان کی تصدیق کرتا ہوں؟ یعنی آسمان کی خبر کے بارے میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی لئے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک وابن اسحاق)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج جاگنے کی حالت میں جسم کیساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند کا دعویٰ فرماتے تو وہ ایسی عقل سے دور بات بھی نہ تھی کہ بعض لوگ مرتد ہو جاتے۔

بیت المقدس کا سامنے لایا جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں جن کو میں نے (ضرورت نہ سمجھنے کی وجہ سے) یاد نہ کیا تھا تو مجھ کو اس قدر تنگی ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا کہ جو جو وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں بیت المقدس کو دیکھ کر بتا جاتا تھا۔ (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ)

احمد اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس کو میرے سامنے لایا گیا کہ میں اس کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ عقیل کے گھر کے پاس لا کر رکھ گیا اور آپ نے ساری بات بیان فرمائی۔

ابن سعد نے ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس تصویر کی شکل میں میرے سامنے آ گیا اور میں ان لوگوں کو اس کی علامتیں بتلا رہا تھا اور ام ہانی کی اسی حدیث میں ہے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں؟ آپ

فرماتے ہیں: میں نے ان کو (غیر ضروری ہونے کی وجہ سے) گنا نہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں: بس میں اس کو دیکھتا رہتا اور ایک ایک دروازہ کو شمار کرتا جاتا تھا۔ ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم بن عدی جبیر بن مطعم کا والد تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر جاگنے کی حالت میں جسم کے ساتھ ہوا تھا۔ ورنہ یہ اعتراض ہی نہ ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے نقشہ کی تصدیق کی

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا؟ کہ آپ بیان فرمایئے کیونکہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! تم صدیق ہو۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوچھنے میں کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ ان کا پوچھنا شک یا امتحان کیلئے نہیں تھا بلکہ اس لئے تھا کہ کفار سن لیں اور کفار کو حضرت ابوبکر پر اس بات میں اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ اطمینان تھا کہ یہ ظاہری بات میں غلط بات کی تصدیق نہ کریں گے۔

بیت المقدس سامنے لانے کی صورت

بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر نظر آنا یا دارِ عقیل کے پاس آ کر رکھا جانا یا اس کی تصویر کا سامنے آ جانا۔ ان روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی تصویر کو سامنے کر دیا اور تصویر جس جگہ نظر آئی وہ دار عقیل ہے۔ کیونکہ بیت المقدس کی تصویر بالکل بیت المقدس ہی جیسی تھی اس وجہ سے بیت المقدس کا سامنے آنا فرمایا اب یہ اشکال بھی ختم ہو گیا کہ اگر بیت المقدس یہاں آ جاتا تو اپنی جگہ سے اتنی دیر غائب ہوتا اور اس کی عجیب بات تاریخ میں منقول ہوتی۔

سفرِ معراج میں غلبۂ اسلام کی مشکلات راہ کے اشارات

آسمانوں میں انہی چند حضرات انبیاء کرام کو آنحضرت کی ملاقات کیلئے خاص کرنے میں ان خاص حالات کی طرف اشارہ تھا جو حضور کو بعد میں وقتاً فوقتاً پیش آئے جیسا کہ علماء تعبیر کا قول ہے کہ جس نبی کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جیسے حالات اس کو پیش آئیں گے۔

ہجرت کا اشارہ

پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اول الانبیاء ہیں اور اول الآباء ہیں اس لئے سب سے پہلے ان سے ملاقات کرائی گئی اور اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس سے حضرت آدم نے ایک دشمن کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی طرح آپ بھی مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائیں گے اور حضرت آدم کی طرح آپ کو وطن مالوف کی مفارقت شاق ہوگی۔

یہود کی ایذا اور سازشوں کا اشارہ

دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی حدیث میں ہے۔ میں تمام انبیاء میں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں دجال کے لئے آسمان سے اتریں گے اور امت محمدیہ میں ایک فرد ہونے کی حیثیت سے شریعت محمدیہ کو جاری فرمائیں گے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام اولین و آخرین کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے شفاعت کبریٰ کی درخواست کریں گے۔ ان وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معیت کی وجہ سے کہ قرابت نسبی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں خلیرے بھائی ہیں۔ اس ملاقات میں یہود کی تکالیف اور ایذا اور سازشوں کی طرف اشارہ تھا کہ یہود آپ کے درپے آزار ہوں گے اور آپ کے قتل

کے لئے طرح طرح کے مکر اور حیلے کریں گے مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود بے بہبود کے شر سے محفوظ رکھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

برادری کی ایذا کا اشارہ

تیسرے آسمان میں یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ اس ملاقات میں اشارہ اس طرف تھا کہ یوسف علیہ السلام کی طرح آپ بھی اپنے بھائیوں سے تکلیف اٹھائیں گے اور بالآخر آپ غالب آئیں گے اور ان سے درگزر فرمائیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن آپ نے قریش کو اسی خطاب سے مخاطب کیا جس سے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو خطاب کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین اذھبوا فانتم الطلقاء ای العتقاء

آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تم کو معاف کرے۔ وہ ارحم الراحمین ہے اور جاؤ تم سب آزاد ہو۔

نیز امت محمدیہ جب جنت میں داخل ہوگی تو یوسف علیہ السلام کی صورت پر ہوگی۔

سلاطین کی دعوت اور بلند مرتبہ پانے کا اشارہ

حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائیں گے کیونکہ خط اور کتابت کے اول موجد ادریس علیہ السلام ہیں نیز حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں ورفعنٰہ مکانا علیا آیا ہے تو ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ رفعت منزلت اور علو مرتبت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ جب آپ نے شاہ روم کے نام والا نامہ تحریر فرمایا تو شاہ روم مرعوب ہوگیا۔

قریشی سرداروں کے قتل کا اشارہ

اور حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح سامری اور گوسالہ پرستوں نے حضرت ہارون کے ارشاد پر عمل نہ کیا تو ان کا انجام یہ ہوا کہ اس ارتداد کی سزا میں قتل کئے گئے۔ اسی طرح جنگ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قید کئے گئے اور مرتدین کو مرتد ہو جانے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔

ملک شام کے مفتوح ہونے کا اشارہ

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ

السلام ملک شام میں جبارین سے جہاد وقتال کے لئے گئے اور اللہ نے آپ کو فتح دی اس طرح آپ بھی ملک شام میں جہاد وقتال کیلئے داخل ہوں گے چنانچہ آپ شام میں غزوہ تبوک کیلئے تشریف لے گئے اور دومۃ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کی درخواست کی آپ نے اس کی صلح کی درخواست منظور فرمائی اور جس طرح ملک شام حضرت موسیٰ کے بعد حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح ہوا اس طرح حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر کے ہاتھ پر پورا ملک شام فتح ہوا اور اسلام کے زیر نگین آیا۔

حجۃ الوداع کا اشارہ

اور ساتویں آسمان میں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں۔

بیت معمور ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو خانہ کعبہ کے محاذات میں واقع ہے ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا حج اور طواف کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بانی کعبہ ہیں اس لئے ان کو یہ مقام عطا ہوا۔ اس آخری ملاقات میں حجۃ الوداع کی طرف اشارہ تھا کہ حضور پرنور وفات سے پیشتر حج بیت اللہ فرمائیں گے اور علماء تعبیر کے نزدیک خواب میں حضرت ابراہیم کی زیارت حج کی بشارت ہے۔

فتح مکہ اور وصال کا اشارہ

ابن منیر فرماتے ہیں کہ یہاں تک سات معراجیں ہوئیں آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا جو ۸ھ میں فتح ہوا اور نویں معراج سدرۃ المنتہیٰ سے مقام صریف الاقلام تک ہوئی اس معراج میں غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہوا۔ جو ۹ھ میں پیش آیا اور دسویں معراج رفرف اور مقام قرب اور دنو تک ہوئی جہاں دیدار خداوندی ہوا وصال کا اشارہ اور کلام ربانی سنا اس دسویں معراج میں چونکہ لقاء خداوندی حاصل ہوا اس لئے اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ ہجرت کے دسویں سال حضور کا وصال ہوگا اور اس سال خداوند ذوالجلال کا لقاء ہوگا اور دنیا کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملیں گے۔

باب ۵:

یثرب مدینہ میں اسلام کی روشنی

اہل مدینہ کی پہلی اجتماعی بیعت

مدینہ والوں کی دوسری اجتماعی بیعت

حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ تشریف آوری کی درخواست

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت

حضور ﷺ کی ہجرت

یثرب (مدینہ) میں اسلام کی روشنی

پیغمبر کے اس استقلال نے چونکہ بتا دیا کہ وہ دنیا میں کسی کی ذرہ بھر مدد پر بھروسہ کئے بغیر ساری عمر اسی کوشش میں کھپانے کو تیار ہو کر آئے ہیں اور عالم کا کوئی انقلاب کیسا ہی قوی کیوں نہ ہو آخری سانس تک انکو اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے ادھر آپ کی قوم مخالفت پر تل گئی اور ادھر آپ نے اپنے دعوے کے اعلان میں زور دیا کہ باہر کے آنے والے مسافر بھی سن لیں اور یہ بلند آواز گونج کی طرح عرب کے سارے ریگستان میں پھیل جائے۔ چنانچہ موسم حج میں بیرونی قافلے ہر چار طرف سے مکہ میں آئے اور پیغمبر کی اس صدا کو جسے اہل مکہ نے دیوانگی باتیں کہہ کر بے اثر بنانا چاہا تھا اپنے کانوں میں ڈال کر لے گئے۔

یہ صرف حق ہی کی خاصیت ہے کہ باوجود شدید مخالفت اور سخت مقابلے کے بھی اس کا بیج دلوں میں جمے بغیر نہیں رہتا اور گو کتنی ہی کوشش کی جائے کہ حق کا ماننے والا دنیا میں کوئی نہ ہو مگر ممکن نہیں کہ وہ اپنا رنگ لائے بغیر رہے اس لئے بیرونی قافلوں میں سب سے پہلے اہل مدینہ اس سے متاثر ہوئے اور ان کی زمین قلب میں کلمہ توحید و رسالت کی تخم ریزی شروع ہو گئی چونکہ وہ لوگ عناد و مخالفت سے خالی تھے۔ ضد و عداوت اور تمرد و مقابلہ کا رنگ ان میں بالکل نہ تھا۔ نیز اپنے ہموطن اہل کتاب یعنی یہودیوں سے آنے والے خداوندی پیغمبر کا حال اور اس کے علمی و عملی کمال کا تذکرہ سنتے رہتے تھے اس لئے ان کو اس دعوے کے ماننے میں جس کو اہل مکہ نے بزعم خود حکومت رد کرنا چاہا تھا کچھ بھی تامل نہ ہوا اور وہاں واسطہ در واسطہ پیغمبر

کی سفارت کو سچ سمجھنے والے دن بدن بڑھتے گئے۔ (ماہ تاب حرم)

اہل طائف نے جس سعادت کی قدر نہیں کی اہل یثرب کی خوش نصیبی نے اس کا استقبال کیا۔ (سیرت مصطفیٰ)

مدینہ منورہ کا محل وقوع

مکہ معظمہ سے شمال کی جانب تقریباً دو سو میل (سوا تین سو کلومیٹر) کے فاصلہ پر ایک زرخیز علاقہ میں آبادیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ ان میں سب سے بڑی آبادی کا نام یثرب ہے۔ اس کے دو طرف وسنگلاخ ہیں ان کو لابتین کہا جاتا ہے اور حرتین بھی کہلاتے ہیں۔

جانب مشرق میں تقریباً آٹھ میل تک چھوٹی چھوٹی آبادیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے ان کو عوالی کہا جاتا ہے۔ موضع قبا اسی طرف ہے۔ دوسری جانب بھی اسی طرح کی آبادیاں ہیں۔ ان کو اسافل کہا جاتا ہے۔

یثرب کے نشیبی حصہ میں برسات میں پانی بھر جاتا ہے جس کی وجہ سے یہاں کی آب و ہوا مرطوب رہتی ہے۔ یہاں کا بخار "حمی یثرب" پورے عرب میں مشہور ہے۔ یثرب نام میں آب و ہوا کی خرابی کو بھی دخل ہے (کیونکہ ثرب جو یثرب کا مادہ ہے، ملامت کرنے کے معنی میں آتا ہے) اس پورے علاقے میں کاشت ہوتی ہے۔ مگر خاص پیداوار کھجور ہے۔ کھجوروں کے بڑے بڑے باغات ہیں۔ یہاں سے کھجور دور دور جاتے ہیں۔ (سیرت مبارکہ)

مدینہ منورہ میں آباد قبائل اوس و خزرج

تقریباً ایک ہزار سال پہلے یمن سے اجڑ کر دو بھائی سرزمین حجاز میں داخل ہوئے اور یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ ان میں سے ایک کا نام "اوس" تھا دوسرے کا نام "خزرج"۔ باپ کا نام حارثہ، ماں کا نام قیلہ۔ اس لئے اوس اور خزرج کی اولاد کو بنو قیلہ بھی کہتے ہیں۔

اب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سعود میں) اوس اور خزرج دو قبیلے ہیں جن کی بہت سی شاخیں (بطن) الگ الگ نام سے مشہور ہیں۔ بنو نجار، بنو ساعدہ، بنو عمرو بن عوف وغیرہ اسی طرح یہود قبیلے بہت سے بطنوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

یثرب کی آبادی تقریباً چھ ہزار ہے اور اتنی ہی آبادی عوالی اور اسافل کی ہے۔ ان سب کا ایک "دیوتا" ہے۔ "المناۃ الطاغیہ"۔

متصل مکہ اور یثرب کے بیچ میں ایک مقام ہے۔ وہاں اس کا مندر ہے۔ یہ سب "المناۃ الطاغیہ" کے بھگت ہیں۔ مگر اصل تیرتھ کعبہ ہے۔ وہاں ہر سال "حج" کو جاتے ہیں۔ اور ان بتوں کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ جو "قریش" نے کعبہ میں رکھ رکھے ہیں۔ قریش ان کے مہنت ہیں اور یہ سب ان کے ہم مذہب اور ان کے تابع ہیں۔ ان سب کی نسل بھی ایک ہی ہے کیونکہ یہ بھی حضرت اسمٰعیل اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو اپنا مورث اعلیٰ مانتے ہیں اور اس بنا پر رشتہ داریاں بھی ہیں۔ یہ سب کاشتکار اور زمیندار ہیں۔ عموماً ناخواندہ۔ جاہل۔ کسی وقت یہ اس پورے علاقے کے فرماں روا تھے۔ اس زمانے کے قلعوں کے اونچے اونچے آثار (کھنڈر) اس وقت بھی موجود ہیں۔ ان کو "اطام یثرب" کہا جاتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس کا نام "مدینۃ النبی" رکھ دیا گیا پھر کثرت استعمال کے باعث صرف "مدینہ" (زادہا اللہ شرفہا) کہا جانے لگا۔ (سیرت مبارکہ)

مدینہ میں یہودیوں کی معاشرتی ' سیاسی اور معاشی حیثیت

اس علاقہ میں دوسری نسل بنو اسرائیل کی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور یہودی کہلاتے ہیں۔ یثرب (مدینہ) کے اطراف میں تین تین چار چار میل کے فاصلہ پر ان کے قبیلے آباد ہیں ان میں سے مشہور یہ تین ہیں۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ یہ سب خوش حال ہیں۔ ان کی آبادیاں قلعہ نما ہیں۔ شاداب باغات میں گھری ہوئیں ہر طرح سے محفوظ باغات کے علاوہ ان کے تجارتی سلسلے بھی ہیں اور ان کا سودی کاروبار بھی بہت پھیلا ہوا ہے۔ اپنی اپنی حیثیت میں یہ سب قبیلے آزاد ہیں۔ ان کی مجموعی آبادی بھی یثرب کی آبادی کے لگ بھگ ہے۔ ان کے یہاں تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ ایک تعلیمی ادارہ "بیت المدارس" کے نام سے قائم ہے۔ جس میں توریت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یثرب کے عام باشندے ان کی تعلیمی برتری سے متاثر ہیں۔ یہاں تک کہ بعض خوش عقیدہ اپنے ہونہار بچوں کو یہود کے حوالے کر دیتے ہیں کہ علمی تشنگی حاصل کر سکیں۔

اوس اور خزرج بھی بھائی برادری کی طرح رہے ہوں گے مگر اب وہ جنگجو حریف ہیں اور تقریباً سو برس سے برابر لڑائی کا سلسلہ جاری ہے۔ حال ہی میں نہایت خونریز لڑائی ہوئی جو "حرب بعاث" کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار کام آ چکے ہیں۔

یہودی ان لڑائیوں میں شریک نہیں ہوتے البتہ ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں۔ پھر ان کی بدحالی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سودی قرض دے کر ان کی بہت سی جائیدادیں قبضہ میں لے چکے ہیں۔ (سیرت مبارکہ)

اوس و خزرج کے لیڈر

اوس اور خزرج کے بڑے لوگوں میں اب صرف دو باقی رہ گئے تھے عبداللہ بن ابی بن سلول قبیلہ خزرج کا رئیس اور لیڈر۔ ابو عامر بن صیفی بن نعمان قبیلہ اوس کا رئیس و امیر۔ (سیرت مبارکہ)

مدینہ میں نبی آخر الزمانؐ کا انتظار

توریت کی پیشین گوئیوں کے بموجب یہودی ایک آنے والے نبی کے منتظر تھے وہ اس کی علامتیں بھی بیان کیا کرتے تھے۔ ان یہودیوں میں کچھ خاندان وہ بھی تھے جن کے مورث اور اجداد اسی امید پر یہاں آ کر آباد ہوئے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور اسی سرزمین میں ہوگا۔ مگر وہ متعصب گروہ پرستی اور صرف اپنے گروہ کو سب سے اونچا اور خدا کا محبوب سمجھنے کا غلط عقیدہ جو ان کے ذہنوں میں رچا ہوا تھا اور ایک جذبہ بن گیا تھا اس نے اس خوش آئند تصور کو اور اس تمنا کو یقین کا درجہ دے دیا تھا کہ آنے والا نبی ان کے گروہ میں سے ہو گا۔ اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں بھی گھڑ لی تھیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ جیسے ہی وہ نبی ظاہر ہوگا ان کا اقبال نقطۂ عروج پر پہنچ جائے گا۔ چنانچہ مشرکین یعنی اوس اور خزرج سے کسی بات پر بحث ہوتی یا کسی موقع پر مشرکین کے سامنے زچ ہونا پڑتا تو یہی روایتیں اور پیشین گوئیاں بیان کر کے ان کو مرعوب کیا کرتے تھے کہ "مستقبل کی سربلندی ہمارے لئے ہے"۔ مشرکین اگرچہ ان کے ہم عقیدہ نہیں تھے۔ مگر چونکہ جاہل تھے وہ متاثر ہو جاتے تھے۔ اس طرح ان

کے کان آنے والے نبی کے تذکرہ سے نا آشنا نہیں رہے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہی آشنائی ان کے لئے مشعل راہ بنی۔ (سیرت مبارک)

مدینہ کے سرداروں کا مسلمان ہونا

اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبدالقیس مدینہ کے عمائدین میں سے تھے۔ یہ مکہ کے رئیس اعظم عتبہ بن ربیعہ کے پاس مدد حاصل کرنے کیلئے پہنچے۔ عتبہ نے کہا ہم خود عجیب پریشانی میں مبتلا ہیں۔ ہمارے یہاں ایک شخص پیدا ہو گیا ہے۔ توحید کا قائل ہے۔ ہمارے دیوتاؤں کی تردید کرتا ہے۔ نماز یں بہت پڑھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اس نے ہمارے سارے نظام کو درہم برہم کر رکھا ہے۔ ہمیں خود اپنے سے فرصت نہیں۔ ہم کسی کی مدد کیا کر سکتے ہیں۔

عتبہ کے اس شکوہ نے نفرت کے بجائے ان دونوں کے دلوں میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی امنگ پیدا کر دی۔ یہ عتبہ سے رخصت ہوئے۔ ناکہ بندی کی وجہ سے پہنچنا مشکل تھا مگر ان دونوں نے کوشش کی اور کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ خدمت میں حاضر ہوئے۔ گفتگو کی۔ کلام پاک کی آیتیں سنیں۔ دعوت اسلام کو سمجھا دماغ صاف تھا۔ دل صاف تھا۔ طبیعت حق کی طرف مائل تھی۔ اللہ کے کلام نے اثر کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

مدینہ واپس پہنچے تو حضرت اسعد نے اپنے دوست ابوالہیثم بن تیہان سے اپنے مسلمان ہونے کا ماجرا سنایا۔ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان دونوں کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ یہ پہلے ہی سے شرک سے بیزار اور توحید کی طرف مائل تھے۔ (سیرت مبارک)

دو اور بزرگ

دو بزرگ اور تھے۔ رافع بن مالک انزرقی اور معاذ بن عفراء۔ یہ حج یا عمرہ کیلئے مکہ معظمہ آئے۔ اور کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تبادلہ خیالات کا موقع مل گیا۔ یہ دونوں بھی اسلام سے مشرف ہو گئے۔ (سیرت مبارک)

رفاعہ بن رافع زرقی فرماتے ہیں کہ چھ انصار کے آنے سے پہلے میں اور میرا خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء مکہ آئے اور آپ سے ملے۔ آپ نے اسلام پیش کیا اور یہ فرمایا اے رفاعہ بتلاؤ آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا۔ ہم نے کہا اللہ نے آپ نے فرمایا خالق عبادت کا مستحق ہے یا مخلوق ہم نے کہا خالق۔ آپ نے فرمایا کہ پس تم مستحق ہو اس کے کہ یہ بت تمہاری عبادت کریں اور تم خدا کی عبادت کرو اس لئے کہ بت تمہارے بنائے ہوئے ہیں اور تم اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہو اور میں تم کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں۔ تم خدا کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت اور بندگی کرو۔ اور مجھ کو خدا کا رسول اور نبی مانو۔ صلہ رحمی کرو۔ ظلم اور تعدی کو چھوڑ دو ہم نے کہا بے شک آپ نے بلند امور اور پاکیزہ اخلاق کی طرف بلایا ہے۔ میں آپ کے پاس اٹھ کر حرم میں پہنچا اور پکار کر یہ کہا۔ **اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله** میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حج کے موقع پر مختلف قبائل کو دعوت

جب آپ نے دیکھا کہ قریش اپنی اسی عداوت اور دشمنی پر تلے ہوئے ہیں تو جب موسم حج آتا اور اطراف واکناف سے لوگ آتے تو آپ خود ان کی فرودگاہ پر تشریف لے جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے اور دین برحق کی نصرت وحمایت کے لئے فرماتے۔ آپ تو لوگوں کو توحید وتفرید صدق واخلاص کی طرف بلاتے اور آپ کا چچا ابولہب جس کا نام عبد العزیٰ بن عبد المطلب تھا وہ اپنے تمام کام چھوڑ کر آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا پھرتا کہ اے لوگو! دیکھو یہ شخص تم کو لات اور عزیٰ سے چھڑانا چاہتا ہے اور بدعت اور گمراہی کی طرف تم کو بلاتا ہے تم ہرگز اس کی اطاعت نہ کرنا (سیرۃ المصطفیٰ)

مختلف قبائل کے جواب

غرض یہ کہ آپ نے مختلف قبائل پر اسلام پیش کیا اور ان کو اسلام کی نصرت وحمایت کی دعوت دی کسی نے نرمی سے جواب دیا اور کسی نے سختی اور درشتی سے بعض نے یہ کہا کہ ہم اس

شرط پر آپ کی نصرت و حمایت کریں گے کہ اگر آپ فتح یاب ہوئے تو آپ نے بعد ہمیں اپنا خلیفہ بنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے اختیار میں نہیں اللہ کو اختیار ہے جس کو چاہے بنائے ان لوگوں نے کہا یہ خوب ہے کہ ہم تو آپ کے ساتھ ہو کر اپنی گردنیں کٹائیں اور اپنے سینوں کو عرب کے تیروں کا نشانہ بنائیں اور جب آپ کامیاب ہو جائیں تو دوسرے آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

قبیلہ بنی ذہل کے سردار سے گفتگو

قبیلہ بنی ذہل بن شیبان کے پاس آپ تشریف لے گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ مفروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ اس قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مفروق سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی خبر نہیں پہنچی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ ہیں یہی اللہ کے رسول ہیں (سیرۃ المصطفیٰ)

سردار کو دعوت

مفروق نے کہا ہاں ہم نے آپ کا تذکرہ سنا ہے اے سردار قریش آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ آگے بڑھے اور فرمایا اللہ کو وحدہ لاشریک لہ اور مجھ کو اس کا رسول اور پیغمبر مانو اور اس کے دین کی حمایت کرو۔ قریش نے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا اور باطل کے نشے میں حق سے مستغنی ہو گئے واللہ ھو الغنی الحمید اور اللہ سب سے زیادہ بے نیاز ہے یعنی اس غنی حمید کو تو ذرہ برابر ضرورت نہیں کہ تم اس کے دین کو قبول کرو۔ اس کی نصرت اور حمایت کے لئے کھڑے ہو جاؤ اگر تم کو اپنی فلاح اور بہبودی کی فکر ہے تو حق اور ہدایت کو قبول کرو اور باطل اور گمراہی سے توبہ کرو۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

سردار کا قرآن کریم سے متاثر ہونا

مفروق نے کہا اور آپ کس شے کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں

اس سچائی اور راست گوئی کو پسند فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ اپنے دین کا خود حامی اور مددگار ہے اور جو لوگ اس کے دین کی حمایت کریں گے عنقریب اللہ ان کو کسریٰ کی زر اور زمین کا وارث بنائے گا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ جو مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے۔ ان کی مجلس میں پہنچے (جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آتا ہے) ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی نصرت اور حمایت کا وعدہ کیا۔

قبیلہ اوس کا پہلا مسلمان

اسی سال ابوالحیسر انس بن رافع مع چند جوانوں کے اس غرض سے مکہ آئے کہ بمقابلہ خزرج۔ قریش میں سے کسی کو اپنا حلیف بنائیں ان جوانوں میں ایاس بن معاذ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا جس مقصد کیلئے آئے ہو اس سے کہیں بہتر شے میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ابوالحیسر اور اس کے ہمراہیوں نے کہا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ نے مجھ کو اس لئے بھیجا ہے کہ بندوں کو اللہ کی طرف بلاؤں۔ صرف اللہ کی بندگی کریں اور کسی شئے کو کسی طرح اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور اللہ نے مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے اور پھر اس کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں اور اسلام پیش کیا۔

ایاس بن معاذ نے کہا۔ اے قوم واللہ جس کام کیلئے ہم آئے ہیں یہ اس سے کہیں بہتر ہے ابوالحیسر نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر ایاس کے منہ پر ماریں اور یہ کہا ہم اس کام کیلئے نہیں آئے۔ ایاس خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ مدینہ واپس ہوئے کچھ روز نہ گزرے کہ ایاس بن معاذ انتقال کر گئے۔ مرتے وقت لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یہ کلمات زبان پر جاری تھے جس کو تمام حاضرین سن رہے تھے کسی کو بھی اس میں شبہ نہ تھا کہ وہ مسلمان مرے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

انصار مدینہ سے پہلی ملاقات

رات کا وقت ہے چاندنی کی روشنی میں اونٹوں کے درمیان قبائل کے خیمے چمک رہے ہیں پچھلے موسموں میں تقریباً ان سب سے ہر ایک نے جس کو دھتکارا تھا وہی رہنما کے ساتھ ان میں آتا ہے کسی بڑے مجمع کی طرف نہیں بلکہ دس بیس آدمیوں سے بھی کم کی ایک ٹولی پر نظر پڑتی ہے قریب آتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے۔ من انتم (تم لوگ کون ہو)

ٹولی والوں میں سے ایک کہتا ہے "من الخزرج" (خزرج قبیلے کے لوگ ہیں)

کیا تم بیٹھ سکتے ہو؟ تم سے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ہاں کیوں نہیں جواب ملتا ہے کیا اللہ کی طرف آتے ہو؟ خدا کے سامنے جھکتے ہو؟

دس گیارہ سال تک اسی میدان میں اسی موسم میں کیا کچھ نہیں کہا گیا کیا کچھ نہیں کیا گیا لیکن کچھ نہیں ہوا۔ اسی میدان میں اسی موسم میں اسی ہوا میں اسی فضا میں آج چند لمحوں میں یہ چند الفاظ زبان سے نکلتے ہیں پھر دیکھئے جس پر جس کے قدموں پر غیب مر چکا تھا ان ہی قدموں پر شہادت والے آج گرتے ہیں اور اسی طرح گرتے ہیں کہ پھر کبھی نہیں اٹھیں گے۔

انہوں نے باہم ایک دوسرے سے کچھ کہا اور ایک لمحہ یہ تھا اور دوسرا لمحہ یہ تھا کہ جس کو سب نے لوٹا دیا تھا اس کے آگے یہی ٹولی لوٹ رہی تھی جو کچھ کہا تھا دہرا رہی تھی۔ (النبی الخاتم)

مدینہ کی پہلی جماعت جس نے اسلام قبول کیا

حج کے موسم میں خزرج کے کچھ لوگ ملے آئے۔ یہ نبوت کا گیارھواں سال تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی، اور قرآن پاک کی ان پر تلاوت کی۔ ان لوگوں نے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے واللہ یہ وہی نبی ہیں جن کا یہود ذکر کیا کرتے تھے دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فضیلت اور سعادت میں یہود ہم سے سبقت کر جائیں اور اسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اسلام لے آئے اور آپ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو آپ پر ایمان لے آئے یہود سے ہمارا اکثر جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو واپس ہو کر ان کو بھی اسلام کی

دعوت دیں اگر وہ بھی اس دعوت کو قبول کر لیں اور اس صورت سے ہم اور وہ متفق ہو جائیں تو پھر آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہوگا۔ یہ ایمان لانے والے قبیلہ خزرج کے چھ آدمی تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ ۲۔ عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ

۳۔ رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ ۴۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۵ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۶ جابر بن عبداللہ بن رباب رضی اللہ عنہ

اور بعض علماء سیر نے بجائے جابر کے عبادۃ بن الصامت کا نام ذکر کیا ہے (سیرۃ المصطفیٰ)

مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا ذکر

یہ چھ حضرات آپ سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ پہنچے جس مجلس میں بیٹھتے وہیں آپکا ذکر کرتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ کا کوئی گھر اور کوئی مجلس آپکے ذکر سے خالی نہ رہی۔

(سیرت مبارکہ)
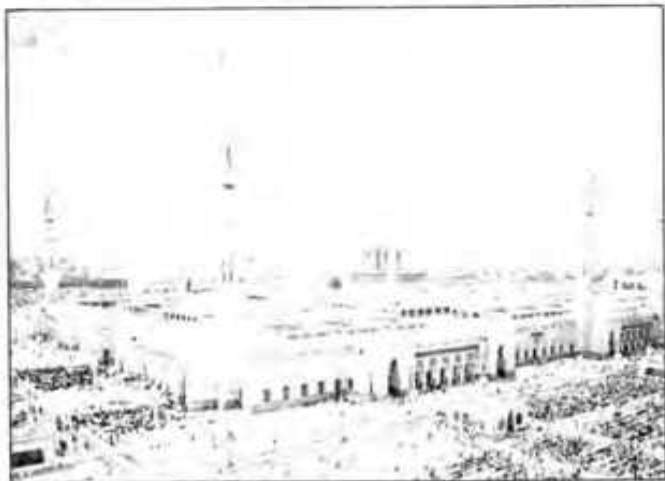
اہل مدینہ کی پہلی اجتماعی بیعت

پہلی بیعت کرنے والوں کی حسن کارکردگی

وعدہ پورا کرنے کی بہترین مثال ان چھ حضرات نے اپنے عمل سے پیش کی جو گذشتہ سال دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ باہمی نفرت اور بغض و عداوت کے دہکتے ہوئے ماحول میں ان حضرات نے ایسے سلیقہ سے کام لیا کہ معرکہ بعاث کے اشتعال انگیز تذکرہ کے بجائے ہر ایک گھر میں اسلام اور پیغمبر اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ (سیرت مبارکہ)

دوسرے سال بیعت کرنے والوں کے نام

جب دوسرا سال آیا جو نبوت کا بارہواں سال تھا تو بارہ اشخاص آپ سے ملنے کے لئے مکہ حاضر ہوئے۔ پانچ تو انہیں چھ میں سے تھے اور سات ان کے سوا تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ۲۔ عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ

۳۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۵۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

اس سال جابر بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہ حاضر نہیں ہوئے۔

۶۔ معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ (یعنی عوف بن الحارث کے بھائی)

۷۔ ذکوان بن عبدقیس رضی اللہ عنہ ۸۔ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

۹۔ یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ　　　　۱۰۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ

۱۱۔ ابوالہیثم مالک بن تیہان رضی اللہ عنہ　　　　۱۲۔ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ

یہ بارہ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کے وقت منیٰ میں عقبہ کے قریب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

معاہدہ بیعت

مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر منیٰ کا میدان ہے۔ جہاں ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک زائرین بیت اللہ کا اجتماع ہوا کرتا ہے۔ اس وسیع میدان میں وہ جگہ بھی ہے جس کو عقبہ کہتے ہیں جو شہر مکہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسی کے قریب ایک گھاٹی میں یہ حضرات جمع ہوتے ہیں۔ چاندنی رات ہے۔ نور کی چادر پھیلی ہوئی ہے۔ اسی نورانی فضا میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لاتے ہیں۔ جو سراسر نور ہیں۔ آپ خدا واحد کی پرستش کی دعوت دیتے ہیں۔ سننے والوں کے دلوں کی گہرائیوں سے آمنا کی صدا بلند ہوتی ہے۔ پھر ان سب سے چھ باتوں کا عہد لیا جاتا ہے۔

(۱) ہم صرف خدا واحد کی عبادت کیا کریں گے۔ کسی کو اس کا شریک نہیں مانیں گے۔

(۲) چوری نہیں کریں گے۔　　(۳) زنا نہیں کریں گے۔

(۴) اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔　　(۵) کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔
(جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے)

(۶) آپ جس اچھی بات کا حکم فرمائیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ (نافرمانی نہیں کریں گے)

یہ انصار کی پہلی بیعت تھی۔ جس کو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ ……… مدینہ میں پہلے معلم

یہ معاہدہ مکمل کرنے کیلئے تھا۔ عمل کرنے کے لئے معلم اور مربی کی ضرورت تھی۔ ان لوگوں نے معلم کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک با عمل معلم کو ان کے ساتھ کر دیا یہ سیدنا حضرت مصعب بن عمیر ہیں۔ دولت مند گھرانے کے چشم و چراغ۔ ناز و نعم میں

کوئی شخص بغیر مسلمان ہوئے نہ رہے گا۔ میں ابھی جا کر اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ سعد بن معاذ نے اسید رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھ کر یہ کہا کہ یہ اسید نہیں معلوم ہوتے جو یہاں سے گئے تھے۔ جب قریب پہنچے تو سعد نے اسید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ مدافعت تو نے کیا کیا۔ اسید نے کہا میں نے ان کی بات میں کوئی حرج نہیں پایا۔ سعد بن معاذ کو غصہ آ گیا اور تلوار لے کر خود پہنچے اور اسعد بن زرارہؓ سے مخاطب ہو کر کہا اگر تم سے میری قرابت نہ ہوتی اور تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے تو ابھی تلوار سے کام تمام کر دیتا۔ قوم کے بہکانے کے لئے تم ہی ان کو یہاں سے کر آئے ہو۔

مصعبؓ نے کہا کہ اے سعد کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کچھ دیر بیٹھ کر میری بات سنو اگر پسند آئے تو قبول کر لو ورنہ پھر جو چاہے کرنا۔ سعد نے کہا کہ تم نے انصاف کی بات کہی۔ بیٹھ گئے۔ مصعبؓ نے اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ سنتے ہی سعد کا رنگ ہی بدل گیا اور پھر پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔

مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا اول کپڑے پاک کر لو اور غسل کر لو اور پھر کلمہ شہادت پڑھو۔ اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ سعد رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے اور غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھا اور ایک دوگانہ ادا کیا اور یہاں سے اٹھ کر سیدھے اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے۔ قوم کے لوگوں نے سعد کو آتے دیکھ کر دور ہی سے پہچان لیا کہ رنگ دوسرا ہے۔ مجلس میں پہنچتے ہی سعد نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم مجھ کو کیسا سمجھتے ہو۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ تم ہمارے سردار اور با اختیار رائے اور مشورے کے سب سے افضل اور بہتر ہو۔ سعد نے کہا کہ خدا کی قسم میں تم سے اس وقت تک کلام نہ کروں گا۔ جب تک تم سب اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لے آؤ۔ شام نہ گزری کہ قبیلہ بنی عبد الاشہل میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا کہ جو مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ (سیرۃ بمعنی)

ایک شخص جو ایک نماز پڑھے بغیر جنت میں چلا گیا

قبیلہ بنی عبد الاشہل میں سے صرف ایک شخص عمرو بن ثابت جن کا لقب اصیرم تھا اسلام لانے سے رہ گیا۔ جنگ احد کے دن اسلام لانے اور اسلام لاتے ہی جہاد کے لئے معرکہ

قتال میں پہنچ گئے اور شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بطور معمہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے کہ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں پہنچ گیا۔

جب لوگ جواب نہ دیتے تو آپ خود فرماتے کہ وہ قبیلہ بنی عبدالاشہل میں اصیرم ہے۔ (سیرۃ اسحٰق)

مدینہ میں مسلمانوں کا ہفتہ وار اجتماع

اسی سال اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں جمعہ قائم کیا آپ نے جب یہ دیکھا کہ یہود اور نصاریٰ میں اجتماع کیلئے ہفتہ میں ایک خاص دن مقرر ہے یہود ہفتہ کے روز نصاریٰ اتوار کے دن ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ ہفتہ میں ایک دن ایسا مقرر کریں کہ جس میں سب جمع ہوں اور اللہ کا ذکر اور شکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کی عبادت اور بندگی کریں اسعد بن زرارہ نے جمعہ کا دن تجویز کیا اور اس روز سب کو نماز پڑھائی۔

غرض یہ کہ حضرات صحابہ نے محض اپنے اجتہاد سے ایک تو جمعہ قائم کیا اور دوسرے جمعہ کے دن کو جاہلیت میں یوم عروبہ کہتے تھے بجائے یوم عروبہ کے اس دن کا نام جمعہ تجویز کیا۔ (سیرۃ مغلطائی)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جمعہ کا حکم

وحی الٰہی نے دونوں اجتہادوں کی تصویب کی جس کے بارہ میں آیت نازل ہوئی۔

اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع. الآیۃ

اور اس کے کچھ ہی روز بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک والا نامہ جمعہ قائم کرنے کے بارے میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام پہنچا کہ نصف النہار کے بعد سب مل کر بارگاہ خداوندی میں ایک دوگانہ سے تقرب حاصل کیا کرو۔ (سیرۃ اسحٰق)

مدینہ والوں کی دوسری اجتماعی بیعت

حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ تشریف آوری کی درخواست

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کا ثمرہ

پچھلے سال چھ مسلمانوں کی کوشش سے یثرب کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تھا اس سال حضرت مصعب بن عمیر قرشی رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں بارہ حضرات نے کوشش کی تو نہ صرف یثرب بلکہ یثرب سے باہر موضع قبا تک اسلام پہنچ گیا۔

وہ حضرات جنہوں نے دوسرے سال بیعت کی

جب دوسرا سال آیا جو نبوت کا تیرھواں سال تھا تو مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو اپنے ہمراہ لیکر بغرض ادائے حج مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے علاوہ اوس اور خزرج کے مشرکین بھی جو ابھی تک اسلام کے حلقہ بگوش نہیں ہوئے تھے حج کیلئے روانہ ہوئے زیادہ تعداد انہی لوگوں کی تھی چار سو سے زیادہ تھے۔ مشہور قول کی بنا پر مسلمانوں کی تعداد تہتر تھی۔ جس میں سے تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسی گھاٹی میں بیعت کی جس میں پہلے کی تھی اور اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

(۱) اسعد ابن زرارہ رضی اللہ عنہ　(۲) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

(۳) اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ　(۴) اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۵) قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ　(۶) قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

(۷) قیس بن عامر رضی اللہ عنہ — (۸) قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ

(۹) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ — (۱۰) مالک بن تیہان ابوالہیثم رضی اللہ عنہ

(۱۱) مالک بن عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ — (۱۲) مسعود بن یزید رضی اللہ عنہ

(۱۳) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ — (۱۴) معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ

(۱۵) معوذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ — (۱۶) معقل بن منذر رضی اللہ عنہ

(۱۷) معن بن عدی رضی اللہ عنہ — (۱۸) معوذ بن الحارث رضی اللہ عنہ

(۱۹) منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ — (۲۰) نعمان بن حارثہ رضی اللہ عنہ

(۲۱) نعمان بن عمرو رضی اللہ عنہ — (۲۲) ہانی بن نیار ابو بردہ رضی اللہ عنہ

(۲۳) یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ — (۲۴) یزید بن خذام رضی اللہ عنہ

(۲۵) یزید بن عامر رضی اللہ عنہ — (۲۶) یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ

(۲۷) نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا — (۲۸) اسماء بنت عمرو رضی اللہ عنہا

(سیرۃ المصطفیٰ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ تشریف آوری کی دعوت کا فیصلہ

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی دعوت کی خصوصیت یہ تھی کہ جیسے ہی زبان پر کلمہ توحید جاری ہوتا دل کے ظلمت کدہ میں عشق و محبت کی شمع روشن ہو جاتی۔ جو نہ صرف ظلمت دور کرتی بلکہ انانیت کو بھی فنا کر دیتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب میں تشریف لانے کی دعوت دینا صرف ایک معزز مہمان کو بلانا نہیں تھا بلکہ ایک بہت خطرناک اور حد سے زیادہ پر خطر اقدام تھا۔ آپ کو تشریف لانے کی دعوت دینا ایک عظیم جنگ کو دعوت دینا تھا۔ یعنی ایک حکومت کو تسلیم کرنا تھا جس کے مقابلہ میں حریف کی حالت ختم ہو چکی تھی۔ اوس اور خزرج کے رؤساء اور شیوخ خصوصاً عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس خزرج اور ابو عامر راہب صیفی بن نعمان رئیس اوس نہ صرف حاکمیت بلکہ عظمت اور وجاہت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ آپ کا مدینہ تشریف لے آنا ان سب کے لئے پیغام زوال تھا جو ان سب کے لئے ناقابل برداشت تھا اور ان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے

سرگرم اور پرجوش تھے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے لئے شاہانہ تاج کی تیاری کی فرمائش بھی دے چکے تھے۔ دوسری طرف آپ کی تشریف آوری قریش کی ناکامی تھی اور تشریف آوری کی دعوت دینا قریش جیسی جماعت کے مقابلہ پر سینہ سپر ہونا تھا جس کی عظمت کی چھاپ ہر ایک عربی بولنے والے کے دل پر تھی اور جس کی ناکامی پورے عرب کی ناکامی تھی اس کے علاوہ اقتصادی مسائل بھی نہایت اہم تھے۔ مثلاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار جو اہل و عیال کو ساتھ لے کر آئیں گے ان کی ضروریات زندگی کس طرح فراہم ہوں گی۔

یہ تمام مسائل تھے۔ جو ایمان لانے والے تھے وہ واقف بھی تھے۔ ان تمام باتوں کو سمجھتے تھے مگر ان کے ایمان کی حرارت اس طرح کے تمام خطرات کے لئے برق خرمن سوز تھی۔

یہ نو مسلم تھے۔ ان کا اسلام نیا تھا۔ مگر یہ نیا اسلام سراسر عشق تھا جس نے محبوب کیلئے ہر ایک قربانی اور ایثار کو محبوب بنا دیا تھا۔ (سیرت مبارکہ)

مسند احمد میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے گھروں اور بازاروں اور میلوں میں جا جا کر اسلام کی دعوت دیتے اور یہ فرماتے من یؤوینی ومن ینصرنی حتی ابلغ رسالة ربی وله الجنة کون ہے جو مجھ کو ٹھکانہ دے کون ہے جو میری مدد کرے یہاں تک کہ خدا کا پیام پہنچا سکوں اور اس کے لئے جنت ہو مگر کوئی ٹھکانہ دینے والا اور مدد کرنے والا نہ ملتا تھا۔ یہاں تک اللہ نے ہم کو یثرب سے آپ کے پاس بھیجا ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کو ٹھکانہ دیا۔ ہم میں جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ مسلمان ہو کر واپس ہوتا۔ جب مدینے کے گھر گھر میں اسلام پہنچ گیا تو ہم نے مشورہ کیا کہ آخر کب تک ہم اللہ کے رسول کو اس حال میں چھوڑے رکھیں کہ آپ مکہ کے پہاڑوں میں پریشان اور خوف زدہ پھرتے رہیں۔ ستر آدمی ہم میں سے موسم حج میں مدینے سے مکہ آئے الی آخر الحدیث (ملخصاً)

اہل مدینہ کی مکہ روانگی

حج کا زمانہ آیا۔ اوس اور خزرج کے تقریباً پانچ سو افراد حج کے لئے روانہ ہوئے یہ اہل ایمان بھی اس عزم کے ساتھ روانہ ہوئے کہ محبوب رب العالمین کو دعوت دیں کہ وہ مکہ کی

خشک پہاڑیوں کو خیر باد کہیں اور یثرب کے سبزہ زار کو ایمان کا کشت زار بنائیں۔ لیکن یثرب کے سربراہ جو قریش کے ہم مشرب وہم نوا تھے اس جرات کے لئے تیار نہیں تھے جس میں قریش سے براہ راست تصادم تھا لہٰذا ان فدا کاروں نے اپنے منصوبہ کو پوشیدہ رکھا۔ ان کی تعداد تہتر تھی۔ ان میں دو عورتیں تھیں تیں نوجوان باقی ادھیڑ عمر۔

مکہ پہنچ کر بھی اس منصوبہ کو راز ہی رکھا اور رازداری کیساتھ ہی تاریخ۔ وقت اور مقام طے کیا گیا۔

حضرت عباس کا انصار کو خطاب کہ اپنی دعوت کی مشکلات پر غور کرو

۱۱ ذی الحجہ کی رات چاند آدھی مسافت طے کر چکا لوگ سو گئے تو طے کردہ خفیہ قرارداد کے بموجب اسلام کے یہ جاں نثار فرداً فرداً روانہ ہوئے۔ اور اسی گھاٹی میں پہنچے جہاں گذشتہ سال بیعت ہوئی تھی۔ سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چچا عباس وہاں رونق افروز ہو چکے تھے۔

یہ بھی خواجہ ابوطالب کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے بہی خواہ محافظ اور جان چھڑکنے والے مددگار تھے اور اگرچہ عمر میں صرف دو سال بڑے تھے مگر خود کو اپنے عزیز بھتیجے کا سرپرست سمجھتے تھے اور تجارتی کاروبار کی وجہ سے باہر آنا جانا رہتا تھا تو قبائل سے واقف تھے شیوخ قبائل سے تعلقات تھے ان کو جانتے پہچانتے تھے۔

اس تعارف کے ساتھ خوبی یہ تھی کہ بات کرنے کا اچھا سلیقہ بھی تھا چنانچہ جب آنے والے آ گئے تو سلسلہ کلام آپ نے ہی شروع کیا۔

آپ جس ارادہ سے آئے ہیں یقین ہے کہ اس کی ذمہ داری کا بھی آپ صاحبان نے بخوبی اندازہ کر لیا ہوگا۔ محمدؐ کی حمایت پورے عرب کی مخالفت ہے۔ محمدؐ اپنے خاندان کے سب سے زیادہ باعزت رکن ہیں۔ خاندان کا ہر فرد ان کی حفاظت کیلئے سر بکف رہتا ہے جو ان کے ہم نوا ہو گئے ہیں وہ ہم نوائی کی وجہ سے اور جو ان کے ہم نوا نہیں ہوئے ہیں وہ خاندانی حمایت قرابت اور خود ان کے اخلاق و کردار کی وجہ سے ان کے جاں نثار ہیں۔ محمدؐ کی حفاظت سے ہم نہ کتراتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔ محمدؐ نے خود ہی آپ کی دعوت منظور کی ہے اور وہ ہم سے الگ ہو کر آپ کے یہاں جانا چاہتے ہیں۔

آپ پوری طرح غور کر لیں۔ اپنی طاقت اور ہمت کا موازانہ کر لیں۔ پورے عرب کی متحدہ طاقت سے آپ کو مقابلہ کرنا ہوگا۔ سارا عرب ایک کمان سے آپ پر پتھر برسائے گا۔ کیا آپ میں مقابلہ کی طاقت ہے۔ آپ صاحبان کو لڑائیوں کا تجربہ ہے۔ کیا آپ لوگ نامعلوم مدت تک پامردی اور استقلال سے پورے عرب کے مقابلے میں ثابت قدم رہ سکیں گے۔ صاف بات اچھی ہوتی ہے پوری طرح سوچ لو۔ جدا ہونے سے پہلے پختہ فیصلہ کر لو۔ بعد کی شرمندگی سے اس وقت کی صاف بات ہزار درجہ بہتر ہے۔ (سیرت مبارکہ)

انصار کی درخواست کہ حضور ارشاد فرمائیں

انصار نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا وہ ہم نے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں ہم اس کے لئے حاضر ہیں کہ آپ اپنے لئے اور خدا کے لئے جو چاہیں ہم سے عہد لیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات ختم ہوئی تو حضرت براء بن معرور نے مجمع کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:۔

آپ نے جو فرمایا ہم پہلے سے ہی سمجھے ہوئے ہیں۔ ہم وفاداری، سچائی اور رسول اللہ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دینے کا عزم صمیم لے کر یہاں آئے ہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں حضرت والا (جن کے لئے سر ہتھیلی پر رکھ کر ہم یہاں آئے ہیں) وہ خود فرمائیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ (سیرت مبارکہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب

آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ اللہ کے لئے تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اس کی عبادت اور بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اپنے ساتھیوں کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ ہم کو ٹھکانہ دو اور جس طرح اپنی اور اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح ہماری حفاظت کرو اور خوشی ہو یا رنج و راحت ہو یا کلفت افلاس ہو یا تونگری ہر حال میں

میری اطاعت کرو اور جو کہوں وہ سنو۔

انصار نے عرض کیا کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہم کو اس کا کیا صلہ ملے گا۔ آپ نے فرمایا جنت (یعنی آخرت کی لازوال نعمتیں) انصار نے کہا سب حضور لائیے دست مبارک اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے۔

انصار کی طرف سے ایک اندیشہ کا اظہار

ابوالہیثم بن تیہانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ ہم میں اور یہود میں کچھ تعلقات ہیں۔ آپ سے تعلق قائم ہونے کے بعد ان سے ہمارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ جب اللہ آپ کو فتح و نصرت نصیب فرمائے تو آپ مکہ مکرمہ واپس ہو جائیں اور ہم کو (تڑپتا ہوا) یوں ہی چھوڑ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینان دلانا اور سب کا بیعت کرنا

آپ یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا۔

ہرگز نہیں تمہاری جان میری جان ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ جس سے تمہاری جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے۔ جس سے تمہاری صلح ہے اس سے میری بھی صلح ہے۔ اس پر سب نے نہایت شوق و رغبت کے ساتھ بیعت کی۔

سب سے پہلے اسعد بن زرارہ نے (جو سب سے زیادہ خوش نصیب اور باسعادت تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور پھر براء بن معرور نے اور پھر اسید بن حضیر نے۔

معاہدۂ بیعت کا متن

بیعت میں اسی عہد کو دہرایا گیا جو پہلی بیعت (عقبہ اولیٰ) کی بیعت کے وقت لیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا نہیں کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔ جس اچھی بات کا حکم کیا جائے گا تعمیل کریں گے۔ نافرمانی نہیں کریں گے۔

اس کے علاوہ یہ بھی عہد لیا گیا۔

کسی کو ناحق قتل نہیں کریں گے۔ لوٹ نہیں ڈالیں گے۔ ہر موقع پر حق بات کہیں گے۔ کسی کی مذمت وملامت کا خوف ہمیں کبھی بھی حق بات کہنے سے نہیں روک سکے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یثرب تشریف لے آئیں گے تو اپنی اولاد اور خود اپنی جانوں کی طرح ان کی حفاظت کریں گے۔ ان سب باتوں کا بدلہ جنت ہوگا۔

بیعت کے بعد عباس بن عبادہ کا انصار سے خطاب

عباس بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے (بیعت کو پختہ اور مستحکم کرنے کی غرض سے) کہا اے گروہ خزرج تم کو معلوم بھی ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یہ سمجھ لو کہ عرب اور عجم سے جنگ کرنے پر بیعت کر رہے ہو۔ اگر آئندہ چل کر مصائب وشدائد سے گھبرا کر چھوڑ دینے کا خیال ہو تو ابھی سے چھوڑ دو اس وقت گھبرا کر چھوڑنا خدا کی قسم دنیا اور آخرت کی رسوائی کا سبب ہوگا اور اگر تم آئندہ کے شدائد ومصائب کا تحمل کر سکتے ہو اور اپنی جان اور مال پر کھیل کر اپنے عہد اور وعدہ پر قائم رہ سکتے ہو تو واللہ اس میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی خیر اور بہبودی ہے۔ سب نے کہا ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ آپ کیلئے جان ومال سے ہم کو دریغ نہیں۔ مصائب سے ڈر کر خدا کی قسم ہم اس بیعت کو نہیں چھوڑ سکتے۔

نقیبوں کا تقرر

جب سب بیعت کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے تھے۔ اسی طرح میں بھی جبریل کے اشارہ سے تم میں سے بارہ نقیب منتخب کرتا ہوں اور ان بارہ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ تم اپنی اپنی قوم کے کفیل اور ذمہ دار ہو۔ جیسے حواریین عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے۔

زہری فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تم میں سے بارہ نقیب منتخب کروں گا تم میں سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مجھ کو کیوں نہیں نقیب بنایا گیا اس لئے کہ میں مامور ہوں جس طرح حکم ہے اسی طرح کروں گا اور جبریل امین آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس جس کو نقیب بنانے کا حکم تھا اس کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے انصار میں سے ایک شیخ نے بیان کیا کہ انتخاب کے وقت جبرئیل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ سے بتلاتے جاتے تھے کہ فلاں کو نقیب بنائیں۔ (سیرۃ مصطفیٰ)

نقیب مقرر ہونے والوں کے اسماء گرامی

جن حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیب منتخب فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ
۲۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
۳۔ سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ
۴۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ
۵۔ ابو جابر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۶۔ براء بن معرور رضی اللہ عنہ
۷۔ سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ
۸۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
۹۔ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ
۱۰۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ
۱۱۔ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
۱۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ

بعض اہل علم نے بجائے رفاعہ کے ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کیا ہے (سیرۃ المصطفیٰ)

قریشی سرداروں کی بے چینی اور تعاقب

جب صبح ہوئی اور یہ خبر مکہ میں پھیلی تو قریش نے انصار سے آکر دریافت کیا تو قبیلہ اوس و خزرج کے مشرک و بت پرست تھے چونکہ ان کو اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا اس لئے ان لوگوں نے اس خبر کی تکذیب کی اور یہ کہہ دیا کہ یہ خبر بالکل غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو ہم کو ضرور علم ہوتا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

رؤسائے مدینہ عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ سے قریش کے تعلقات تھے انہیں سے تعارف تھا۔ انہیں سے تحقیقات کا سلسلہ شروع کیا گیا اور انہیں سے یہ باتیں کی گئیں ان میں سے کوئی بھی اس بیعت میں شریک نہیں ہوا تھا۔ ان کو خبر تھی۔ انہوں نے قسمیں کھا کھا کر انکار کیا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا۔ میری قوم اگر ایسے کرتی تو وہ یقیناً مجھ سے مشورہ کرتی۔ ورنہ کم از کم خبر ضرور دیتی۔ یہ ممکن نہیں میری اطلاع کے بغیر کوئی ایسا عمل ہو جائے۔ (سیرت مصطفیٰ)

انصار کا بحفاظت واپس لوٹ جانا

یہ انکار کرنے والے سچے تھے۔ لیکن بیعت کرنے والوں کو فکر تھی کہ ان سے دریافت کیا گیا تو کیا جواب دیں گے۔ وہ خاموش تھے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ دفعتہً حضرت کعب بن مالک کی نظر ایک قریش زادے "حارث بن ہشام مخزومی" کی نئی جوتیوں پر پڑ گئی جو قیمتی اور خوبصورت تھیں۔ انہیں مذاق کرنے اور لوگوں کی توجہ ہٹانے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی سلول کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھئے جوتیاں ایسی ہونی چاہئیں۔ آپ رئیس مدینہ اور قوم کے سردار ہیں۔ آپ بھی ایسی ہی جوتیاں پہنا کیجئے۔ اس مزاحیہ فقرہ کو حارث نے طنز سمجھا۔ اس نے دونوں جوتیاں نکال کر کعب کی طرف پھینک دیں۔ لو تم پہنو۔ ضرور پہنو۔ خدا کی قسم ضرور پہنو۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی نے دیکھا کہ حارث کو ناگواری ہوئی ہے تو اس نے مجھے ڈانٹا۔ تم نے خواہ مخواہ ان کو ناراض کر دیا۔ ان کی جوتیاں واپس کر دو۔ میں نے کہا یہ دے چکے ہیں اب میں واپس نہیں کروں گا اور دل میں سوچا یہ فال نیک ہے۔ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ میں ان تکلفات کو ان لوگوں سے ختم کر دوں گا۔ (سیرت مبارکہ)

بہر حال اس طنز اور مذاق میں اصلی بات رل گئی۔ ہماری جان بچ گئی۔ ہم سے کسی نے نہیں پوچھا جب یہ لوگ ہمارے خیموں سے باہر نکل گئے تو طے شدہ پروگرام کے بموجب بیعت کرنے والے حضرات نے کھسکنا شروع کیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قریشیوں کا گرفتار کر لینا

قریش کو پھر احساس ہوا۔ وہ پھر دوڑے مگر ہم سب نکل چکے تھے۔ دو آدمی کسی طرح باقی رہ گئے تھے۔ ان کو راستہ میں پکڑ لیا یہ قبیلہ خزرج کے رئیس سعد بن عبادہ تھے اور اسی قبیلہ کے دوسرے صاحب منذر بن عمرو۔ یہ دونوں نقیب بھی منتخب ہوئے تھے۔ حضرت منذر پھر بھی کسی طرح بچ کر نکل آئے۔ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہ نکل سکے۔ اونٹ کے کجاوے میں سے چمڑہ کا تسمہ نکال کر ان کی مشکیں کس دیں۔ ان کے سر پر بڑے بال تھے۔ مارتے پیٹتے اور ان کے بڑے بال کھینچتے ہوئے مکہ میں لے گئے۔ وہاں لوگوں نے بہت ذلیل کیا

مارا پیٹا۔ کسی نے منہ پر بھی تھوک دیا۔ (محمد بیان)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر مظالم اور رہائی

انہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص آیا۔ بظاہر نہایت سنجیدہ و نیک خصلت شریف صورت تھا مجھے خیال آیا کہ یہ مجھ پر رحم کرے گا اور میری جان چھڑا دیگا۔ مگر

بھولی بھالی شکل والے ہوتے ہیں جلاد بھی

میرے پاس پہنچا تو اس نے رحم کے بجائے بڑے زور سے کھینچ کر طمانچہ مارا۔ تب میں نے سوچا کہ ان انسان نما وحشیوں میں کم از کم مسلمانوں کے حق میں شرافت کا نام ونشان نہیں رہا۔ ایک اور شخص جو غالباً یہ حرکتیں دیکھتے دیکھتے تھک گیا تھا۔ اس نے کہا کیا مکہ میں تمہارا کوئی حلیف نہیں ہے۔ تب مجھے خیال آیا۔ میں نے کہا۔ میرے بہت سے حلیف ہیں۔ جبیر بن مطعم بن عدی سے میرے تجارتی تعلقات بھی ہیں' حارث بن حرب بن امیہ سے بھی میرے تعلقات گہرے ہیں۔۔ آپکی عنایت ہوگی۔ ان میں سے کسی کو خبر کردو۔ یہ شخص گیا۔ حرم کعبہ کے قریب ہی ان سے ملاقات ہوگئی۔ ان کو میرا نام بتایا۔ یہ دونوں آئے اور ان ظالموں سے مجھے نجات دلائی۔

مدینہ میں قبولیت اسلام کی عمومی فضا

انصار کا قافلہ مکہ سے مدینہ پہنچا اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ مدینہ کے اکثر قبائل اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر بعض بوڑھے ہنوز اپنی قدیم بت پرستی پر نہایت سختی کے ساتھ قائم تھے۔ منجملہ انکے عمرو بن الجموح قبیلہ بنی سلمہ کے سردار بھی تھے جنکے بیٹے معاذ بن عمرو بن الجموح ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر کے مکہ سے واپس آئے تھے۔

عمرو بن الجموح کے بت کا انجام اور ان کا اسلام لانا

عمرو بن الجموح نے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کی عمرو بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے ایک رات خود ان کے بیٹے معوذ بن عمرو نے اور معاذ بن جبل نے اور بنی سلمہ کے چند

نوجوان مسلمانوں نے مل کر یہ کیا کہ عمرو کا بت لیجا کر ایک چوبچہ میں اوندھا کر کے ڈال آئے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو بن الجموح نے دیکھا کہ ان کا خود ساختہ خدا غائب ہے۔ کہنے لگے افسوس نامعلوم ہمارے خدا کو کون لے بھاگا اور اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک چوبچہ میں اوندھا پڑا ہوا ہے وہاں سے نکال کر اس کو غسل دیا اور خوشبو لگائی جب دوسری شب ہوئی تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ اس بت کو گڑھے میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی تو عمرو بن الجموح اس کو تلاش کر کے لائے نہلایا اور خوشبو لگائی۔

جب کئی روز متواتر اسی طرح گزرے تو عمرو بن الجموح ایک روز تلوار لائے اور اس بت کے کاندھے پر رکھ دی اور کہا واللہ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ کون شخص تیرے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے۔ تیرے میں اگر کوئی خیر اور بھلائی ہے تو یہ تلوار موجود ہے تو آپ اپنی حفاظت کر لے جب رات ہوئی تو ان لوگوں نے تلوار تو اس بت کے کاندھے سے اتار لی اور ایک مرے ہوئے کتے اور اس کے بت کو ایک رسی میں باندھ کر کسی گڑھے میں لٹکا آئے جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ بت غائب ہے۔ عمرو بن الجموح تلاش میں نکلے۔

دیکھا کہ بت اور مرا ہوا کتا دونوں ایک رسی میں بندھے ہوئے کنوئیں میں لٹک رہے ہیں۔ دیکھتے ہی آنکھیں کھل گئیں اور (بت سے مخاطب ہو کر) یہ کہا واللہ اگر تو خدا ہوتا تو اس قدر ذلیل نہ ہوتا اور اسلام لے آئے اور اللہ جل جلالہ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنی رحمت سے اس گمراہی سے نجات دی اور نابینا سے بینا بنایا یہ شعر کہے جو کہ شرک کی مذمت اور توحید کی تعریف وغیرہ کے مضامین پر مشتمل تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت

نصرت الٰہی کا ظہور

حق جل وعلا کی یہ سنت ہے کہ جب حضرات انبیاء ومرسلین کے منکرین اور مکذبین کا انکار اور تکذیب حد سے گزر جاتی ہیں اور ان کے اصحاب اور متبعین پر مصیبتوں کی کوئی انتہا باقی نہ رہتی حتی کہ پیغمبران کی اصلاح سے تقریباً ناامید ہو جاتے ہیں تب اللہ عزوجل کی نصرت اور مدد نازل ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے

حتی اذا استیاس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءھم نصرنا

یہاں تک کہ انبیاء کرام ناامید ہو گئے اور ان کو یہ خدشہ ہوا کہ مبادا لوگ یہ خیال کریں اور گمان کریں ہم سے غلط کہا گیا اس وقت ہماری مدد ان کے پاس پہنچی۔

اسی طرح جب آپ کی اور آپ کے اصحاب کی مصائب انتہا کو پہنچ گئیں اور سفر طائف نے ان کی اصلاح سے ایک قسم کی ناامیدی بھی پیدا کردی۔ تب جاءھم نصرنا کا مصداق ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور امداد آ پہنچی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت اور حمایت کے لئے مدینہ سے بھیجا وہ آئے اور آپ کے دست مبارک پر آپ کی نصرت وحمایت کی بیعت کر کے واپس ہوئے۔

ہجرت کی ابتدائی بشارت

جس طرح نبوت کی ابتداء رویائے صالحہ (سچے خواب) سے ہوئی اسی طرح ہجرت کی ابتداء بھی رویائے صالحہ سے ہوئی۔ ابتداء حضور کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھلائی گئی۔ مقام کا نام نہیں بتلایا گیا بلکہ اجمالاً صرف اتنا دکھلایا گیا کہ آپ ایک نخلستان (کھجوروالی سرزمین

کی طرف ہجرت فرمارہے ہیں اس لئے آپ کو خیال ہوا کہ شاید وہ مقام یمامہ یا ہجر ہو آپ اسی تامل اور تردد میں تھے کہ وحی الٰہی نے مدینہ منورہ کی تعیین کر دی تب آپ نے بحکم الٰہی حضرات صحابہ کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔

تین شہروں کا پیش کیا جانا

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ مدینہ بحرین اور قنسرین ان تین شہروں میں سے جس شہر میں بھی جا کر آپ فروکش ہوں وہی آپ کا دار الہجرت ہے۔

جس طرح مہمان عزیز پر متعدد مکانات پیش کئے جاتے ہیں جس کو چاہے پسند کرے اسی طرح بطور اعزاز و اکرام حضور کو ہجرت کے لئے متعدد مقامات دکھلائے گئے اور اخیر میں مدینہ منورہ متعین اور منتخب ہوا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہجرت کی اجازت

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ بیعت عقبہ کے مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سنتے ہی پوشیدہ طور پر ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

سب سے پہلے مہاجر مدینہ، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی نے مع بیوی اور بچے کے ہجرت کا ارادہ فرمایا مگر ہجرت کرنا بھی کوئی آسان نہ تھا جو ہجرت کا ارادہ کرتا قریش سد راہ ہوتے اور پوری کوشش کرتے کہ ہجرت نہ کرنے پائے ورنہ اپنے جو روستم کا تختہ مشق کس کو بنائیں گے۔ چنانچہ جب ابو سلمہ مع بیوی اور بچہ کے ہجرت کے لئے تیار ہو گئے اور اونٹ پر کجاوہ بھی کس دیا اور بیوی اور بچہ کو اس پر سوار بھی کر دیا۔ اس وقت لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ ان کی بیوی ام سلمہ (جو کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد ام المومنین بنیں) کے رشتہ داروں نے یہ کہا کہ تمہیں اپنے نفس کا اختیار ہے لیکن ہماری بیٹی کو تم نہیں لے جا سکتے اور

یہ لوگ ام سلمہؓ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیں اور ادھر سے ابو سلمہ کے رشتہ دار آ پہنچے اور یہ کہہ کر یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے اس کو کوئی نہیں لے جا سکتا۔ ام سلمہ کی گود سے چھین لیا۔ ماں اور باپ اور بچہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تنہا مدینہ منورہ روانہ ہو گئے

حضرت ام سلمہؓ کی ہجرت

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوتی تو میں ابطح میں جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی جب اسی طرح ایک سال گزر گیا تو میرے بنی المغیرہ میں سے ایک شخص کو مجھ پر رحم آیا اور بنی المغیرہ سے کہا کہ تم کو اس مسکینہ پر رحم نہیں آتا۔ اس پر بنی المغیرہ نے مجھ کو مدینہ جانے کی اجازت دیدی اور بنی الاسد نے میرا بچہ واپس کر دیا۔ میں نے بچہ کو گود میں اٹھایا اور اونٹ پر سوار ہو کر تنہا مدینہ کا راستہ لیا۔

جب مقام تنعیم پر پہنچی تو عثمان بن طلحہ نے تنہا دیکھ کر پوچھا کہاں کا قصد ہے میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں میں نے کہا:

خدا کی قسم کوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور میرا یہ بچہ

یہ سن کر عثمان کا دل بھر آیا اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے آگے ہو لئے جب منزل آتی تو اونٹ بٹھا کر خود پیچھے ہٹ جاتے۔ جب میں اتر جاتی تو اونٹ کو دور سے جاتے اور ایک درخت سے باندھ کر کسی درخت کے سایہ میں لیٹ جاتے اور جب روانگی کا وقت آتا تو اونٹ لا کر کھڑا کر دیتے اور خود پیچھے ہٹ جاتے اور یہ کہتے کہ سوار ہو جاؤ جب سوار ہو جاتی تو مہار پکڑ کر چلتے۔ جب کسی منزل پر اترتے تو ایسا ہی کرتے۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچے۔ جب قباء کے مکانات دور سے نظر آنے لگے تو یہ کہا کہ اسی بستی میں تمہارے شوہر ہیں۔ اللہ کی برکت کے ساتھ اس بستی میں داخل ہو اور مجھے میرے شوہر کے پاس پہنچا کر مکہ واپس آ گئے۔ خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ کسی کو شریف نہیں پایا۔

مہاجرین کی دوسری جماعت اور ابو جہل کو تشویش

پھر عامر بن ربیعہ نے مع اپنی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ کے اور پھر ابو احمد بن جحش اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے مع اہل و عیال کے ہجرت کی اور مکان کو قفل ڈال دیا۔

عتبہ اور ابو جہل کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ لوگ ایک ایک کر کے ہجرت

کوچ کر رہے ہیں۔ مکہ کے مکان خالی اور ویران ہو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر عتبہ کا دل بھر آیا اور سانس بھر کر یہ کہا۔

کل داروان طالت سلامتها یوماً ستدرکها النکباء و الحوب

ہر مکان خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک آباد اور عشرت کدہ بنا رہے لیکن ایک نہ ایک دن وہ غم کدہ اور ماتم کدہ بن جاتا ہے۔

اور پھر یہ کہا کہ سب کچھ ہمارے بھتیجے کا کام ہے جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈالدی

مہاجرین کی تیسری جماعت جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے

بعد ازاں عکاشہ بن محصن اور عقبہ بن وہب اور شجاع بن وہب اور اربد بن جمیرہؓ اور منقذ بن نباتہ اور سعید بن رقیش اور محرز بن نضلہ اور یزید بن رقیش اور قیس بن جابرؓ اور عمرو بن محصنؓ اور مالک بن عمروؓ اور صفوان بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ثقیب بن عمروؓ اور ربیعہ بن اکثمؓ اور زبیر بن عبیدؓ اور تمام بن عبیدہؓ اور سخرۃ بن عبیدہؓ اور محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور مستورات میں سے زینب بنت جحشؓ اور ام حبیبہ بنت جحشؓ اور جذامہ بنت جندلؓ اور ام قیس بنت محصنؓ اور ام حبیبؓ بنت ثمامہ اور آمنہؓ بنت رقیش اور سخبرہ بنت تمیم اور حمنہؓ بنت جحش نے ہجرت کی بعد ازاں حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ بیس سواروں کے ساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہوئے۔

ہشام بن العاص نے بھی حضرت عمر کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا لیکن قوم کے لوگوں نے مزاحمت کی اور ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا۔

حضرت عیاش کی گرفتاری اور پھر رہائی

جب حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ مدینہ پہنچ گئے تو ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام (ابوجہل کے بھائی جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے) دونوں مدینہ پہنچے اور جا کر یہ کہا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تجھ کو نہ دیکھ لے گی اس وقت نہ سر میں کنگھی کریگی اور نہ دھوپ سے سایہ میں آئے گی۔ یہ سن کر عیاش کا دل بھر آیا اور ابوجہل کے ساتھ ہو لیے ابوجہل نے راستہ ہی سے عیاش کی مشکیں باندھ لیں اور مکہ لا کر عرصہ تک قید میں رکھا اور

طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے اور ان کی رہائی کیلئے دعا فرماتے۔

اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ھشام و عیاش بن ابی ربیعہ

اے اللہ تو ولید اور سلمہ اور عیاش کو مشرکین کے جور وستم سے نجات دے۔

چنانچہ اللہ نے نجات دی اور چھوٹ کر مدینہ پہنچے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کرنے والے

جن لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی ان کے اسماء حسب ذیل ہیں

زید بن الخطاب (حضرت عمرؓ کے بڑے بھائی) اور سراقہ کے دونوں بیٹے عمرو بن سراقہ اور عبداللہ بن سراقہ خنیس بن حذافہ سہمی اور سعید بن عمرو بن نفیل اور واقد بن عبداللہ تمیمی اور خولی بن خولی اور مالک بن ابی خولی اور بکیر کے چاروں بیٹے ایاس بن بکیر اور عامر بن بکیر اور عاقل بن بکیر اور خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے بعد ازاں ہجرت کرنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔

رفتہ رفتہ تمام صحابہ ہجرت کر گئے

طلحہ بن عبید اللہ اور صہیب بن سنان اور حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارثہ اور ابو مرثد کناز بن حصین اور انسہ اور ابو کبشہ اور عبیدۃ بن الحارث اور ان کے دونوں بھائی طفیل بن حارث اور حصین بن حارث اور مسطح بن اثاثہ اور سویط بن سعد اور طلیب بن عمیرؓ اور خباب بن الارت اور عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام اور ابو سبرۃ بن ابی رھم مصعب بن عمیر ابو حذیفہ بن عتبہ اور سالم مولی ابی حذیفہ اور عتبہ بن غزوان اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین ہجرت کر کے مدینہ پہنچے الغرض رفتہ رفتہ تمام صحابہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کوئی باقی نہ رہا۔ مگر چند بے کس اور بے پناہ مسلمان جو کفار کے پنجہ میں پھنسے ہوئے تھے۔

حضور ﷺ کی ہجرت

سرداروں کا مشورہ

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آج کل میں جانے والے ہیں تو مشورہ کے لئے دارالندوہ میں حسب ذیل سرداران قریش جمع ہوئے۔ عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابو سفیان بن حرب' طعیمہ بن عدی' جبیر بن مطعم' حارث بن عامر' نضر بن حارث' ابو البختری بن ہشام' زمعہ بن الاسود حکیم بن حزام' ابو جہل بن ہشام' نبیہ اور منبہ پسران حجاج' امیہ بن خلف وغیرہ' ابلیس لعین ایک بوڑھے کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ تمہاری گفتگو سننا چاہتا ہوں اگر ممکن ہوا تو اپنی رائے اور مشورہ سے میں تمہاری امداد کروں گا۔

لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی اور گفتگو شروع ہوئی کسی نے کہا کہ آپ کو کسی بند کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں اس لیے کہ اس کے اصحاب اگر کہیں سن پائیں گے تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو چھڑا کر لے جائیں گے کسی نے کہا کہ آپ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے کیا تم کو اس کے کلام کی خوبی اور شیرینی اور دل آویزی اور دلوں پر اس کا چھا جانا معلوم نہیں اگر ان کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شہر والے ان کا کلام سن کر ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ (نعوذ باللہ)

ابو جہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلا وطن کیا جائے۔ بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور پھر سب مل کر دفعۃً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں۔ اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے۔ مجبوراً خون بہا اور دیت پر معاملہ ختم ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے کہا واللہ رائے تو بس یہ ہے اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا اور یہ بھی طے پایا کہ یہ کام اسی شب میں انجام کو پہنچا دیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع

ادھر جلسہ برخاست ہوا اور ادھر جبرئیل امین وحی ربانی لے کر پہنچے۔

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین

اور یاد کرو جس وقت کافر تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا نکال دیں اور طرح طرح کے فریب کرتے تھے اور تدبیر کرتا ہے اللہ اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

اور تمام واقعہ سے آپ کو مطلع کیا اور من جانب اللہ آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت کا پیام پہنچایا اور یہ دعا تلقین کی گئی۔

قل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا

اور یہ دعا مانگئے کہ اے پروردگار مجھ کو سچا پہنچانا پہنچا دیجئے اور سچا نکالنا مجھ کو نکالیے اور اپنے پاس سے مجھ کو ایک حکومت اور نصرت عطا فرمایئے۔

انتظامات ہجرت

انبیاء علیہم السلام خدا پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ اعلیٰ درجہ کے متوکل بلکہ آداب توکل

کے معلم اور متوکلین کے امام و پیشوا ہوتے ہیں۔ اس غیر معمولی توکل اور اعتماد کے نتیجہ میں غیبی تائید اور نصرت خداوندی کی وہ غیر معمولی صورتیں بھی پیش آتی رہتی ہیں جو انہیں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں جن کو معجزہ کہا جاتا ہے اس کے باوجود وہ ظاہری اور مادی اسباب کو نظر انداز نہیں کرتے کیونکہ وہ صرف خانقاہ نشین درویش نہیں ہوتے ان کی زندگی صرف ان کے لئے نہیں ہوتی وہ نوع انسان کے معلم ہوتے ہیں اور ان کی زندگی پوری نوع انسان کیلئے سبق ہوتی ہے۔ مکان سے نکلتے وقت قدرت نے خاص طرح کی مدد کی مگر آپ نے اور آپ کے رفیق خاص نے روپوش رہنے اور خفیہ روانگی کا جو نظام قائم کیا تھا وہ امت کیلئے بہترین سبق ہے اس کی تفصیل خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔

رفیق سفر کا تقرر اور حضرت ابو بکرؓ کی خوشی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کریگا۔ جبریل امین نے کہا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین دوپہر کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا اس ناچیز کو بھی ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ ابو بکر یہ سن کر رو پڑے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سے پیشتر مجھ کو گمان نہ تھا کہ فرط مسرت سے بھی کوئی رونے لگتا ہے۔

دو اونٹنیوں کا انتظام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ جن کو چار مہینے سے ببول کے پتے کھلا رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ان میں سے جس ایک کو پسند فرمائیں وہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے آپ نے فرمایا میں بغیر قیمت کے نہ لوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹنی خرید لی

معجم طبرانی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ ابوبکر نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے کہ اگر آپ قیمت لینا چاہیں۔ قیمت لے لیں۔ مطلب یہ کہ میری ذاتی خواہش کچھ بھی نہیں میری خواہش اور ہر میلان آپ کے اشارہ کے تابع ہے۔

ہجرت ایک عظیم عبادت ہے جس کو حق تعالیٰ نے بعد ایمان کے ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے آپ اس عبادت عظمیٰ میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے آپ یہ چاہتے تھے کہ خدا کی راہ میں ہجرت صرف اپنی ہی جان و مال سے ہو۔

اونٹنی کا نام اور قیمت

واقدی کہتے ہیں کہ اس اونٹنی کا نام قصواء تھا۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کا نام جدعاء تھا۔

واقدی فرماتے ہیں کہ اس اونٹنی کی قیمت آٹھ سو درہم تھی۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ چار سو درہم تھی۔ آٹھ سو درہم دونوں اونٹنیوں کی قیمت تھی۔

قریشیوں کا محاصرہ...... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی

ابن عباس سے مروی ہے کہ جبریل امین نے آ کر قریش کے مشورہ کی اطلاع دی اور یہ مشورہ دیا کہ آپ یہ رات اپنے کاشانہ مبارک میں نہ گزاریں۔

چنانچہ جب رات کا وقت آیا اور تاریکی چھا گئی تو قریش نے حسب قرارداد آ کر آپ کے مکان کو گھیر لیا کہ جب آپ سو جائیں تو آپ پر حملہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور ڈرو مت تم کو کوئی کسی قسم کی گزند نہ پہنچا سکے گا۔ قریش اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین سمجھتے تھے اور امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ سب امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

گرمیوں کا موسم، ستمبر کی ۱۳ تاریخ، ربیع الاول کی یکم۔ پیر کا دن، مکہ والے گرمیوں میں مکان سے باہر ڈیوڑھیوں کے سامنے یا راستہ کے کنارے پر چارپائیاں بچھا لیتے ہیں اور آدھی رات تک گپ شپ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ ہے کہ تہائی رات تک نماز عشاء سے فارغ ہو جاتے ہیں پھر کچھ سورتوں کی تلاوت فرماتے ہوئے باوضو بستر پر اور عموماً کھری چارپائی پر آرام فرماتے ہیں۔ اس وقت کچھ آنکھ لگ جاتی ہے۔ صحن میں آپ تنہا ہی ہوتے ہیں یا آپ کی زوجہ مطہرہ لیکن آج خلاف معمول آرام نہیں فرمارہے اور آج آپ تنہا بھی نہیں ہیں۔ آپ کے چچازاد بھائی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) جن کی عمر تقریباً بائیس سال ہے وہ بھی حاضر ہیں اور کچھ باتیں ہو رہی ہیں۔ جیسے حساب سمجھا رہے ہیں۔

دوسری طرف عجیب بات یہ ہے کہ مکان سے باہر کچھ آدمی آرہے ہیں تلواریں ان کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ نہایت خاموشی سے آتے ہیں اور دروازے کے قریب بیٹھ جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ دس بارہ آدمی آگئے ہیں ان میں ابوجہل بھی ہے ابولہب بھی۔ اور عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف بھی۔ ان میں سے کوئی اٹھتا ہے اور کواڑوں کی دراز سے اندر جھانکتا ہے (سیرت مبارکہ)

ابوجہل لعین باہر کھڑا ہوا ہنس ہنس کر لوگوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زعم یہ ہے کہ اگر تم ان کا اتباع کرو تو دنیا میں عرب وعجم کے بادشاہ ہو گے اور مرنے کے بعد تم کو بہشت بریں ملے گی اور ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو دنیا میں ان کے پیروؤں کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد جہنم میں جلو گے۔

سب کافر اندھے ہو گئے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سے ایک مشت خاک لیے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ ہاں میں یہی کہتا ہوں اور تو بھی ایک انہی میں سے ہے کہ دنیا میں میرے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہو گا اور مرنے کے بعد جہنم میں جلے گا اور اس مشت خاک پر سورہ یٰسین کی شروع کی آیتیں "فاغشینٰھم فھم لا یبصرون" تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی۔

اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آپ ان کے سامنے سے گزر گئے اور کسی کو نظر نہ آئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

اب آدھی رات گزر چکی ہے۔ آخری پہر شروع ہو گیا ہے۔ پورے مکہ پر سناٹا چھا گیا۔ یہ کافر جو باہر آ گئے تھے۔ غالباً کھڑے کھڑے تھک گئے اس لئے قطار لگا کر دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے ہیں دفعۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹاتے ہیں۔ اپنی چادر ان کے اوپر ڈال دیتے ہیں پھر دروازہ سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ سورۂ یٰسین تلاوت فرما رہے ہیں۔ (سیرت مبارکہ)

معجزۂ نبوی

(ترجمہ) اور کفار نے آپ کی مخالفت میں ایک کمیٹی قائم کی جس کے بعد بڑے بڑے بہادروں کی ایک جماعت نے آپ کے متعلق مشورہ کیا اور رات کو آپ کے مکان پر اس ارادے سے آئے تاکہ آپ کو کسی تدبیر سے اندھیرے میں اس طرح قتل کر دیں۔ کہ کسی کو قاتل کا پتہ نہ چل سکے۔ آپ ان کے درمیان میں سے اس طرح نکل گئے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو سکی کہ کون جا رہا ہے اور آپ نے ان پر مٹی ڈال دی اور صاف نکل گئے جو کچھ انہوں نے امید لگا رکھی تھی وہ ان کے ہاتھ نہ لگی اور صبح کو اپنے زرد چہروں سے رات والی مٹی کو جھاڑنے لگے۔

یہ واقعہ ماخوذ اس حدیث شریف سے ہے جس کو ابن سعد بروایت ابن عباس و علی (حضرت عائشہ بنت ابی بکر و عائشہ بنت قدامہ و سراقہ بن جعشم (اس میں ایک راوی کے الفاظ دوسرے راوی کے الفاظ سے مل گئی ہیں) بیان کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارادۂ ہجرت مکان سے باہر تشریف لائے اور کفار مکہ بارادۂ قتل دولت خانہ کے آس پاس جمع تھے۔ آپ نے مٹھی بھر سنگریزہ اٹھا کر ان کے سروں پر بکھیرنا شروع کر دیں۔ اور سورۂ یٰسین کی ابتدائی چند آیتیں پڑھیں اور تشریف لے گئے اس کے بعد کسی نے ان سے کہا کہ تم کس کے انتظار میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فکر میں ہیں وہ بولا کہ خدا کی قسم وہ تو چلے گئے۔ کفار بولے کہ خدا کی قسم ہم کو تو نظر نہ پڑے۔ یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے سروں سے مٹی جھاڑنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باامن غار ثور میں پہنچ جانا

آپ ان کے سامنے سے نکل کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیکر جبل ثور کا راستہ لیا اور وہاں جا کر ایک غار میں چھپ گئے (سیرۃ المصطفیٰ)

اب نہیں کہا جا سکتا کہ ان کافروں کو نیند آ گئی تھی یا جیسا کہ آیت کا مفہوم ہے ان کی آنکھوں کے سامنے دیوار کھڑی کر دی گئی تھی۔ جو اطمینان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے قدرت نے کوئی دیوار کھڑی کر دی ہے جس کو آپ محسوس فرما رہے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اطمینان کی بھی انتہا ہو گئی کہ آپ یونہی نہیں گزر جاتے بلکہ دست مبارک میں مٹی لیتے ہیں اور ہر ایک کے سر پر مٹی رکھتے ہوئے تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ نبی کا اعتماد، وثوق اور یقین ہے خدا پر اور خدا کے کلام پاک پر (سیرت مبارک)

قریشیوں کو اپنی ناکامی کی خبر

اسی اثناء میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے پاس سے گزرا تو قریش کی جماعت سے دریافت کیا کہ تم کیوں کھڑے ہو اور کس کے منتظر ہو۔ کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں کہ وہ برآمد ہوں تو ہم ان کو قتل کر دیں۔ اس شخص نے کہا اللہ تم کو ناکام کرے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سروں پر خاک ڈال کر گزر بھی گئے جب صبح ہوئی اور حضرت علی آپ کے بستر سے اٹھے تو یہ کہنے لگے کہ واللہ اس شخص نے ہم سے سچ کہا تھا اور نہایت ندامت کے ساتھ حضرت علی سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

کفار قریش نے تمام شب آپ کے مکان کا محاصرہ تو رکھا مگر مکان کے اندر نہیں گھسے اس لیے کہ اہل عرب کسی کے زنانہ مکان میں گھسنے کو معیوب سمجھتے تھے۔

کسی کے مکان میں گھسنا بہت معیوب تھا مگر یہ لوگ ضابطہ اخلاق سے دامن جھاڑ کر خاص منصوبہ کے تحت آئے تھے اور اب ناکامی کی جو خجل بھی تھی، غصہ اور جوش میں اندر گھس گئے دیکھا کہ ایک سن رسیدہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی) کی جگہ خوابیدہ ابوطالب کا

سب سے چھوٹا لڑکا "علی" بستر پر دراز تھا اُسے اٹھا لیا ہے۔

جونہی بادۃ دشمنوں نے جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ پوچھا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ مجھے کیا خبر؟ جواب سچ تھا۔ انہیں خبر نہیں تھی۔ بہت پوچھ گچھ کی، ڈرایا دھمکایا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ نہیں بتا سکے۔ (سیرت مبارکہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

خدا پر بھروسہ اور اطمینان کی دوسری مثال۔ یہ نوجوان (علی رضی اللہ عنہ) پیش کر رہے ہیں کہ وہ بستر پر آرام سے لیٹے ہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ آج کی شب شب قتل ہے۔ دشمن بھی لئے تاک لگائے ہوئے ہیں کہ اس بستر والے کو ذبح کریں۔ آرام گاہ کو ذبح خانہ بنا دیا ہے۔ بستر والا نہ ہوا تو جو بستر پر ہوگا وہ ذبح ہوگا۔ مگر یا تو اللہ کی حفاظت پر اطمینان کامل ہے۔ یا دیدار محبوب کے شوق مضطر نے موت کو بھی محبوب بنا دیا ہے۔ یہی تسکین بخش اطمینان ہے کہ جیسے کوئی لیٹتے ہی سو جاتے ہیں۔ (سیرت مبارکہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری

دشمنوں نے اگرچہ یہ لقب اب چھوڑ دیا تھا مگر آپ کی صداقت وامانت ان دشمنوں کی خاطر نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ آپ کی فطرت مبارکہ کا جوہر تھی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو چھوڑ رہے تھے وہ امانتوں کا حساب ہی تھا جو انہیں دشمنوں کی آپ کے پاس تھیں۔ جو اب منصوبہ قتل ناحق کو کامیاب بنانے کے درپے تھے۔ آپ نے اس خطرناک اور بہت نازک فضا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی لئے چھوڑا تھا کہ جن کی امانتیں ہیں ان کو واپس کر کے اور پوری طرح حساب سمجھا کر تشریف لائیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن بعد روانہ ہوئے۔ سب امانتیں ادا کر چکے اور حساب سمجھا چکے۔ (سیرت مبارکہ)

شہر مکہ کو الوداع

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو چلتے ہوئے ایک

نظر ڈال کر مکہ کو دیکھا اور یہ فرمایا۔

خدا کی قسم (مکہ) اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے اگر میں نکالا نہ جاتا تو نہ نکلتا (ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس وقت یہ فرمایا۔

تو کیا ہی پاکیزہ شہر ہے اور مجھ کو بڑا ہی محبوب ہے اگر میری قوم مجھ کو نہ نکالتی تو میں دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔

قریشیوں کی بوکھلاہٹ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر انعام کا اعلان

قریش دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے۔ ایک لڑکی (بڑی صاحبزادی حضرت اسماء) سامنے آئی۔ پوچھا۔ تمہارے باپ کہاں ہیں؟ مجھے خبر نہیں۔ لڑکی نے جواب دیا۔ ابوجہل نے اس معصومہ کے اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ کان کی بالی گر گئی۔

جب ان بدبختوں کو یقین ہو گیا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا تو اس کی تلاش میں دوڑے۔ مکہ کی گلی گلی چھان ماری اور جب کہیں پتہ نہ چلا تو فوراً منادی کرا دی کہ جو محمد اور اس کے ساتھی کو زندہ گرفتار کر کے لائے یا ان کا سر لائے اس کو (ایک دیت کے بموجب) سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سو اونٹ کا انعام معمولی نہیں تھا۔ انعام کے شوق میں بہت سے من چلے دوڑے مگر کامیابی کسی کو بھی نہیں ہوئی۔ کیونکہ رب محمد۔ اپنے محمد کی مدد کر رہا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) (سیرت مبارک)

کھانے پینے اور حالات سے باخبر رہنے کا انتظام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء نے سفر کے لئے ناشتہ تیار کیا عجلت میں بجائے رسی کے اپنا (پٹکا) پھاڑ کر ناشتہ دان باندھا۔ اسی روز سے حضرت اسماء ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہوئیں ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ بند کیا اور عبداللہ بن ابی بکر جو ابوبکر کے فرزند ارجمند تھے اور جوان تھے وہ دن بھر مکہ میں رہتے اور رات کو آ کر قریش کی خبر بیان کرتے اور

عامر بن فہیرہ ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام۔ بکریاں چرایا کرتے تھے عشاء کے وقت آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو بکریوں کا دودھ پلا جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بچوں کا ایثار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے وقت اپنی پوری پونجی ساتھ لے لی تھی۔ پانچ چھ ہزار آپ کے پاس اس وقت تھے آپ روانہ ہوئے تو آپ نے سب رقم ساتھ لے لی اور اہل وعیال کو خدا کے نام پر چھوڑ دیا۔

آپ کے بچوں کا ایثار یہ تھا کہ اس کی شکایت کسی کو نہ ہونے دی۔ گو بڑی ہوئی شدت کی تنگی سے پریشانی کو یا خوراک کی بھی خواہش نہیں کی تھی۔ حتیٰ کہ جب حضرت ابوبکر کے والد ابوقحافہ کو خبر ہوئی کہ ابوبکر چلے گئے تو بچوں کے پاس آئے اور فرمایا ابوبکر تو چلے گئے۔ کچھ تمہارے لئے بھی چھوڑ گئے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب لے گئے۔ جان سے تو گئے تھے مال بھی لے گئے۔ تمہیں خالی چھوڑ گئے۔ تو پوتی صاحبزادی حضرت اسماء نے فوراً جواب دیا۔ نہیں دادا وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابوقحافہ کچھ مطمئن نہیں ہوئے تو حضرت اسماء نے اس جگہ جہاں گھر کا روپیہ رکھا جاتا تھا کنکریاں تھیلی میں بھر کر رکھ دیں۔ دادا کی بصارت جاتی رہی تھی۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں اور تھیلی پر ہاتھ رکھوا دیا کہ یہ رقم محفوظ ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ محض دادا کو مطمئن کرنے کے لئے کر دیا۔ ورنہ واقعہ یہ تھا کہ جو کچھ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب لے گئے تھے۔ ہمیں خالی چھوڑ گئے تھے۔ (ابن ہشام)

غار ثور کی طرف روانگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے روانہ ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے۔ پھر یہ دونوں مکان کی پشت کی طرف سے کھڑکی سے نکل کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے جو مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور جس کی چوٹی پر یہ غار ہے

جس نے غار ثور کے نام سے غیر فانی شہرت حاصل کی۔ (سیرت مبارک)

روانہ ہوتے وقت کی دعا

جب آپ روانہ ہوئے تو یہ دعا زبان مبارک پر تھی۔

الحمدلله الذی خلقنی ولم اک شیئاًاللهم اعنی علیٰ هول الدنیا وبوائق الدهر و مصائب اللیالی والایام. اللهم اصحبنی فی سفری و اخلفنی فی اهلی و بارک لی فیمارزقتنی ولک فذللنی وعلی صالح خلقی فقو منی والیک رب فحبنی والی الناس فلا تکلنی رب المستضعفین وانت ربی اعوذ بوجهک الکریم الذی اشرقت له السموات والارض و کشفت به الظلمات و صلح علیه امرالا ولین والاخرین ان تحل علی غضبک و تنزل بی سخطک. اعوذبک من زوال نعمتک وفجاءة نقمتک و تحول عافیتک و جمیع سخطک لک العقبیٰ عندی خیر ما استطعت لا حول والا قوة الابک.

ایک روایت یہ بھی کہ آپ نے یہ دعا فرمائی تھی۔

اللهم اخرجتنی من احب البلاد الی فاسکننی فی احب البلاد الیک

اے اللہ تو نے مجھے اس شہر سے نکالا ہے جو مجھے تمام شہروں میں سب سے محبوب تھا تو اب میری سکونت اس شہر میں فرما جو تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ (سیرت مبارک)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حق رفاقت ادا کردیا

جب آپ غار کی طرف روانہ ہوئے تو اس یار غار اور ہمدم وجان نثار محبت با اخلاص اور صدیق با اختصاص کی بیتابی اور بے چینی کا عجب حال تھا کبھی آپ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں پھر آخر آپ نے دریافت فرمایا ابوبکر یہ کیا ہے کہ کبھی آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے ابوبکر نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ـــ جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں پیچھے سے تو کوئی آپ کی تلاش میں نہیں

آ رہا ہو تو پیچھے چلتا ہوں اور جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو آگے چلتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکرؓ کیا اس سے تمہارا یہ مقصد ہے کہ تم قتل ہو جاؤ اور میں بچ جاؤں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں۔ یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ یہی چاہتا ہوں کہ آپ بچ جائیں اور میں قتل ہو جاؤں۔ جب غار پر پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ ذرا ٹھہریئے میں اندر جا کر آپ کیلئے غار کو صاف کر لوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات کی قیمت

حضرت عمرؓ کے سامنے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا تو یہ فرماتے کہ ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن عمرؓ کی تمام عمر کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔ رات تو غار کی اور یہ قصہ بیان فرماتے جو ابھی ذکر کیا گیا ہے اور دن وہ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی وفات اور عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔ اس وقت میں آپ کی خدمت حاضر ہوا اور خیر خواہانہ عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ آپ ذرا نرمی کیجئے اور تالیف سے کام لیجئے ابوبکر نے غضب ہو کر یہ کہا۔

اے عمر جاہلیت کے زمانے میں تو تو بہادر ہے۔

اب کیا اسلام میں آ کر بزدل بن گیا۔ بھلا تو سہی کس چیز سے ان کی تالیف کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور وحی منقطع ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس رسی کے دینے سے بھی انکار کریں گے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور جہاد و قتال کروں گا۔ عمر کہتے ہیں پس ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جہاد کیا اور اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ان تمام لوگوں کو جو اسلام سے بھاگ گئے تھے پھر اسلام کی طرف واپس فرمایا۔ یہ ہے ابوبکر کا وہ دن جس پر عمر اپنی تمام عمر کی عبادت تصدق کرنے کے لئے تیار ہے۔

غار میں حفاظت کا قدرتی انتظام

اول ابوبکرؓ غار میں اترے اور بعد از اں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں فروکش ہوئے اور باذن الٰہی ایک مکڑی نے غار کے منہ پر ایک جالا تنا۔

اللہ کے حکم سے آپ کے چہرے کے سامنے ایک درخت اُگ آیا اور ایک جنگلی کبوتر کے جوڑے نے آکر انڈے دیئے۔ مشرکین جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار تک پہنچے تو کبوتروں کے گھونسلے کو دیکھ کر واپس ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے ان کو ہم سے دفع کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے اور قریش ہمیں تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر آکھڑے ہوئے اس وقت میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں سے اگر کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ جائے تو یقیناً ہم کو دیکھ پائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اے ابوبکر ان دو کے ساتھ تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی ہم دونوں تنہا نہیں بلکہ تیسرا ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ ہے جو ہم کو ان اعداء کے شر سے محفوظ رکھے گا"۔

جب آپ نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت حزین اور غمگین ہیں تو یہ ارشاد فرمایا۔ لا تحزن ان اللہ معنا تو بالکل غم نہ کھا یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے اور ابوبکر کی تسکین کے لئے دعا بھی فرمائی۔ پس اللہ کی طرف سے ابوبکر پر ایک خاص سکینت اور خاص طمانیت نازل ہوئی۔

معجزۂ نبوی

أعميت أبصارهم لما أتوا غار ثور في شتاء ودخل

ورأوا زوج الحمام فإنما في فم الغار بعيد أن دخل

ورأوا العنكبوت نسجه فاستكانوا بهوان وفشل

لو رأوا ما تحت أقدام رأوا أكرم الخلق ترى لأمر حل

یہ واقعہ ماخوذ اس حدیث شریف سے ہے جس کو شیخین نے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ غار ثور میں میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ان کفار میں سے کوئی ہماری تلاش میں یہاں پہنچ جائے اور کسی کی نظر اپنے قدم کی طرف پڑ گئی تو وہ ہم کو دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تم ایسے دو شخصوں (صدیق اکبر اور حضور سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کے خیال میں کیوں پریشان ہو رہے ہو جو صرف دو نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ خدا بھی تیسرا ہے اور اس حدیث سے بھی ماخوذ ہے جس کو ابن سعد اور ابن مردویہ اور بیہقی اور ابونعیم نے بروایت ابی مصعب المکی بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ انس بن مالک اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جس رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں روپوش تھے خداوند عالم نے درخت کو حکم دیا تھا کہ وہ اس طرح اُگے کہ آپ کے سامنے ہو جاوے اور آپ اس کی وجہ سے چھپ جاویں اور مکڑی کو حکم دیا کہ وہ اپنا جال آپ کے چہرے کے سامنے تنے اور جنگلی کبوتروں کو حکم دیا تو انہوں نے غار کے منہ پر اپنا آشیانہ بنا لیا۔ اس کے بعد جوانان قریش جن میں کسی کے پاس لاٹھی، کسی کے پاس تلوار تھی آپ کی تلاش میں آئے۔ حتیٰ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ گئے۔ اس وقت ان میں سے ایک شخص نے غار میں جھانک کر دیکھا تو غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتر موجود ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمارے پاس کیوں آیا؟ تو نے غار میں تلاش کی ہوتی۔ وہ بولا کہ میں نے غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتروں کو بیٹھے ہوئے پایا اس لئے مجھے یقین ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غار کے اندر نہیں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس باہمی گفتگو کو سنا اور سمجھ لیا کہ خداوند عالم نے ان لوگوں کو کبوتروں کی وجہ سے دفع کر دیا تو آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان پر نزول رحمت کی دعا بھی خصوصیت سے فرمائی اور حکم دیا کہ جو ان کو قتل کرے اس کو ان کا بدلہ دینا پڑے گا۔ اور ان کبوتروں نے حرم میں اقامت کی۔ اس وقت جس قدر کبوتر حرم میں ہیں وہ ان ہی دو کبوتروں کی نسل سے ہیں۔

اُداس راہیں

(طریقِ ہجرت سے متأثر ہو کر)

حرم سے طیبہ کو آنے والے! تجھے نگاہیں ترس رہی ہیں
جدھر جدھر سے گزر کے آئے! اُداس راہیں ترس رہی ہیں

رسولِ اطہر جہاں بھی ٹھہرے، وہ منزلیں یاد کر رہی ہیں
جبینِ اقدس جہاں جھکی ہے، وہ سجدہ گاہیں ترس رہی ہیں

جو نور افشاں تھیں لحظہ لحظہ، حضورِ انور کے دم قدم سے
وہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں، وہ بارگاہیں ترس رہی ہیں

صبائے بطحا غموں سے پُر ہے، فضائے اقصیٰ بھی دکھ بھری ہے
اب ایک مدت سے حال یہ ہے، اثر کو آہیں ترس رہی ہیں

خیال فرما کہ چشمِ عالم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہ فرما کہ ساری اُمت کی تشنہ چاہیں ترس رہی ہیں

نصیب کیسا یہ وقت آیا، سلوک و احسان کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

()

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل
(آیتِ ہجرت کے تناظر میں)

آیتِ ہجرت

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تروھا و جعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم

اگر تم لوگ رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے تو کیا ہوگا۔ اللہ ان کا پہلے ہی مددگار ہے اسی نے اس وقت بھی مدد کی تھی کہ جب کافروں نے اس کو نکال دیا تھا در آنحالیکہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے یعنی اس سفر میں صرف دو تھے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے آپ کے ساتھی اور یارِ غار یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ دو کے علاوہ اور کوئی شخص ہمراہ نہ تھا جس سے کسی سہارے کی توقع کی جا سکتی ہے جس وقت آپ اپنے ساتھی اور یارِ غار سے یہ کہہ رہے تھے کہ غمگین نہ ہو یقین رکھو کہ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے (یعنی اس کی حمایت اور حفاظت ہمارے ساتھ ہے) پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسکین اور تسلی اتاری اور ایسے لشکروں سے تائید کی جن کو تم نے نہیں دیکھا (یعنی بلا سبب ظاہری کے فرشتوں کی فوج سے غارِ ثور کی حفاظت فرمائی) اور اللہ نے کافروں کی بات نیچی کی (کہ غار کے کنارہ

سے دشمنوں کو بے نیل مرام واپس کر دیا) اور اللہ کا بول ہمیشہ بالا ہی رہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے کہ اس نے اپنے نبی اور اس کے رفیق کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر بعافیت تمام مدینہ پہنچا دیا۔

سفر ہجرت میں رفاقت کا اعزاز

کفار نابکار جب آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر تل گئے اور بالاتفاق سب نے آپ کے قتل کا عزم بالجزم کر لیا تب بحکم خداوندی آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور بحکم خداوندی ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کو اپنے ہمراہ لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے سفر پرخطر میں ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لے جانا اس امر کی شہادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کو اپنا محب خاص اور ہمدم باختصاص اور عاشق جان نثار اور جاں باز وغمگسار سمجھتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت کی تعریف

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حسن بصری اور سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ اس آیت میں حق جل وعلا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرنے پر تمام عالم کو عتاب فرمایا مگر صرف ابوبکر کو اس عتاب سے مستثنیٰ فرمایا اور صرف مستثنیٰ ہی نہیں فرمایا بلکہ ایسے آڑے اور نازک وقت میں رسول خدا کی رفاقت اور مصاحبت اور معیت کو بطور مدح ذکر فرمایا۔

پہلی خلافت کا اشارہ (ثانی اثنین)

حق جل شانہ نے ثانی اثنین کے لفظ سے یہ ظاہر فرمایا کہ پیغمبر خدا کے بعد مرتبہ میں دوسرا شخص ابوبکر صدیق ہیں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ثانی اثنین کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں اس لئے کہ خلیفہ بادشاہ کا ثانی ہوتا ہے۔

یار غار (اذھما فی الغار)

حق جل شانہ نے اذھما فی الغار کے لفظ سے حضرت ابوبکر صدیق کا یار غار ہونا

ظاہر کر دیا اور یہ غار ثور جبل ثبیر سے چلی ہے جو شخص یاری اور غمگساری کا حق ادا کر دے اس کو محاورہ میں یار غار کہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا اعلان (لصاحبه)

حق تعالی نے صاحب کے لفظ سے حضرت ابوبکر کی صحابیت کو بیان کیا اور شیعوں اور سنیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت میں لفظ صاحب سے حضرت ابوبکر مراد ہیں اور عربی زبان میں صاحب کا لفظ صحابی کے ہم معنی ہے۔ صحابی اور صاحب کے معنی میں کوئی فرق نہیں اور یہ رتبہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملا۔ اللہ تعالی نے ان کی صحابیت کو قرآن میں ذکر کیا اسی وجہ سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی صحابیت کا منکر قرآن کریم کی اس آیت اذیقول لصاحبه کا منکر ہے اور قرآن کا انکار کفر ہے۔

اور علی ہذا جن صحابہ کا صحابی ہونا احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے ان کا بھی یہی حکم ہے البتہ جن حضرات کا صحابی ہونا خبر واحد سے ثابت ہوا ہے ان کی صحابیت کا منکر کافر نہیں کہلائے گا۔ بلکہ بدعتی کہلائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدق واخلاص کا اعلان (لاتحزن)

جب مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار تک پہنچے تو غار کے اندر سے ابوبکر کی نظر ان پر پڑی۔ رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں مارا جاؤں تو فقط ایک شخص ہلاک ہوگا لیکن نصیب دشمناں اگر آپ مارے گئے تو ساری امت ہلاک ہو جائے گی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تسلی کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔ لا تحزن ان الله معنا اے ابوبکر تم غمگین نہ ہو تم تسلی رکھو اور یقین جانو کہ تحقیق اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی دار العلوم دیوبند) ہدیۃ الشیعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ لاتحزن جس کا مطلب یہ ہے کہ تم غمگین نہ ہو۔ یہ لفظ ابوبکر کے عاشق صادق اور مومن مخلص ہونے پر دلالت کرتا ہے ورنہ ان کو غمگین ہونے کی کیا ضرورت تھی بلکہ موافق عقیدہ شیعہ معاذ اللہ اگر ابوبکر دشمن رسول تھے تو یہ نہایت خوشی کا محل تھا کہ

رسول اللہ خوب قابو میں آئے ہوئے ہیں۔ اسی وقت پکار کر دشمنوں کو بلا لینا تھا تاکہ نعوذ باللہ وہ اپنا کام کرتے۔ دشمنوں کے لئے اس سے بہتر اور کون سا موقع تھا مگر کہیں انصاف کی آنکھیں اگر رسول ملیں تو ہم حضرات شیعہ کے لئے مول لے لیں اور ان کو دیں تاکہ وہ کچھ تو پاس رفاقت خلیفہ اول کریں۔

جو پاس مہر و محبت یہاں کہیں ملتا — تو مول لیتے ہم اپنے مہربان کیلئے

اللہ تعالیٰ کی معیت کی نعمت کا ملنا (ان اللہ معنا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتحزن کے بعد ابوبکر کو تسلی دی کہ ان اللہ معنا۔ تم غم نہ کرو اور غمگین نہ ہو تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عنایات ہمارے ساتھ ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تو مسلمان کی طرفداری اور حمایت کرتا ہے۔ ان اللہ مع المومنین. ان اللہ مع المتقین. ان اللہ مع المحسنین اور اس قسم کے کلمات سے اللہ تعالیٰ کا کلام بھرا پڑا ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے اذیقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا کے ضمن میں اس بات پر متنبہ کردیا کہ ابوبکر صدیق سے بھی کفار دشمنی رکھتے تھے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ان کی تسلی کرتے اور خدا کیوں ان کے ساتھ ہوتا اور ہمیں تو اتنا ہی بہت ہے کہ خدا ان کے ساتھ اسی طرح ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے ایک ہی لفظ یعنی معنا سے دونوں کی مددگاری کو بیان فرمایا ہے اور دو لفظ نہ فرمائے یعنی ان اللہ معي و معک نہ فرمایا جس کے یہ معنی ہوتے کہ خدا میرے ساتھ ہے اور تیرے ساتھ بھی ہے تو اس سے اور بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح خدا تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

تسکین کا حاصل ہونا (فانزل اللہ سکینتہ علیہ)

یعنی اللہ نے آپ پر اپنی تسکین فرمائی اور پھر آپ کی برکت سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سے حصہ عطا فرمایا۔ جیسا کہ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم

اصحابِ محمد ﷺ حق کے ولی | بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
یارانِ نبیؐ میں سب سے جلی | بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

وہ شمعِ حرم کے پروانے | وہ ختمِ رسل کے دیوانے
بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ | بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

اسلام نے جن کو عزت دی | اسلام کو قوت جن سے ملی
ایماں کی روایت جن سے چلی | بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی | ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی
نکلی ہے یہی ترتیب جلی | بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

اس نظم کی خوشبو پھیلے گی | یہ خوشبو ہر سو پھیلے گی
گونجے گا یہ نعرہ گلی گلی | "بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ"

یہ کعبہ حرم کی زینت ہے | یہ لوحِ دل و قلم کی زینت ہے
بلکہ شاہ نفیس اب اس کو جلی | بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

○

۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

غارِ ثور میں تین روز قیام

انتظامات کی تکمیل وغیرہ

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی خدمات

تین روز تک آپ اسی غار میں چھپے رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند عبداللہ نوجوان تھے۔ مگر نہایت ہوشیار بہت تیز۔ بات کو تاڑنے والے، پرکھنے والے۔ ان کے ذمہ یہ تھا کہ مخالفین کے اقدامات پر نظر رکھیں۔ حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔

یہ دن بھر مکہ معظمہ میں کنسوئیں لیتے رہتے۔ دن چھپے اندھیرا ہو جاتا تو غار پر پہنچتے تمام روئیداد سنا دیتے۔ حالات سے باخبر کر دیتے۔ پھر آخری پہر میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے گویا رات بھر یہیں رہے ہیں۔ (سیرت مبارکہ)

عامر بن فہیرہ کی ڈیوٹی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ جن کو حضرت ابوبکر نے حضرت بلالؓ کے ساتھ ہجرت کی اجازت نہیں دی تھی، بلکہ روک لیا تھا۔ ان کے ذمہ یہ تھا کہ تازہ دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے رہیں۔ شام کو جب اندھیرا ہو جاتا یہ بکریاں غار پر لے جاتے، دودھ دوہتے، اس کو گرم کرتے اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے آقا (ابوبکر) کی خدمت میں پیش کر دیتے پھر بکریوں کو ہنکا کر صبح سے پہلے تڑکے میں مکہ پہنچ جاتے۔ (سیرت مبارکہ)

پہاڑی راستوں سے واقف کار ملازم کا انتظام

اس زمانہ میں سڑکیں نہیں تھیں۔ اس لئے راستوں اور خصوصاً پہاڑی راستوں سے واقف ہونا بھی ایک خاص فن تھا۔ اس کے ماہر کو "خریت" کہا کرتے تھے۔ قافلے کے ساتھ خریت ضرور ہوتا تھا۔ اس کی معقول اجرت ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی دیل کے ایک شخص کو (جس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا (اور عبداللہ بن اریقط بھی کہا جاتا تھا) اس خدمت کے لئے طے کرلیا تھا۔

یہ مسلمان نہیں تھا بلکہ مشرکین مکہ کا ہم مسلک تھا۔ عاص بن وائل سہمی کے خاندان کا حلیف تھا۔ یہ تو نہیں معلوم کہ اجرت کیا طے ہوئی تھی۔ البتہ ان دونوں بزرگوں کو اس پر پورا اطمینان تھا۔ یہاں تک کہ دونوں سانڈنیاں اسی کے حوالے کردی تھیں اور بتا دیا تھا کہ تین رات گزرنے کے بعد وہ چوتھے دن صبح سویرے غارِ ثور پر پہنچ جائے۔

اور رقم تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کی قبول ہوئی

صدیق اکبر جب اسلام لائے تو اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے خدا کی راہ میں اور غلاموں کو خرید خرید کر خدا کے لئے آزاد کرنے میں سب روپیہ خرچ ہو چکا تھا۔ جس میں سے صرف پانچ ہزار باقی تھا وہ ہجرت کے وقت اپنے ساتھ لے لیا۔ مدینہ منورہ میں آکر مسجد نبوی کے لئے زمین خریدی وغیرہ وغیرہ سب ختم ہوگیا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ابوبکر جب مرے ہیں تو ایک دینار اور ایک درہم بھی باقی نہیں چھوڑا۔

غارِ ثور سے روانگی

تین راتیں غار کے اندر گزاریں۔ تین روز کے بعد عبداللہ بن اریقط دؤلی (جو رہبری کیلئے اجرت پر مقرر کیا گیا تھا) حسب وعدہ صبح کے وقت دو اونٹنیاں لے کر غار پر حاضر ہوا۔ متعارف اور مشہور راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ سے ساحل کی طرف سے آپ لے کر چلا۔

ایک اونٹنی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور دوسری پر ابوبکر سوار ہوئے اور اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ کو خدمت کے لئے ساتھ لیا اور اپنے پیچھے بٹھایا۔ اور عبداللہ بن

اریقط (اپنے اونٹ پر بیٹھ کر) راستہ دکھانے کے لئے آگے آگے چلا۔

قباء میں داخلہ

عبداللہ بن اریقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کو ہمراہ لئے ہوئے اسفل مکہ سے نکل کر ساحل کی طرف جھکا اور اسفل عسفان سے گزرتا ہوا منزل بمنزل ہوتا ہوا قباء میں داخل ہوا۔

راستہ میں حضرت ابوبکر کا لوگوں کو جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس راستہ سے پہلی دفعہ تشریف لے جا رہے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کاروباری ضرورتوں سے شام جاتے رہتے تھے۔ قبائل کے شیوخ سے انکے تعلقات تھے۔ لوگ ان کو پہچانتے تھے۔ اس وقت جب آپ با وجاہت شریف صورت رفیق کو ساتھ دیکھتے تو پوچھتے تھے یہ کون صاحب ہیں۔ حضرت صدیقؓ کا جواب یہ ہوتا تھا۔ هذا الرجل يهديني الطريق یہ صاحب مجھے راستہ بتاتے ہیں (سیرت صحابہ)

اور مراد لیتے کہ آخرت اور خیر کا راستہ بتلاتے ہیں

مکہ سے روانگی کی تاریخ

بیعت عقبہ کے تقریباً تین ماہ بعد یکم ربیع الاول کو آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے حاکم فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ دوشنبہ کے روز مکہ سے نکلے اور دوشنبہ ہی کو مدینہ منورہ پہنچ گئے لیکن محمد بن موسیٰ خوارزمی فرماتے ہیں کہ آپ مکہ سے پنجشنبہ کو نکلے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مکہ سے آپ بروز پنجشنبہ نکلے۔ تین روز غار میں رہے دوشنبہ کو غار سے نکل کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔
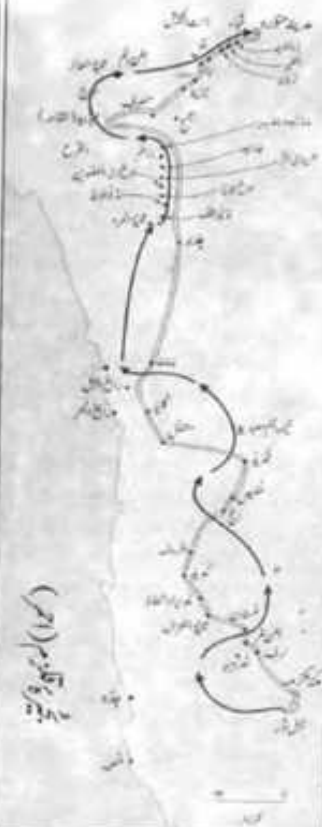
ہجرت نبوی

ہجرت کا راستہ

قافلوں کا راستہ

مسجد قباء

لا تقم فيه ابدا لمسجد اسس على التقوى من اول يوم احق ان تقوم فيه فيه رجال يحبون ان يتطهروا والله يحب المطهرين

غار ثور

قریش کی گرفتاری کی مہم مکمل ناکام ہوگئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکل کر ابوبکر کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو اپنے ہمراہ لے کر غار ثور میں جا چھپے تو کفار نے آ کر آپ کے مکان کا محاصرہ کیا جب وہاں آپ کو نہ پایا تو آپ کی تلاش میں مشغول ہو گئے اور ہر طرف آدمی دوڑائے اور تلاش کرتے ہوئے غار ثور کے منہ پر پہنچ گئے مگر خدا تعالیٰ نے تار عنکبوت سے وہ کام لیا کہ وہ صد ہا آہنی زرہوں سے بھی نہیں ہو سکتا تین روز تک آپ غار میں چھپے رہے اور کفار تین دن تک تلاش میں لگے رہے۔ جب کفار ناامید ہو گئے اور تھک کر بیٹھ گئے اور باوجود اس اشتہار اور اعلان کے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر کو پکڑ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام ملے گا انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

سراقہ بن مالک کی کوشش

سراقہ بن مالک بن جعشم راوی ہیں کہ میں اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر یہ بیان کیا کہ میں نے چند اشخاص کو ساحل کے راستے سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سمجھ لیا کہ بے شک وہی ہیں لیکن اس کو یہ کہہ کر

بتا دیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء نہیں بلکہ اور لوگ ہوں گے مبادا کہ یہ شخص یا کوئی اور سن کر قریش کا انعام نہ حاصل کر لے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں مجلس سے اٹھا اور باندی سے کہا کہ گھوڑے کو فلاں ٹیلے کے پیچھے لے جا کر کھڑا کرے اور میں اپنا نیزہ لے کر گھر کی پشت کی طرف سے نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑاتا ہوا چلا۔

سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا

جب سراقہ آپ کے قریب پہنچ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور گھبرا کر عرض کیا یارسول اللہ اب ہم پکڑ لئے گئے۔ یہ شخص ہماری تلاش میں آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں

لاتحزن ان اللہ معنا — تو غمگین نہ ہو تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے

اور سراقہ کے لئے بددعا فرمائی اسی وقت سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک پتھر یلی زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے عرض کیا کہ یقین ہے کہ تم دونوں کی بددعا سے ایسا ہوا ہے آپ دونوں حضرات اللہ سے میرے لئے دعا کیجئے۔ خدا کی قسم آپ سے عہد کرتا ہوں کہ جو شخص آپ کو تلاش کرتا ہوا ملے گا اس کو واپس کر دوں گا۔

سراقہ کا معافی مانگنا

آپ نے دعا فرمائی اسی وقت زمین نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ اب آپ کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا اور قریش نے جو آپ کے قتل یا گرفتاری کیلئے سو اونٹ کے انعام کا اشتہار دیا تھا۔ اس کی میں نے آپ کو اطلاع کی اور جو زاد اور راہ میرے ساتھ تھا وہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ البتہ یہ فرمایا کہ ہمارا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

مزید احتیاط کی غرض سے میں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ایک تحریر امن اور معافی کی مجھ کو لکھوا دیں۔ آپ کے حکم سے عامر بن فہیرہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر معافی کی سند لکھ کر مجھ کو عطا کی اور روانہ ہوئے۔ اور میں بھی امان نامہ لیکر واپس ہوا جو شخص آپ کے تعاقب میں ملتا تھا اسی کو واپس کر دیتا تھا اور یہ کہہ دیتا کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں میں دیکھ آیا ہوں۔

سراقہ کی ابو جہل کو رپورٹ

اسی بارے میں سراقہ نے ابو جہل کو مخاطب بنا کر یہ کہا:

اے ابوجہل خدا کی قسم تو اگر اس وقت حاضر ہوتا

کہ جب میرے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس رہے تھے

تو تو یقین کرتا اور ذرہ برابر تجھ کو شک نہ رہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں دلائل

اور براہین کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں کون ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

معجزۂ نبوی

بخاری نے بروایت سراقہ بن مالک بیان کیا ہے کہ میں بھی بحالت کفر بوقت ہجرت نبویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کی جستجو میں نکلا اور جب میں آپ سے قریب ہوا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ میں اٹھ کر پھر سوار ہوا اور اس قدر فاصلے سے پہنچا کہ آپ کی قرات کی آواز میرے کانوں میں آنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نماز میں ادھر ادھر نہ جاتی تھی لیکن حضرت ابوبکر بہت زیادہ ادھر ادھر کو دیکھتے تھے۔ اس اثناء میں میرے گھوڑے کے قدم زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے ہیں میں نے اس کو پھر اٹھایا تو وہ اٹھا مگر اس کے پاؤں زمین سے نہ نکل سکے جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کے نکلنے کی وجہ سے زمین سے مٹی اڑی میں نے ان دونوں سے امان طلب کی۔

جب مجھ پر یہ واقعہ پیش آیا تو میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور غالب ہو کر رہیں گے۔ اور ابن سعد اور بیہقی اور ابونعیم نے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارادہ ہجرت مکہ سے باہر تشریف لے گئے تو ابوبکر کی نظر ایک سوار پر پڑی جو ان کو ڈھونڈھتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ صدیق اکبر نے مضطرب ہو کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ سوار ہم کو پکڑنے کیلئے آ پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ الہیٰ اس کو زمین پر گرا دے چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا تو اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ جو کچھ حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرے رہو اور کسی کو ہم تک نہ آنے دینا۔ وہ اول روز میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری میں کوشاں تھا لیکن اس واقعہ کے بعد آخر روز میں وہ آپ کا محافظ بن گیا۔

بریدہ اسلمی کی کوشش

آگے چل کر سراقہ کی طرح بریدہ اسلمی بھی مع ستر سواروں کے آپ کی تلاش میں نکلے تا کہ قریش سے سو اونٹ انعام وصول کریں۔ جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ نے سوال کیا من انت۔ تم کون ہو۔ جواب میں کہا۔ انا بریدۃ میں بریدہ ہوں آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر بطور تفاؤل فرمایا۔

یا ابابکر برد امرنا و صلح اے ابوبکر ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا۔ پھر فرمایا تو کس قبیلہ سے ہے۔ بریدہ نے کہا۔

من اسلم میں قبیلہ اسلم سے ہوں۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر بطور تفاؤل فرمایا۔

سلمنا ہم سلامت رہے۔ پھر فرمایا قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے ہو۔ بریدہ نے کہا۔

من بنی سھم بنی سہم سے۔

آپ نے فرمایا:۔

خرج سھمک تیرا حصہ نکل آیا۔

یعنی تجھ کو اسلام سے حصہ ملے گا۔

بریدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا

بریدہ نے دریافت کیا آپ کون ہیں آپ نے فرمایا۔

انا محمد بن عبداللہ رسول اللہ میں محمد بیٹا عبداللہ کا اور رسول اللہ کا

بریدہ نے کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ

بریدہ بھی مسلمان ہوئے اور وہ ستر آدمی جو بریدہ کے ہمراہ تھے وہ بھی سب کے سب مشرف با سلام ہوئے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے سامنے ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ آپ نے اپنا عمامہ اتار کر نیزہ سے باندھ کر بریدہ کو عطا فرمایا۔ جس وقت آپ مدینہ منورہ پہنچے تو بریدہ رضی اللہ عنہ جھنڈا لئے ہوئے آپ کے سامنے تھے۔

راستے میں پیش آنے والے واقعات

راستہ میں پڑاؤ:

غارِ ثور سے روانہ ہوئے تو تمام رات چلتے رہے۔ اگلے دن دوپہر کا وقت ہو گیا۔ دھوپ تیز ہو گئی۔ اس کھلے ہوئے لق و دق میدان میں پتھر کی چٹان کے نیچے کچھ سایہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو غنیمت سمجھا۔ میں چٹان پر پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے گیا۔ میرے ساتھ ایک ''فروة'' چمڑے کا بستر تھا۔ میں نے اس کو سایہ میں بچھا دیا اور اپنے آقا (آقائے دو جہاں) کو اس پر لٹا دیا۔

پھر میں نے نظر دوڑائی تو ایک چرواہے کو دیکھا جو بکریوں کے چھوٹے سے گلہ کو ہانکتے ہوئے اس طرف لا رہا تھا اور وہ بھی اس چٹان کے سایہ میں آرام کرنا چاہتا تھا۔ میں اس کے پاس پہنچا اور دریافت کیا۔ یہ بکریاں کس کی ہیں؟ تمہارا مالک کون ہے۔ چرواہے نے ایک شخص کا نام لیا۔ جس کو میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا کوئی بکری دودھ دیتی ہے اور کیا تم دودھ دے سکتے ہو۔ اس نے اقرار کیا چنانچہ وہ ایک بکری پکڑ کر لے آیا۔ میں نے کہا کہ پہلے تم بکری کے تھن پونچھ کر صاف کرو۔ پھر اپنے ہاتھ صاف کرو۔ پھر دودھ نکالو۔ اس نے میری فرمائش پر عمل کیا اور تھوڑا سا دودھ دوہ کر مجھے دیدیا۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چھاگل میں پانی رکھ چھوڑا تھا۔ اس کے منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا (کہ گرد و غبار نہ پڑے) میں نے دودھ میں اتنا پانی ڈالا کہ نیچے تک تمام دودھ ٹھنڈا ہو گیا (دودھ کی لسی بنالی) پھر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ میرا جی خوش ہو گیا۔

ام معبد کے خیمہ پر گزر

راستے میں ام معبد کے خیمہ پر گزر ہوا۔ ام معبد ایک نہایت شریف اور مہمان نواز خاتون تھیں خیمہ کے دالان میں بیٹھی رہتی تھیں۔ قافلہ نبوی کے لوگوں نے ام معبد سے گوشت اور

کھجور خریدنے کی غرض سے کچھ دریافت کیا مگر کچھ نہ پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جو خیمہ پر پڑی تو خیمہ کی ایک جانب میں ایک بکری دیکھی۔ دریافت فرمایا یہ کیسی بکری ہے ام معبد نے کہا یہ بکری لاغر اور دبلی ہونے کی وجہ سے بکریوں کے گلہ کیساتھ جنگل نہیں جاسکتی۔

لاغر بکری نے دودھ سے آٹھ دس آدمیوں کو سیراب کر دیا

آپ نے فرمایا اس میں کچھ دودھ ہے۔ ام معبد نے کہا اس تن کہاں سے دودھ آیا۔ آپ نے فرمایا کیا مجھ کو اس کا دودھ دوہنے کی اجازت ہے۔ ام معبد نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر اس میں دودھ ہو تو آپ ضرور دوہ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن پر دست مبارک رکھا۔ تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ نے دودھ دوھنا شروع کر دیا۔ ایک بڑا برتن جس سے آٹھ دس آدمی سیراب ہو جائیں۔ دودھ سے بھر گیا۔ اول آپ نے ام معبد کو دودھ پلایا۔ یہاں تک کہ ام معبد سیراب ہوگئیں۔ بعد ازاں آپ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا اور آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ اس کے بعد آپ نے پھر دودھ دوہا یہاں تک کہ وہ بڑا برتن بھر گیا آپ نے وہ برتن ام معبد کو عطا کیا اور ام معبد کو بیعت کر کے روانہ ہوئے۔

ام معبد کا اپنے شوہر کو مہمانوں کا تعارف کرانا

جب شام ہوئی اور ام معبد کے شوہر ابو معبد بکریاں چرا کر جنگل سے واپس آئے دیکھا کہ ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا رکھا ہے بہت تعجب سے دریافت کیا اے ام معبد یہ دودھ کہاں سے آیا اس بکری میں تو کہیں دودھ کا نام نہیں تھا۔ ام معبد نے کہا کہ آج یہاں سے ایک مرد مبارک گزرا خدا کی قسم یہ سب اسی کی برکت ہے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا ذرا ان کا کچھ حال تو بیان کرو۔ ام معبد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک اور خدا داد عظمت وجلال ہیبت ووقار کا نقشہ کھینچ دیا۔

ابو معبد نے کہا میں سمجھ گیا یہ وہی قریش والے آدمی ہیں۔ میں بھی ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

معجزہ نبوی

ورئی شاۃ لام معبد لا تدر من حلیب بالبلل
مس ضرعیھا و جس ظھرھا فاستحالت وھی فی اولی الکفل
ضرعیھا بالدر ملاٰن اذا تحتلبا زاد درواحتفل

(ترجمہ) آپ نے ام معبد کی بکری کو دیکھا جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ آپ نے اس کے دونوں تھن چھوئے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ بہت زیادہ موٹی تازی ہو گئی۔ اس کے تھن دودھ سے اس طرح بھر گئے کہ جب وہ دودھ دیتی تھی تو دوہنے کی وجہ سے دودھ زیادہ ہوتا تھا (کم نہ ہوتا تھا)

یہ واقعہ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے جس کو بغوی اور ابن شاہین اور ابن مسکن اور ابن مندہ اور طبرانی اور حاکم وحاکم نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی اور ابونعیم نے بسند حرام بن ہشام بن حبیش بن خالد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارادہ ہجرت مکہ سے مدینہ تشریف لے چلے تو اس وقت آپ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر اور ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ تھے اور ان کو راستہ بتانیوالا قبیلہ لیث کا ایک شخص عبداللہ بن اریقط نامی تھا۔ یہ ساری جماعت مسماۃ ام معبد کے پاس سے ہو کر گزری جو کہ قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت تھی۔ یہ باہر نکلنے والی اور سن رسیدہ عورت تھیں۔ خیمہ کے سامنے میدان میں بیٹھ کر مسافروں کو پانی پلاتی تھیں اور جو کچھ ہو سکتا تھا کھلا دیا کرتی تھیں۔ ان حضرات نے ان سے خریداری کی غرض سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس گوشت اور چھوارے ہیں مگر انہوں نے کہا کہ نہیں ہیں اسی اثناء میں سرور کائنات کی نظر ام معبد کی ایک بکری پر پڑی جو کہ خیمہ کے ایک کونے میں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک کمزور بکری ہے جو کہ لاغری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہ جا سکی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا کچھ دودھ پلاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس دودھ کہاں سے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اتم ہم کو اجازت دیتی ہو کہ ہم اس کا دودھ دوھ لیں انہوں نے کہا کہ اگر آپ اس

بکری کو دودھ کے قابل سمجھیں تو اس کا دودھ نکال لیں۔ آپ نے اس بکری کو منگوایا اور اپنا
دستِ مبارک اس کے تھن پر پھیرا اور بسم اللہ پڑھی اور دعا کی۔ بکری نے ٹانگیں پھیلا کر کھڑی ہو
گئی اور دودھ اتر آیا۔ اس وقت آپ نے ایک برتن منگوایا۔ جو کہ اس قدر بڑا تھا جس سے
کنبہ سیر ہو سکتا تھا۔ اس میں اس قدر دودھ نکالا کہ دودھ سے برتن بھر گیا۔ پھر وہ دودھ ام
معبد کو خوب اچھی طرح سیر کر کے پلایا۔ پھر آپ نے اپنے ہمراہیوں کو خوب اچھی طرح
سے پلایا سب سے آخر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جان فرمایا۔ اس کے بعد
آپ نے اسی برتن میں بکری کا دودھ دوبارہ نکالا اور برتن بھر گیا اور اس بھرے ہوئے برتن
کو ام معبد کے پاس چھوڑ دیا اور وہاں سے بیعت لیکر آپ مع ہمراہیوں کے تشریف لے گئے
کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ان کے خاوند ابو معبد دبلی بکریوں کا ریوڑ لیکر آئے۔ گھر میں دودھ
موجود دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہنے لگے گھر کی بکریوں کا تو یہ حال ہے کہ سب لاغر ہیں ان
میں ایک بکری بھی دودھ دینے والی نہیں ہے پھر اس قدر دودھ کہاں سے آ گیا۔ وہ قسم کھا کر
کہنے لگیں کہ ابھی ایک بابرکت شخص جن کا حلیہ ایسا ایسا ہے ادھر سے ہو کر گزرے تھے ان
کی برکت سے یہ دودھ ملا ہے۔ وہ فرمانے لگے کہ ان کا حلیہ صاف صاف بتلاؤ۔ ام معبد
نے ان کا مفصل حلیہ بیان کیا تو وہ بولے کہ خدا کی قسم یہ وہی قریشی شخص ہے جس کے وہ
حالات جو کہ مکہ میں گزرے ہیں ہم نے سنے ہیں۔

مکہ میں ایک غیبی آواز

ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا اور ادھر ہاتف غیبی نے مکہ میں یہ شعر پڑھے آواز سنائی دیتی
تھی مگر اشعار کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا وہ اشعار یہ ہیں۔

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ   رفیقین حلا خیمتی ام معبد

اللہ تعالیٰ ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں اترے۔

ھما نزلا بالھدیٰ فاھتدت بہ   فقد فاز من امسیٰ رفیق محمد

دونوں ہدایت کو لے کر اترے پس ام معبد نے ہدایت قبول کی اور مراد کو پہنچا جو شخص محمد

صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حضرت کے رفیق رہے یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ

ليهن ابابكر سعادة جده ... بصحبته من يسعد الله يسعد

ابوبکر کو آپ کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے جو سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوئی وہ ابوبکر کو مبارک ہو اور جس کو خدا خوش نصیب کرے وہ ضرور خوش نصیب ہوگا۔

ليهن بني كعب مقام فتاتهم ... ومقصدها للمومنين بمرصد

مبارک ہو بنی کعب کو ان کی عورت کا مقام اور مؤمنین کیلئے اس کے ٹھکانا کا کام آنا

سلوا اختكم عن شاتها وانائها ... فانكم ان تسئلوا الشاة تشهد

تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کا حال تو دریافت کرو اگر تم بکری سے بھی دریافت کروگے تو بکری بھی گواہی دے گی۔

دعاها بشاة حائل فتحلبت ... عليه صريحا ضرة الشاة مزبد

آپ نے اس سے ایک بکری مانگی پس اس نے اس قدر دودھ دیا کہ کف سے بھرا ہوا تھا

فغادرها رهنا لديها لحالب ... يرددها في مصدر ثم مورد

پھر وہ بکری آپ اس کے پاس چھوڑ گئے جو آنے اور جانے والے کیلئے دودھ چھوڑتی تھی

حضرت حسان کا ہاتف کو جواب

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب ہاتف کے یہ اشعار پہنچے تو حسان نے اس کے جواب میں یہ اشعار فرمائے۔

لقد خاب قوم غاب عنهم نبيهم ... وقدس من يسري اليه ويغتدي

البتہ خائب و خاسر ہوئے وہ لوگ جن میں سے ان کا پیغمبر چلا گیا یعنی قریش پاک اور مقدس ہو گئے وہ لوگ کہ جو صبح و شام اس نبی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ یعنی انصار

ترحل عن قوم فضلت عقولهم ... وحل على قوم بنور مجدد

اس نبی نے ایک قوم سے کوچ کیا ان کی عقلیں تو ضائع ہو گئیں اور ایک دوسری قوم پر خدا کا ایک نیا نور لے کر اترے۔

هداهم به بعد الضلالة ربهم ... فارشدهم من يتبع الحق يرشد

خدا نے گمراہی کے بعد اس نور سے انکی رہنمائی کی اور جو حق کا اتباع کریگا وہ ہدایت پائیگا

وھل یستوی ضلال قوم تسفھوا عمیً وھداة یھتدون بمھتد

اور کیا گمراہ اور ہدایت پانے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

وقد نزلت منہ علی اھل یثرب رکاب ھدی حلت علیھم باسعد

وہ اہل یثرب (مدینہ) پر ہدایت کا قافلہ سعادتوں اور برکتوں کو لے کر اترا ہے۔

وہ نبی ہیں ان کو وہ چیزیں نظر آتی ہیں کہ جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کو نظر نہیں آتیں اور وہ ہر مجلس میں لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔

وان قال فی یوم مقالة غائب فتصدیقھا فی الیوم اوفی ضحی الغد

اور اگر وہ کوئی غیب کی خبر سناتے ہیں تو آج ہی یا کل صبح تک اس کا صدق اور اس کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ملاقات اور خلعت کا ہدیہ پیش کرنا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا عجیب کرشمہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا نطاق چاک کر کے اس میں توشہ دان اور مشکیزہ باندھا تھا ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خلعت پیش کیا۔

ہوا یوں کہ حضرت زبیر اور ان کے ساتھ کچھ اور تاجر بسلسلہ تجارت شام گئے تھے۔ وہاں سے واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں ان مقدس مہاجرین سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سفید کپڑے کا جوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ایک جوڑا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنایا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس قافلہ میں حضرت عمر حضرت طلحہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ واپسی کے وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آگے آگئے تھے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو باقی حضرات سے ملاقات ہوئی وہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان دونوں حضرات کی خدمت میں جوڑے پیش کئے۔ (سیرت مبارکہ)

باب ۶

قباء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار و استقبال اور ورود

میزبان کا انتخاب

حضرت عبداللہ بن سلام اور رئیس یہودیوں کا اسلام لانا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آپ بیتی

بھائی چارے کا قیام

اذان

یہودیوں سے معاہدہ اور اس کی شقیں

صرمہ بن ابی انس کا مسلمان ہونا

قبا میں آپ ﷺ کا انتظار و استقبال اور ورود

یثرب میں خبر اور انتظار

ڈاک کا سلسلہ اس وقت نہیں تھا۔ مگر آنے جانے والوں کے منہ زبانی خبریں پہنچ جاتی تھیں۔ مشتاقانِ دیدار کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا محبوب مکہ معظمہ سے نکل چکا ہے۔ اب انتظار کے دن اور گھڑیاں گنی جا رہی تھیں۔

طلوعِ آفتاب سے بہت پہلے۔ پو پھٹنے کے وقت لوگ اٹھتے اور مدینہ سے باہر حرہ پہنچ کر آفتابِ رسالت کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگتے۔ اسی انتظار میں دوپہر ہو جاتی۔ مسافروں کی آمد کا وقت ختم ہو جاتا تو مرجھائے دلوں کو بیتاب سینوں میں دبائے ہوئے واپس ہو جاتے۔ (سیرت مبارکہ)

اہل یثرب کو اچانک بشارت

ایک روز اسی پژمردگی اور افسردگی کے ساتھ واپس ہوئے تھے کہ ایک آواز نے عورتوں اور بچوں تک کو وارفتۂ مسرت بنا دیا۔

یا معاشر العرب هذا جدكم الذي تنتظرون

ایک یہودی اپنی کسی ضرورت سے ایک پرانے قلعہ کی اونچی اٹاری پر چڑھا تھا اس کی نظر چند سفید پوش سواروں پر پڑی جو اسی طرف چلے آ رہے تھے۔ اس کے دل نے گواہی دی کہ انتظار کرنے والوں کی مراد پوری ہو گئی۔ یہ خود بے تعلق تھا۔ مگر انتظار کرنے والوں کی بے چینی کا اس پر یہ اثر تھا کہ خود قابو میں نہ رہا اور زور سے چیخ اٹھا۔

اہل عرب یہ ٹھیک تمہارے وہی مہمان آ گئے جن کا تمہیں انتظار ہے (‏[illegible])

اہل قباء کی خوشی

اہل قباء کی خوشی انتہا کی تھی کہ یہ آواز ان کے کانوں میں پڑی اب وہ کیا تھے جاں باز دل

جاں نثاروں اور فدا کاروں کا کیا حال تھا۔ وہ کس بے تابی سے دوڑے اور حرہ پہنچ کر کس طرح رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدموں پر آنکھیں بچھا کر نظر اشتیاق کو فرش راہ بنایا۔

قبیلہ بنی عمرو بن عوف (جو اوس کا بطن تھا) یہاں آباد تھا۔ یہ خوش نصیب اسی قبیلہ کے لوگ تھے جنہوں نے یہودی کی آواز پر دوڑ دوڑے۔ (سیرت مبارکہ)

استقبال و تشریف آوری

عرب کا دستور تھا کہ معزز مہمانوں کا استقبال ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر کیا کرتے تھے اس بے تابی میں انہوں نے اپنی اس آن کو نہیں چھوڑا۔ پہلے ہتھیاروں کی طرف لپکے پھر استقبال کو دوڑے۔

حرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی طرف رخ کیا اور پھر پورے مجمع کے ساتھ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں رونق افروز ہو گئے۔ لوگ آنے شروع ہوئے وہ اپنے قاعدے سے سلام کرتے تھے اور بیٹھ جاتے تھے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تشریف فرما تھے۔ رفیق سفر (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کھڑے تھے اور آنے والوں کا استقبال کر رہے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ صدیق اکبر ہی کو سلام کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آ گئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سر مبارک پر اپنی چادر سے سایہ کر لیا۔ تب لوگ پہچان سکے کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون؟ (سیرت مبارکہ)

قیام اور نشست گاہ کا انتظام

کلثوم بن ہدم قبیلہ کے بڑے آدمی تھے۔ یہ شرف ان کو حاصل ہوا کہ آپ نے قیام ان کے یہاں فرمایا۔

دوسرے صاحب سعد بن خیثمہ تھے۔ ان کا مکان خالی تھا۔ ان کے متعلقین نہیں تھے مکہ سے جو صحابہ اس طرح کے آتے تھے وہ بھی ان کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ اس لئے اس مکان کو بیت العزاب کہا جانے لگا۔ یہ مکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے لئے طے کیا گیا۔ تلقین و تذکیر بھی یہیں فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنح میں قیام فرمایا۔ یہ پیر کا دن تھا جس روز آفتاب رسالت مدینہ کے خط استوا پر پہنچا۔ (سیرت مبارکہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبا پہنچنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد تین دن مکہ میں

قیام کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے وقت لوگوں کی امانتیں حضرت علی کے سپرد کر آئے تھے۔ ان امانتوں کو پہنچا کر قباء پہنچے اور کلثوم بن ہدم کے مکان پر آپ کے ساتھ قیام کیا۔

قباء میں رونق افروز ہونے کی تاریخ

محمد بن اسحاق فرماتے تھے کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر قباء میں رونق افروز ہوئے وہ دوشنبہ کا روز تھا اور تاریخ ۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی تھی اور علماء سیر کے نزدیک آپ مکہ مکرمہ سے بروز پنجشنبہ ۲۷ صفر المظفر کو برآمد ہوئے۔ تین شب غار ثور میں رہ کر یکم ربیع الاول بروز دوشنبہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور ساحل کے راستے سے چل کر ۸ ربیع الاول بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت آپ نے قباء میں نزول اجلال فرمایا۔

قباء میں سب سے پہلا کام...... مسجد کی تعمیر

قباء میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ نے جو کام کیا وہ یہ کہ ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رخ رکھا آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد دیگر حضرات صحابہ نے پتھر لا کر رکھنے شروع کئے اور سلسلہ تعمیر کا جاری ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ بھی بھاری پتھر اٹھا کر لاتے اور بسا اوقات پتھر کو تھامنے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے صحابہ کرام عرض کرتے یا رسول اللہ آپ رہنے دیں ہم اٹھا لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول نہ فرماتے۔

قباء کا قیام عارضی تھا مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی لمحہ اس فرض کی انجام دہی میں صرف نہ ہوتا۔ جس کے لئے وہ خدا کے رسول اور پیغامبر بنائے گئے تھے اقامت دین۔ جو انبیاء علیہم السلام کا نصب العین ہوتا ہے اس کا پہلا کام ہے اقامت الصلوٰۃ یعنی ایسا ماحول بنانا اور ایسی جماعت تیار کرنا جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور جس کے دل کا چین ذکر اللہ ہو۔

قباء پہنچ کر سب سے پہلے آپ نے اس فرض کو انجام دیا۔ (ہجرت مبارکہ)

مدینہ میں استقبال
پہلا خطبہ اور اہل مدینہ کی خوشی

اہل مدینہ کا استقبال

جمعہ کے روز صبح سویرے' مدینہ کے حضرات آراستہ ہوئے۔ تلواریں سجا لیں۔ اور آقائے دو جہاں کو اپنے یہاں لانے کے لئے قبا پہنچ گئے۔

کچھ دن چڑھا تو تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ قصواء پر سوار ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ بٹھایا (ردیف بنایا) تقریباً پانچ سو مسلح انصار کی دو صفیں دائیں بائیں ہو گئیں۔

راستہ پر زیارت کرنے والے مردوں کا اور کوٹھوں اور چھتوں پر خانہ نشین خواتین کا ہجوم تھا۔ جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی دیدار کیلئے بیتاب تھے۔ لڑکے اور بچے جوش مسرت میں نعرہ لگا رہے تھے۔

اللہ اکبر. جاء محمد. اللہ اکبر جاء محمد

یثرب اور اہل یثرب کے لئے اس سے زیادہ مسرت کا دن کونسا ہو سکتا تھا؟ آج آسمان نبوت کا آفتاب زمین یثرب پر اتر رہا ہے۔ آج وہ نبی صادق افروز ہو رہا ہے جس کی بشارتیں کتب سابقہ کے صفحات میں اور اہل کتاب کی زبانوں پر عرصہ سے تھیں۔ آج ہر طرف یہی صدا ہے یہی چرچا ہے۔ جاء نبی اللہ۔ جاء نبی اللہ اللہ کے نبی آ گئے۔ اللہ کے نبی آ گئے۔

قبیلہ بنی سالم تک پہنچے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی۔

نماز جمعہ اور مدینہ میں سب سے پہلا خطاب

الحمد للہ۔ اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت اور مغفرت اور ہدایت کا طلب گار ہوں

اور اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اس کا کفر نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں جس کو اللہ نے ہدایت اور نور وحکمت اور موعظت دے کر ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء ورسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم بہت کم تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور قیامت کا قرب تھا جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے ہدایت پائی اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا اس کو حکم دے پس بچو اس چیز سے کہ جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا ہے تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور موعظت نہیں اور بلاشبہ اللہ کا تقویٰ اور خوف خداوندی آخرت کے بارے میں سچا معین اور مددگار ہے اور جو شخص ظاہر وباطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست کرے جس سے مقصود محض رضائے خداوندی ہو اور کوئی دنیاوی غرض اور مصلحت پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر وباطن کی مخلصانہ اصلاح دنیا میں اس کے لئے باعث عزت وشہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرہ آخرت ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا نہایت درجہ محتاج ہوگا اور خلاف تقویٰ اس امور کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت بعید حائل ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں اللہ اپنے قول میں سچا ہے اور وعدہ وفا کرنے والا ہے اس کے قول اور وعدہ میں خلف نہیں ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید پس دنیا اور آخرت میں ظاہر میں اور باطن میں اللہ سے ڈرو جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطا فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرے تحقیق وہ بلاشبہ بڑا کامیاب ہوا اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسی شے ہے کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا اور رضائے خداوندی اور رفع درجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو وہ لے لو اس میں کمی نہ کرو اور اللہ کی طاعت میں کمی

قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم کے لئے کتاب اتاری اور ہدایت کی راہیں تمہارے لئے واضح کیا تاکہ صادق اور کاذب میں امتیاز ہو جائے۔ پس جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا اسی طرح تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا۔ بس اس نام کی لاج رکھو تاکہ خدا تعالیٰ یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کے لئے عمل کرو۔ جو شخص اپنا معاملہ خدا سے درست کرے گا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے۔ اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ لہٰذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کرو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو۔ اور اللہ سب کی کفایت کرے گا۔ اللّٰہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شرف میزبانی کے لئے ہر قبیلہ کی درخواست

نماز جمعہ کے بعد آپ سوار ہونے لگے تو قبیلہ والوں نے مہار تھام لی اور اصرار کیا کہ آپ یہیں قیام فرمائیں۔ اس کے بعد حضرات انصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا جو قبیلہ بھی آتا رہا۔ یہی اصرار کرتا رہا کہ غریب خانہ کو دولت خانہ بنائیے۔ مکان حاضر ہے۔ مال حاضر ہے۔ جان حاضر ہے لیکن وہ رؤف رحیم جس کا دامن شفقت ہر ایک کے لئے پھیلا ہوا تھا۔ جس کو کسی کی دل شکنی گوارہ نہ تھی۔ جس طرح اس کا پورا سفر تھی۔ شادیوں پر ہوتا اس کے ارحم الراحمین رب نے یہاں بھی ایسی صورت کر دی کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کی دل شکنی نہ ہو آپ نے خود ہی ناقہ کی مہار چھوڑ دی اور اصرار کرنے والوں سے یہی فرمایا کہ وہ مہار چھوڑ دو یہ ناقہ مامور ہے۔ جہاں بیٹھ جائے گی وہیں قیام ہوگا۔

لگام کو آپ نے بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ کسی جانب لگام کو دست مبارک سے حرکت

بھی دیتے تھے۔

اہل مدینہ کا جوش و جذبہ

جوش کا یہ عالم تھا کہ خواتین جمال نبوی کے دیکھنے کے لئے چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں اور یہ شعر گاتی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

چودھویں رات کے چاند نے ثنیات الوداع سے ہم پر طلوع کیا ہے۔

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو کوئی پکارنے والا باقی ہے

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اے وہ مبارک ذات کہ جو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امور کو لے کر آئے ہو جن کی اطاعت واجب ہے۔

بے مثال مسرت کا مظاہرہ

اور فرط مسرت سے ہر بڑے چھوٹے کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

جاء نبی اللہ جاء رسول اللہ آ گئے اللہ کے نبی۔ آ گئے اللہ کے رسول

صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے خوش ہوتے دیکھا۔ سنن ابی داؤد میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشیوں نے آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں نیزہ بازی کے کرتب دکھائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو مدینہ کا ذرہ ذرہ روشن تھا۔

میزبان کا انتخاب

قیام و طعام کا انتظام اور حضرت ابو ایوبؓ کا جذبہ ادب

چھوڑ دو! یہ منجانب اللہ مامور ہے۔

غرض یہ کہ ناقہ مبارک اسی شان سے آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور وہ حضرات آپ کے گرد و پیش اور یمین و یسار تھے کہ جن کے قلوب کو حق جل و علا نے ازل سے اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق کے لئے مخصوص اور منتخب فرمایا تھا اور اپنے ماسوا کے لئے ان کے دلوں میں کوئی گنجائش نہ چھوڑی تھی۔ آپ چل رہے تھے اور ان مخلصین کی نگاہیں فرش راہ بنی ہوئی تھیں جو شخص بھی شدتِ شوق اور ارمان اور جوش عقیدت اور ولولہ محبت میں اونٹنی کی مہار پکڑنا چاہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے اس کو چھوڑ دو یہ منجانب اللہ مامور ہے۔

بنی نجار کی سعادت

بالآخر ناقہ محلہ بنی النجار (جو آپ کے ننہالی قرابت دار ہیں) میں خود بخود اسی مقام پر گئی جہاں اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے مگر آپ ناقہ سے نہ اترے کچھ دیر کے بعد ناقہ اٹھی اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی اور کچھ دیر کے بعد اٹھ کر پہلی جگہ پر آ کر بیٹھی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی۔ (سیرت ابن اسحق)

بنی نجار کو یہ سعادت میسر آئی تو بچے بچے کے دل کی کلی کھل گئی۔ لڑکیوں نے فوراً ایک شعر موزوں کر لیا۔

نحن جوار من بني نجار   يا حبذا محمد من جار

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں (یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پڑوسی

بنے محمد کیسے اچھے پڑوسی ہیں) کس قدر عجیب بات ہے کہ کہہ رہے پڑوسی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت فرمایا۔ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ سب نے یک
زبان ہوکر کہا (ای واللہ یا رسول اللہ (ہاں خدا کی قسم یا رسول اللہ) ارشاد ہوا۔

انا واللہ احبکم انا واللہ احبکم انا واللہ احبکم

خدا کی قسم مجھے بھی تم سے محبت ہے۔ خدا کی قسم مجھے بھی تم سے محبت ہے۔ خدا کی قسم مجھے
بھی تم سے محبت ہے۔ (سیرت مبارکہ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان بنتے ہیں

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ سے اترے اور ابوایوب انصاری آپ کا
سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ (سیرت مصطفیٰ)

عجیب بات یہ ہے کہ حضرات انصار نے آپس میں قرعہ ڈالا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
قیام کس کے یہاں ہوگا اس میں بھی حضرت ابوایوب ہی کا نام گرامی برآمد ہوا تھا۔

قیام کا مسئلہ طے ہوگیا تو ارشاد ہوا۔

فانطلق فهيئ لنا مقيلا تشریف لے جایئے ہمارے قیلولہ کا انتظام کر دیجئے

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر آرام فرمانے کا انتظام کیا۔ پھر ان کو لے
گئے اور آرام کرایا۔ (سیرت مبارکہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق کی تکمیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی میلان بھی اسی طرف تھا کہ آپ بنی النجار ہی میں اتریں جو
آپ کے دادا عبدالمطلب کے ماموں تھے اور اپنے نزول سے ان کو عزت اور شرف بخشیں جیسا
کہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے لیکن حق جل شانہ نے آپ کی اس خواہش کو ایک
معجزانہ طریق سے پورا فرمایا۔ ناقہ کی لگام آپ کے دست مبارک سے چھڑا دی گئی کہ آپ
اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی جانب لگام کو حرکت نہ دیں اور اپنی طرف سے کسی کے مکان کو
نزول کے لیے مخصوص نہ فرمائیں تا کہ آپ کے محبین و مخلصین سمجھ لیں کہ آپ کا بالذات کوئی
قصد اور ارادہ نہیں۔ چونکہ منجانب اللہ مامور ہیں جہاں خدا کا حکم ہوگا وہیں ٹھیریں گے۔ آپ خدا
کے اشارہ کے منتظر ہیں۔ اس طرح سے حق جل شانہ نے آپ کی خواہش کو بھی پورا فرمایا اور

سمجھا پس ہمارے حق میں اس شان سے نزول کو ایک معجزہ اور نشانی بنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہی مکان میں اترے

علاوہ ازیں جب تبع شاہ یمن کا مدینہ منورہ کی سرزمین پر گزر ہوا تو چار سو علماء تورات اس کے ہمراہ تھے سب علماء نے بادشاہ سے یہ استدعا کی کہ ہم کو اس سرزمین پر رہ جانے کی اجازت دی جائے بادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا علماء نے یہ کہا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک نبی پیدا ہوں گے محمد ان کا نام ہوگا اور یہ سرزمین ان کا دار الہجرت ہوگی۔

بادشاہ نے وہاں سب کو قیام کی اجازت دی اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان تیار کرایا اور سب کے نکاح کرائے اور ہر ایک کو مال عظیم دیا اور ایک مکان خاص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے تیار کرایا کہ جب نبی آخر الزماں یہاں ہجرت فرما کر آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں اور آپ کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام اور اشتیاق دیدار کو ظاہر کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

شهدت على احمد انه رسول من الله بارى النسم

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔

فلو مد عمرى الى عمره لكنت وزيرا له و ابن عم

اگر میری عمر ان کی عمر تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار رہوں گا۔

وجاهدت بالسيف اعدائه وفرجت عن صدره كل غم

اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کر دوں گا۔

اور تبع نے اس خط پر ایک مہر بھی لگائی اور ایک عالم کے سپرد کیا کہ اگر تم اس نبی آخر الزمان کا زمانہ پاؤ تو میرا یہ عریضہ پیش کر دینا اور تمہاری اولاد کو یہ خط سپرد کر کے یہی وصیت کر دینا جو تم کو کر رہا ہوں۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ مکان بھی وہی مکان تھا جس کو تبع شاہ یمن نے فقط اسی غرض سے تعمیر کرایا تھا کہ جب نبی آخر الزماں ہجرت کر کے آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں اور بقیہ انصار ان چار سو علماء کی اولاد سے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے اونٹنی اسی مکان کے دروازہ پر جا کر ٹھہری کہ جو تبع نے پہلے ہی سے آپ کی نیت سے

تیار کرایا تھا۔ شیخ زین الدین مراغی فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر نہیں اترے بلکہ اپنے مکان پر اترے تو بجا ہوگا۔ اس لئے کہ یہ مکان تو اصل میں آپ ہی کیلئے تیار کرایا گیا تھا۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا قیام تو اس مکان میں محض آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں تھا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے وہ عریضہ جس میں وہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔ تبع کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مدینہ میں سب سے پہلا ہدیہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمیشہ خوش ہوا کرتے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب کے یہاں جیسے ہی تشریف لے گئے سب سے پہلا ہدیہ میری والدہ کا تھا جو آپ نے خود بھی تناول فرمایا اور حاضرین کو بھی اس میں شریک کیا۔ میری والدہ نے روٹیوں پر گھی لگا کر دودھ میں چورا اور ایک بڑے بادیہ میں بھر کر میرے ہاتھ بھیجا۔ یہ میری سعادت تھی کہ سب سے پہلا ہدیہ یہی پیش ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ میری والدہ نے یہ ہدیہ بھیجا ہے تو آپ نے دعا فرمائی بارک اللہ فیک (اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے) پھر حاضرین کو بلا کر سب کے ساتھ ہدیہ تناول فرمایا اور ابھی میں دروازے سے نکلا نہیں تھا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے ثرید آ گیا۔ آپ نے اسے بھی منظور فرمایا۔ (سیرت مبارکہ)

دسترخوان کا انتظام

پھر اگرچہ آپ مہمان ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے تھے مگر روزانہ تین چار انصار کے یہاں سے تیسرے وار کھانے کا ہدیہ آتا رہتا تھا۔ دسترخوان مبارک پر چار پانچ کھانے والے ضرور ہوتے تھے۔ کبھی پندرہ سولہ بھی ہو جاتے تھے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ خود بھی کھانا پکواتے دسترخوان پر اگرچہ شریک طعام نہیں ہوتے تھے مگر جو کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے آتا تھا اس کو کھاتے اور خاص اس جگہ سے کھاتے جہاں آثار و جہاں کی انگلیوں کے نشان معلوم ہوتے تھے۔ (سیرت مبارکہ)

کھانے کے معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

کسی نے حضرت ابو ایوب کے یہاں سے تحقیق کرنی چاہی کہ آپ کے یہاں حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا قیام ہے آپ مزاج سے واقف ہو گئے ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا کھانا پسند ہے کونسا ناپسند۔ جواب ملا خود سے آپ نے کبھی کسی کھانے کی فرمائش نہیں کی اور جو کھانا پیش کیا گیا کبھی اس کی برائی نہیں کی۔ (سیرت مبارکہ)

لہسن پیاز کی بو نا پسند تھی

ایک روز حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے خاص طور سے ایک کھانا پکوایا اور اس میں لہسن بھی ڈالا۔ وہ کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ مگر اس کو آپ نے تناول نہیں فرمایا۔ جوں کا توں کھانا واپس آ گیا تو حضرت ابو ایوب گھبرا گئے فوراً خدمت مبارک میں حاضر ہوئے وجہ دریافت کی۔ فرمایا اس میں لہسن تھا حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا لہسن کھانا حرام ہے۔ ارشاد ہوا حرام نہیں ہے مگر مجھے اس کی بو سے کراہیت ہے۔ عرض کیا جس سے حضور والا کو کراہیت ہے مجھے بھی اس سے کراہیت ہوگی۔ (سیرت مبارکہ)

آپ نے ارشاد فرمایا میں نے اس کھانے میں لہسن اور پیاز کی بو محسوس کی۔ تم کھاؤ میں چونکہ فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہوں اس لئے میں اس کے کھانے سے احتراز کرتا ہوں ابو ایوب فرماتے ہیں اس کے بعد ہم نے کبھی آپ کے کھانا میں لہسن اور پیاز شامل نہیں کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے کی منزل میں قیام فرمایا

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کی دو منزلیں تھیں۔

ابو ایوب رضی اللہ عنہ انصاری نے آپ سے اصرار کیا کہ آپ بالا خانہ میں رونق افروز ہوں اور ہم نیچے کے مکان میں رہیں۔ آپ نے اس خیال سے کہ ہر وقت آپ کی خدمت میں لوگوں کی آمد و رفت رہے گی۔ اب اگر ابو ایوب نیچے کے مکان میں رہیں تو ان کے اہل خانہ کو اس آمد و رفت سے تکلیف ہوگی۔ اس لئے بالا خانہ کے قیام کو منظور نہیں فرمایا۔ نیچے ہی مکان کو قیام کے لئے پسند فرمایا اور ہم بالا خانہ پر رہنے لگے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا جذبہ

ایک روز اتفاق سے اوپر کی منزل میں پانی کا برتن (گھڑا یا مٹکا) ٹوٹ گیا۔ ابو ایوب رضی اللہ

عنہ کو خدشہ ہوا کہ پانی نیچے ٹپکے گا اور تاجدار دو جہان (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف ہوگی۔ گھر میں ایک لحاف تھا۔ فوراً اسی کو پانی پر ڈال دیا کہ پانی جذب ہو جائے۔ نیچے نہ ٹپکے (سیرت مبارکہ)

حضرت ابوایوب کی درخواست پر بالاخانہ میں منتقل ہونا

ایک روز خیال آیا کہ سردار دو جہان (صلی اللہ علیہ وسلم) نیچے ہیں اور ہم اوپر کیسی بے ادبی ہے فوراً ایک کنارے سمٹ گئے اور اسی طرح رات گزار دی۔ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اوپر قیام فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آنے جانے والوں کو اسی میں آسانی ہے۔ حضرت ابوایوب نے دست بستہ عرض کیا۔

لااعلو سقیفة انت تحتھا میں تو اس چھت پر چڑھ نہیں سکتا۔ جس کے نیچے حضور والا ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست منظور فرمائی اور اوپر منتقل ہو گئے۔ سات ماہ اسی مکان میں قیام رہا۔ جب مسجد اور حجرے تیار ہو گئے۔ تب آپ وہاں تشریف لے گئے (سیرت مبارکہ)

حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہ کی ابتدائی قیام گاہ

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو بیعت عقبہ اولیٰ میں شریک تھے اور تبلیغی و تعلیمی کوششوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ معلم (حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) کے شریک رہے تھے ان کا مکان بہت وسیع تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قیام انہیں کے یہاں رہا تھا۔ ان کے علاوہ اور حضرات بھی جو تشریف لاتے تھے۔ ان کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے یہاں طے ہو گیا ہے تو ناقہ کی مہار پکڑی اور اپنے یہاں لے گئے۔ کہ یہ بھی ایک شرف اور جذبہ شوق کو تسکین دینے والی ایک سعادت تھی۔ (سیرت مبارکہ)

گھر والوں کو منگوانے کا انتظام

مدینہ میں آ کر آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع (رضی اللہ عنہما) کو دو

اونٹ اور پانچ سو درہم دیکر مکہ بھیجا کہ متعلقین کو لے آئیں۔ صاحبزادیوں میں حضرت رقیہ حضرت عثمان کے ساتھ حبش میں تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابوالعاص بن ربیع نے آنے نہیں دیا۔ بس حضرت زید کے ساتھ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور دو صاحبزادیاں ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما آئیں ان کے علاوہ حضرت زید اپنی اہلیہ ام ایمن اور اپنے فرزند اسامہ کو بھی ساتھ لے آئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو بھی حضرت زید کے ساتھ بھیجا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلقین کو وہ اپنے ساتھ لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کیساتھ آئیں۔ ان سب کو حارث بن نعمان کے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ (سیرت مبارک)

کلثوم بن ہدم کا انتقال

قباء سے مدینہ منورہ آنے کے بعد کلثوم بن ہدم نے جن کے مکان پر قباء کے زمانہ قیام میں آپ فروکش رہے انتقال کر گئے۔
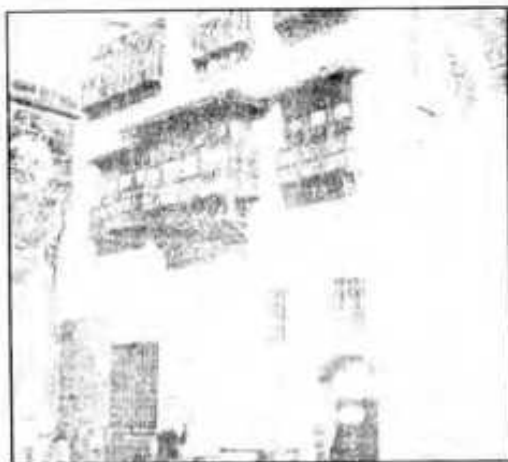
خدمتِ نبوی ﷺ میں علمائے یہود کی حاضری

علمائے یہود کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو علماء یہود خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے انتہائی مختلف قسم کے سوالات کیے اس لئے کہ علماء یہود کو انبیاء سابقین کی بشارتوں سے نبی آخر الزمان کے ظہور کا بخوبی علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جس نبی کے ظہور کی بشارت دی وہ عنقریب سرزمین حجاز سے مبعوث ہونے والا ہے اور وہ آپ کی بعثت کے منتظر تھے۔

یاسر بن اخطب کا خدمت میں حاضر ہونا

علماء یہود میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں یاسر بن اخطب جو حیی بن اخطب یہودی کا بھائی تھا حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا جب واپس گیا تو اپنی قوم سے یہ کہا۔

میرا کہنا مانو تحقیق یہ وہی نبی ہے جس کے ہم منتظر تھے وہ آگئے ہیں۔ تم ان پر ایمان لاؤ لیکن اس کے بھائی حیی بن اخطب نے اس کی مخالفت کی اور قوم میں بڑا اور سردار یہی مانا جاتا تھا تو سب اسی کی اطاعت کرتی تھی۔ اس پر شیطان غالب آیا وہ حق کے قبول سے اس کو روکا۔ قوم نے اسی کی اطاعت کی اور اسی کا کہنا مانا۔ اور ابو یاسر کا کہنا نہ مانا۔

علمائے یہود کی مشاورت

سعید بن مسیب۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پرنور جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بیت المدارس (یہودیوں کے مدرسہ کا نام ہے) میں علماء یہود جمع

ہوئے اور مشورہ کیا کہ اس شخص (شمارہ بسوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر سوالات کرنے چاہئیں۔

علمائے یہود کی ایک جماعت کا مسلمان ہونا

ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے اس نے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورۃ آپ کو کس نے تعلیم کی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تعلیم دی ہے اس کو بہت تعجب ہوا اور وہ یہودی عالم فوراً یہود کی طرف واپس گیا اور جا کر یہ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے ہیں وہ ایسی ہی کتاب معلوم ہوتی ہے جیسے توراۃ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور یہود کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں آیا ان لوگوں نے آپ کی صورت اور صفت کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد کی توریت میں خبر دی گئی ہے اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اور آپ جو سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے اس کو خوب غور سے سنا ہمیں کر حیران رہ گئے اور سب اسلام لے آئے۔

ایک حبر کا مسلمان ہونا

ایک حبر مقامی شخص آیا اور حضرت ہی سے حضور کی نسبت دریافت کیا کہ تمہارے دو صاحب کو جو یہ زعم کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں وہ کہاں ہیں۔ میں ان سے کچھ سوال کروں گا جس سے معلوم ہو جائے گا وہ نبی ہیں یا غیر نبی۔ اتنے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سامنے سے آ گئے حبر مقامی نے کہا کہ وہ وحی آپ پر آتی ہے وہ مجھے پڑھ کر سنایئے آپ نے اس کے سامنے کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں حبر مقامی نے سنتے ہی کہا واللہ یہ اسی قسم کا کلام ہے جو موسیٰ علیہ السلام لائے۔

اسی طرح اور بھی بہت سے علماء اور یہود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے جیسے زید بن سعنہ وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن سلام اور رئیس یہودیوں کا اسلام لانا اور یہودیوں کے تعصب کا مظاہرہ

حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اہل خانہ کا مسلمان ہونا

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ توریت کے بڑے زبردست عالم تھے! آپ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا اصلی نام حصین تھا۔ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سلام نام رکھا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کے دیکھنے کے لئے حاضر ہوا۔

آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔

پہلا کلام جو آپ کی زبان سے سنا وہ یہ تھا۔

اے لوگو! آدمیوں کو کھانا کھلایا کرو اور آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور رات میں نماز پڑھو جب کہ لوگ خدا سے غافل سو رہے ہوں۔ تم جنت میں سلامتی کیساتھ داخل ہو گے

دلائل بیہقی میں عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آپ کی صفت اور آپ کا حلیہ پہلے ہی سے جانتا تھا مگر کسی سے ظاہر نہیں کرتا تھا۔

جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپ کی خبر سنی تو میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

میری پھوپھی خالدہ بنت حارث نے کہا اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا میں نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے ہیں۔ اسی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے۔ میری پھوپھی نے کہا۔

اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی ہم خبریں سنتے آئے ہیں کہ وہ قیامت کے سانس کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ میں نے کہا ہاں یہ وہی نبی ہیں۔ میں گھر سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف با سلام ہوا اور واپس آ کر اپنے تمام اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی۔ سب نے اسلام قبول کیا۔

یہودیوں کے تعصب کا مظاہرہ

حضرت عبداللہ بن سلام بتاتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل اس کے کہ میری قوم کو میرے اسلام کا علم ہو آپ مجھ کو کسی کوٹھڑی میں بٹھا کر یہود سے میرا حال دریافت فرمائیں کیونکہ یہود بڑی بہتان باندھنے والی قوم ہے چنانچہ جب یہود آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے عبداللہ بن سلام کو ایک کوٹھڑی میں بٹھا کر یہود سے دریافت فرمایا کہ اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور حق لے کر آیا ہوں پس اسلام لاؤ۔ یہود نے کہا ہم نہیں جانتے۔ آپ نے تین بار یہی سوال فرمایا ہر بار یہود یہی کہتے رہے۔ بعد ازاں یہ فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے۔ یہود نے کہا کہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا اور ہمارا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا اور ہم میں سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا۔

آپ نے فرمایا اگر عبداللہ بن سلام مجھ پر ایمان لے آئے پھر تو میرے نبی برحق ہونے کا یقین کرو گے۔ یہود نے کہا کہ عبداللہ بن سلام کبھی اسلام لا ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا بالفرض وہ اسلام لے آئے یہود نے کہا حاشا وکلا وہ کبھی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا اے ابن سلام باہر نکل آؤ۔ عبداللہ بن سلام باہر آئے اور یہ کلمات زبان پر تھے اشهد

ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ. اور یہود سے مخاطب ہو کر کہنے لگے
اے گروہ یہود خدا سے ڈرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب
جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں یہ سنتے ہی یہود نے کہا تو جھوٹا اور
کذاب ہے اور سب میں برا اور برے کا بیٹا ہے (بخاری شریف) اسی بارے میں اللہ نے یہ
آیت نازل فرمائی۔ قل ارایتم ان کان من عند اللہ و کفرتم بہ و شھد شاھد من
بنی اسرائیل علی مثلہ فامن و استکبرتم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین

یہود کے ایک رئیس کا مسلمان ہونا

میمون بن یامین رؤسا یہود میں سے تھے۔ آپ کو دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے اور ان کا
حال بھی عبداللہ بن سلام جیسا ہی ہوا۔

میمون بن یامین رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ یہود کو بلا
بھیجئے اور مجھ کو حکم بنا دیجئے وہ لوگ میری طرف رجوع کریں گے۔ آپ نے میمون کو تو اندر
کوٹھڑی میں چھپا دیا اور یہود کے بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا وہ لوگ آئے اور آپ سے
گفتگو کی آپ نے فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو میرے اور اپنے مابین حکم مقرر کر لو۔
یہود نے کہا کہ ہم میمون بن یامین کے حاکم بنانے پر راضی ہیں وہ جو فیصلہ کر دے ہمیں منظور
ہے۔ آپ نے میمون کو آواز دی کہ باہر آ جاؤ میمون باہر آئے اور کہا اشھد انہ رسول
اللہ مگر یہود نے تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آپ بیتی

(مجوسیت سے اسلام تک)

آتش کدہ کی نگرانی

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی زبان بیان کیا کہ میں ملک فارس میں ے قریہ جی کا رہنے والا تھا۔ میرا باپ اپنے شہر کا چوہدری تھا اور سب سے زیادہ مجھ کو محبوب رکھتا تھا جس طرح کنواری لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح میری حفاظت کرتا تھا اور مجھ کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتا تھا۔ مذہباً مجوسی تھے میرے باپ نے مجھ کو آتش کدہ کا محافظ اور نگہبان بنا رکھا تھا کہ کسی وقت آگ بجھنے نہ پائے

عیسائیت قبول کی تو باپ نے قید کردیا

ایک مرتبہ میرا باپ تعمیر کے کام میں مشغول تھا۔ اس لئے مجبوری مجھ کو زمین اور کھیت کی خبر گیری کے لئے بھیجا اور یہ تاکید کی کہ دیر نہ کرنا۔ میں گھر سے نکلا راستہ میں ایک گرجا پڑتا تھا۔ اندر سے کچھ آواز سنائی دی میں دیکھنے کیلئے اندر گھس دیکھا تو نصاریٰ کی ایک جماعت ہے کہ جو نماز میں مشغول ہے مجھ کو ان کی یہ عبادت پسند آئی اور اپنے دل میں یہ کہا کہ یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ملک شام میں اسی میں آفتاب غروب ہوگیا۔ باپ نے انتظار کرکے تلاش میں قاصد دوڑائے جب گھر واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا اے بیٹے تو کہاں تھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کیا باپ نے کہا اس دین (یعنی نصرانیت) میں کوئی خیر نہیں۔ تیرے اور تیرے باپ دادا کا دین یعنی (آتش پرستی) بہتر ہے۔

میں نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم نصرانیوں ہی کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔

باپ نے میرے پیر میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا گیا۔

ملک شام روانگی

میں نے پوشیدہ طور پر نصاریٰ سے یہ کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھ کو اطلاع کرنا چنانچہ انہوں نے مجھے کو ایک موقع پر اطلاع دی کہ نصاریٰ کے تاجروں کا ایک قافلہ شام واپس جانے والا ہے۔ میں نے موقعہ پا کر بیڑیاں اپنے پیر سے نکال پھینکیں اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ ہولیا۔

شام کے سب سے بڑے پادری کی خدمت میں

شام پہنچ کر دریافت کیا کہ عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے ایک پادری کا نام بتلایا میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا تمام واقعہ بیان کیا اور یہ کہا میں آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں مجھ کو آپ کا دین مرغوب اور پسند ہے آپ اجازت دیں تو آپ کی خدمت میں رہ پڑوں اور دین سیکھوں اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھا کروں اس نے کہا کہ بہتر ہے لیکن چند روز کے بعد تجربہ ہوا کہ وہ اچھا آدمی نہ تھا بڑا ہی حریص اور طامع تھا دوسروں کو صدقات اور خیرات کا حکم دیتا اور جب لوگ روپیہ لے کر آتے تو جمع کر کے رکھ لیتا اور فقراء اور مساکین کو نہ دیتا اسی طرح اس نے اشرفیوں کے سات مٹکے جمع کر لیے جب وہ مر گیا اور لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کیلئے جمع ہوئے میں نے لوگوں سے اس کا حال بیان کیا اور وہ سات مٹکے دکھلائے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا خدا کی قسم ہم ایسے شخص کو ہرگز دفن نہ کریں گے۔ بالآخر اس پادری کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کر دیا اور اس کی جگہ کسی اور عالم کو بٹھلا دیا۔

سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زائد کسی کو عالم اور اس سے بڑھ کر کسی کو عابد و زاہد دنیا سے بے تعلق اور آخرت کا شائق اور طلبگار نمازی اور عبادت گزار کسی کو نہیں دیکھا اور جس قدر مجھ کو اس عالم سے محبت ہوئی۔ اس سے پیشتر کبھی کسی سے اس قدر محبت نہیں ہوئی۔ میں برابر اس عالم کی خدمت میں رہا جب ان کا اخیر وقت آ گیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو وصیت کیجئے اور بتلایئے کہ آپ کے بعد کس کی خدمت میں جا کر رہوں کہا موصل میں ایک عالم ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔

عموریہ کے راہب نے نبی آخر الزمان کی علامات بتلائیں

چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نصیبین میں ایک عالم کے پاس جا کر رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ میں ایک عالم کے پاس رہا جب ان کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں عالم کے پاس رہا۔ اب آپ بتلائیں کہ میں کہاں جاؤں اس عالم نے یہ کہا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں جو کہ صحیح راستہ پر ہو اور میں تم کو اس کا پتہ بتاؤں۔ البتہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے کہ جو دین ابراہیمی پر ہوگا۔ عرب کی سرزمین میں اس کا ظہور ہوگا۔ ایک نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اگر تم سے وہاں پہنچنا ممکن ہو تو ضرور پہنچنا۔ ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائیں گے۔ ہدیہ قبول کریں گے۔ دونوں شانوں کے قریب مہر نبوت ہوگی جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔

قافلہ کے ساتھ عرب روانگی

اس اثناء میں میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں بھی جمع ہو گئیں تھیں اتفاق سے ایک قافلہ عرب کا جانے والا مجھ کو مل گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو ساتھ لے چلو یہ گائیں اور بکریاں سب کی سب تم کو دے دوں گا۔ ان لوگوں نے اس کو قبول کیا اور مجھ کو ساتھ لے لیا۔

مدینہ پہنچنا مگر غلام ہو کر

جب وادی قریٰ میں پہنچے تو میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی کہ غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کیا جب اس کے ساتھ آیا تو کھجور کے درخت دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہو لیکن ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا کہ بنی قریظہ میں ایک یہودی اس کے پاس آیا اور مجھ کو اس سے خرید کر مدینہ لے آیا۔

جب میں مدینہ پہنچا تو خدا کی قسم مدینہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور یقین کیا کہ یہ وہی شہر ہے کہ جو مجھ کو بتلایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں خود حضرت سلمان سے مروی ہے کہ میں اس طرح دس مرتبہ سے زیادہ فروخت ہوا ہوں۔

مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر بیخود ہونا

میں مدینہ میں اس یہودی کے پاس رہا اور بنی قریظہ میں ان کے درختوں کا کام کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو مکہ میں مبعوث فرمایا مگر مجھ کو غلامی اور خدمت کی وجہ سے متعلق علم نہ ہوا جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور قباء میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ نے قیام فرمایا۔ میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کررہا تھا اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک یہودی آیا جو میرے آقا کا چچا زاد بھائی تھا اور یہ کہنے لگا۔ خدا بنی قیلہ یعنی انصار کو ہلاک کرے کہ قباء میں ایک شخص کے اردگرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی اور پیغمبر ہے۔ سلمان فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ سننا تھا کہ مجھ کو لرزہ اور کپکپی نے پکڑا اور مجھ کو یہ غالب گمان ہو گیا کہ میں اپنے آقا پر اب گرا۔ (بشیر و نذیر کی آمد کی بشارت نے سلمان کو ایسا بیخود اور وارفتہ بنا دیا کہ اگر لو لا ان ربطنا علی قلبھا کا مضمون نہ ہوتا تو درخت سے گر ہی پڑتے) اور وہ دونوں یہودی ان کی اس حالت اور کیفیت کو دیکھ کر سخت متعجب تھے اور سلمان رضی اللہ عنہ کی زبان حال یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

خلیلی لا واللہ ما انا منکما اذا علم من جبال لیلیٰ بدالیا

اے میرے دوستو خدا کی قسم میں اب تم سے نہیں رہا جبکہ مجھ کو دیار لیلیٰ کا کوئی پہاڑ نظر آ گیا بہر حال دل کو تھام کر درخت سے اترا اور اس آنے والے یہودی سے پوچھنے لگا بتاؤ تو سہی تم کیا بیان کرتے تھے وہ خبر ذرا مجھ کو بھی تو سناؤ یہ دیکھ کر میرے آقا کو غصہ آ گیا اور زور سے ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب تو اپنا کام کر۔

خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلی حاضری اور پہلی نشانی

جب شام ہوئی اور کام سے فراغت ہوئی تو جو کچھ میرے پاس جمع تھا وہ ساتھ لیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت قباء میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے رفقاء کے پاس کچھ نہیں ہے آپ سب حضرات صاحب حاجت ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے اور آپ کے رفقاء کیلئے صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے اپنی ذات مطہر کے لئے صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ فرمایا کہ میں

صدقہ نہیں کھاتا اور ہدیہ کھا لیتا ہے تو سمجھ لینا کہ وہی نبی ہے اور دیکھنا کہ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اس تفصیل کے ساتھ میں نے اس کا ذکر کیا تھا اور صحابہ کو کھلا دیا جو ہدیہ دیا ہوا تم نے لو۔

سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ ان تین علامتوں میں سے ایک ہے۔

دوسری حاضری اور دوسری نشانی

میں واپس ہو گیا اور پھر جمع کرنا شروع کر دیا جب آپ مدینہ تشریف لائے تو میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کی خدمت میں کچھ پیش کروں صدقہ تو آپ قبول نہیں فرماتے۔ یہ ہدیہ لے کر حاضر ہوا ہوں آپ نے قبول فرمایا اور خود بھی اس میں سے کھایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی کھلایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ دوسری علامت ہے۔

تیسری حاضری، تیسری نشانی اور مسلمان ہونا

میں واپس آ گیا اور دو چار روز کے بعد پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ اس وقت ایک جنازے کے ہمراہ بقیع میں تشریف لائے تھے اور صحابہ کرام کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ درمیان میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا اور سامنے سے اٹھ کر پیچھے آ بیٹھا کہ مہر نبوت دیکھوں۔ آپ سمجھ گئے اور پشت مبارک سے چادر اٹھا دی۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اٹھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور رو پڑا آپ نے ارشاد فرمایا سامنے آؤ میں سامنے آیا اور جس طرح تم سے اے ابن عباس میں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا۔ اسی طرح میں نے پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے صحابہ کی مجلس میں بیان کیا اور اسی وقت مشرف باسلام ہوا۔ آپ بہت مسرور ہوئے۔

غلامی سے آزادی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

اس کے بعد اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہو گیا اسی وجہ سے میں غزوہ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے سلمان اپنے آقا سے کتابت کر لو۔ سلمان نے اپنے آقا سے کہا۔ آقا نے یہ جواب دیا کہ اگر تم چالیس اوقیہ سونا ادا کر دو اور تین سو درخت کھجور کے لگا دو جب وہ بار آور ہو جائیں تو تم آزاد ہو۔ سلمان نے آپ کے ارشاد سے

قبول کیا اور آپ نے لوگوں کو ترغیب دی کہ سلمان کی کھجور کے پودوں سے امداد کریں۔ چنانچہ کسی نے تیس پودوں سے اور کسی نے بیس پودوں سے اور کسی نے پندرہ سے اور کسی نے دس پودوں سے امداد کی۔ جب پودے جمع ہو گئے تو مجھ سے فرمایا اے سلمان ان کے لئے گڑھے تیار کرو جب گڑھے تیار ہو گئے تو خود دست مبارک سے ان تمام پودوں کو لگایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ایک سال گزرنے نہ پایا کہ سب کو پھل آ گیا اور کوئی پودا ایسا نہ رہا کہ جو خشک ہو گیا ہو۔ سب کے سب سرسبز اور شاداب ہو گئے اور سب کو پھل آ گیا۔ درختوں کا قرض تو ادا ہو گیا صرف سونا باقی رہ گیا۔ ایک روز ایک شخص آپ کے پاس ایک بیضہ کی مقدار سونا لے کر آیا آپ نے فرمایا وہ مسکین مکاتب یعنی سلمان فارسی کہاں ہے اس کو بلاؤ۔ میں حاضر ہوا آپ نے وہ بیضہ کی مقدار سونا عطا فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اللہ تمہارا قرضہ ادا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سونا بہت تھوڑا ہے۔ اس سے میرا قرض کہاں ادا ہو گا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اللہ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کر دے گا۔ چنانچہ میں نے اس کو تولا تو پورا چالیس اوقیہ تھا میرا کل قرض ادا ہو گیا اور غلامی سے آزاد ہوا اور آپ کے ساتھ غزوہ خندق میں شریک ہوا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں آپ کے ہمرکاب رہا۔

خندق کی کھدائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے صحابی حضرت سلمان فارسی کا مدائن (عراق) میں مزار

ہجرت سلمان فارسیؓ کا نقشہ

تعمیر مسجد کے لئے جگہ کا انتخاب

قباء سے مدینہ تشریف آوری ہوئی تو جس جگہ ناقہ بیٹھا تھا وہی جگہ مسجد کے لئے منتخب کی گئی۔ یہ جگہ ایک میدان کے کنارہ پر تھی۔ قبیلہ بنی نجار کے حضرات یہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ زمین کے مالک یہاں کھجوریں بھی سکھا لیا کرتے تھے۔ میدان کے باقی حصہ میں کھجور کے درخت کھڑے تھے۔ کچھ پرانی قبریں اور کچھ مکانوں کے کھنڈر تھے۔ ایک طرف کچھ نشیب تھا وہاں پانی بھر جاتا تھا۔ اس خرابی کی قسمت جاگی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو مسجد کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ طول و عرض میں سو سو گز سے کچھ زائد تھا۔ (سیرت مبارکہ)

زمین کی خریداری

سہل اور سہیل کے والد رافع بن ابی عمرو کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہ ان کے مربی تھے۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ میدان ان ہی یتیموں کا تھا۔ انہوں نے چاہا کہ بلا کسی معاوضہ کے مسجد کے لئے پیش کر دیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی پیش کش بڑے آدمیوں سے بھی منظور نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یتیم بچوں سے کیسے منظور فرما لیتے۔ آپ کے اصرار کرنے پر یہ مالک ہبہ کرنے کے بجائے فروخت کرنے پر راضی ہوئے۔ دس دینار قیمت تجویز کی گئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ قیمت ادا کر کے زمین مسجد کے لئے وقف کر دی۔ (رضی اللہ عنہم)۔ (سیرت مبارکہ)

بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ کام کرنا

زمین ہموار کی گئی۔ پانی کھینچ دیا گیا۔ قبروں سے ہڈیاں نکلیں ان کو الگ دبا دیا گیا۔

درخت کٹوائے گئے۔ بنیاد کھودی گئی۔ تعمیر شروع ہوئی۔ یہاں بھی صحابہ کرام ہی مزدور تھے ہوتی معمار سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی برابر کے شریک تھے۔

عجیب پر فریب پر تقدس منظر ہے کہ کام ہو رہا تھا۔ (سیرت نبوی)

صحابہ کے ساتھ آپ خود بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے۔

هذا الحمال لا حمال خيبر   هذا ابر ربنا واطهر

یہ تعمیر کی مزدوری کا بوجھ نہیں اے پروردگار یہ تو سب سے عمدہ اور پاکیزہ ہے۔ اور کبھی یہ پڑھتے

اللهم ان الاجر اجر الآخره   فارحم الانصار والمهاجره

اے اللہ بلاشبہ حقیقت میں اجر تو آخرت کا اجر ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔ جو صرف آخرت کے اجر کے طلب گار ہیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔

اللهم لا خير الا خير الآخره   فانصر الانصار والمهاجره

اے اللہ آخرت کی بھلائی اور خیر کے سوا کوئی خیر اور بھلائی نہیں پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما جو صرف آخرت کی بھلائی اور خیر کے خواہاں ہیں۔

اور صحابہ کرام کی زبانوں پر یہ تھا۔

لئن قعدنا والنبي يعمل   لذاك منا العمل المضلل

اگر ہم بیٹھ جائیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کام کریں تو ہمارا یہ عمل یعنی بیٹھ جانا بہت ہی برا کام ہوگا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

لا يستوي من يعمر المساجدا   يداب فيها قائما وقاعدا

جو شخص اٹھتے بیٹھتے تعمیر مسجد میں سرگرداں ہے۔

ومن يرى عن التراب حائدا

اور وہ شخص جو کپڑوں سے مٹی اور غبار کو بچاتا ہے دونوں برابر نہیں۔

اینٹیں اٹھا اٹھا کر لانے والوں میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عثمان بن مظعون فطری طور پر نظیف الطبع واقع ہوئے تھے مزاج میں صفائی اور ستھرائی بہت تھی۔ جب اینٹ اٹھاتے تو کپڑوں سے دور رکھتے اور جب کپڑے پر ذرا بھی غبار پڑ جاتا تو اس کو جھاڑتے

مسجد کا نقشہ، در و دیوار اور کیفیت

یہ مسجد اپنی سادگی میں بے مثل تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں تھیں کھجور کے تنوں کے ستون تھے۔ اور کھجور ہی کی شاخوں اور پتوں کی چھت تھی جب بارش ہوتی تو پانی اندر آتا اس کے بعد میں چھت کو گارے سے لیپ دیا گیا۔ سو گز لمبی اور تقریباً سو ہی گز عریض تھی اور تقریباً تین ہاتھ گہری بنیادیں تھیں۔ دیواروں کی بلندی قد آدم سے زائد تھی۔ دیوار قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھی گئی اور مسجد کے تین دروازے رکھے گئے ایک دروازہ اس طرف رکھا گیا جس جانب اب قبلہ کی دیوار ہے اور دوسرا دروازہ مغرب کی جانب میں جسے اب باب الرحمۃ کہتے ہیں اور تیسرا دروازہ وہ کہ جس سے آپ آتے جاتے تھے جسے اب باب جبرئیل کہتے ہیں اور جب سولہ سترہ ماہ کے بعد بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ ہو کر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا تو وہ دروازہ جو مسجد کے عقب میں تھا بند کر دیا گیا اور اس کے مقابل دوسرا دروازہ قائم کر دیا گیا۔

مسجد نبوی کی دوسری تعمیر

مسجد نبوی کی دو مرتبہ تعمیر ہوئی اول جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ دوسرے ۷ھ فتح خیبر کے بعد بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے آپ نے از سر نو تعمیر کرائی۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور مختلف روایات سے ثابت ہے۔ پہلی مرتبہ کی تعمیر میں مسجد کا طول عرض سو گز سے کم تھا اور دوسری مرتبہ کی تعمیر میں سو گز سے کچھ زائد ہی تھا۔ چنانچہ ابن جریج جعفر بن عمرو سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو دو مرتبہ بنایا اول جبکہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اس وقت مسجد کا طول و عرض سو گز سے کم تھا۔ دوسرے فتح خیبر کے بعد ۷ ہجری میں مسجد کو از سر نو بنایا اور زمین لے کر مسجد میں اور زیادتی کی چنانچہ معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد کی توسیع کا ارادہ فرمایا تو مسجد کے متصل ایک انصاری کی زمین تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصاری سے یہ فرمایا کہ یہ زمین جنت کے ایک محل کے معاوضہ میں ہمارے ہاتھ فروخت کر دو لیکن وہ اپنی عسرت وغربت اور کثیر العیالی کی وجہ سے مفت نہ دے سکے اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس قطعہ زمین کو بمعاوضہ دس ہزار درہم ان انصاری سے خرید کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا یا رسول اللہ جو قطعہ زمین آپ اس انصاری سے جنت کے محل کے معاوضہ میں خرید فرمانا چاہتے تھے وہ اس ناچیز سے خرید فرمالیں۔ آپ نے وہ قطعہ بمعاوضہ جنت حضرت عثمان سے خرید کر مسجد میں شامل فرمایا اور اول اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی اور پھر آپ کے حکم سے ابوبکر اور پھر عمر اور پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم نے رکھی۔

اے ابوہریرہ! دوسری اٹھالو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لارہے تھے۔ ایک مرتبہ میں سامنے آگیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی اینٹیں اٹھا کر لارہے ہیں اور سینہ مبارک سے ان کو سہارا دیئے ہوئے ہیں۔ میں سمجھا کہ آپ بوجھ کی وجہ سے ایسا کئے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو دے دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ خذ غیرھا یا اباھریرۃ فانہ لا عیش الا عیش الاخرۃ (اے ابوہریرہ دوسری اینٹیں اٹھالو۔ تحقیق نہیں ہے زندگی مگر زندگی آخرت کی

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی وفات

مسجد نبوی کی تعمیر سے آپ ہنوز فارغ ہوئے تھے کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقیب بنی النجار انتقال کر گئے بنوالنجار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ ان کی بجائے کسی اور کو نقیب مقرر فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم میرے ماموں ہو میں تم سے ہوں اور میں تمہارا نقیب ہوں۔

آپ کا بنی النجار کی نقابت قبول فرمانا یہ بنی النجار کے مناقب میں سے ہے جس پر وہ لوگ فخر کرتے تھے۔

مسجد نبوی کا منبر

ابتداء میں منبر نہیں تھا تو ایک ستون کے برابر میں مٹی کی چوکی (چبوترہ) بنادی گئی تھی آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر رونق افروز ہو کر خطاب فرمایا کرتے تھے اور ستون پر سہارا لگالیا کرتے تھے۔

وہ کھجور کا تنا (کھمبا) جس کے برابر مٹی کی چبوترہ پر تشریف فرما ہو کر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم خطاب فرمایا کرتے تھے۔ سید الانبیاء محبوب رب العالمین (تعالیٰ شانہ) نے جب اس سے الگ منبر پر رونق افروز ہو کر خطاب فرمایا۔ اور اس وجہ سے وہ کھمبا آپ کے پر تقدس قرب اور ذکر اللہ کی روح پرور و جاں بخش آواز سے محروم ہو گیا تو قدرت کے ایک عجیب و غریب کرشمہ نے اہل ایمان کے ایمان کو تازہ اور عقل پرستوں کے توہمات کو حیرت زدہ کر دیا۔

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی بے حس و حرکت و بے جان سوکھے کھمبے سے ایک رقت انگیز آواز سنی۔ جس سے کلیجہ پھٹا جاتا تھا (بخاری ۲۸۱) یہ ایسی آواز تھی جیسے اونٹنی اپنے بچہ کی یاد میں بلبلاتی ہے۔ (بخاری ۵۰۷) رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون کا یہ درد انگیز گریہ سنا تو منبر سے اتر کر کھمبے کے پاس تشریف لائے اس پر دست مبارک رکھا۔ تب یہ کھمبا بچوں کی طرح ہچکیاں لیتا ہوا آہستہ آہستہ خاموش ہوا (بخاری) رحمت عالم جان جہاں نے اس سوختہ دل فراق زدہ کی مزید دلداری فرماتے ہوئے فرمایا۔ کیا چاہتے ہو؟ اس مسجد میں اسی جگہ تم پھلدار ہو جاؤ یا جنت کا حصہ چاہتے ہو۔ جہاں تمہارا پھل اہل جنت تناول کریں۔ اس نے دار بقاء کو دار فنا پر ترجیح دی۔ گویا اس بے زبان نے زبان درد سے عرض کیا ان الدار الاخرۃ ھی خیر وابقیٰ چنانچہ اس کھمبا کو مسجد کے فرش خام میں منبر کے قریب اس جگہ دبا دیا گیا۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

مابین منبری و قبری روضۃ من ریاض الجنۃ

معجزۂ نبوی

حن جذع النخل اذحل بہ	من مصاب الھجر حزن وخبل
ضمہ بالصدفاستسلی بہ	لصبی بلبان یشتغل
وامر بکلام فارتضیٰ	کونہ فی الخلد غرساً وامتثل

(ترجمہ) کھجور کا تنا چلایا جب اس پر آپ کی مفارقت کا غم اور جنون سوار ہوا۔ آپ نے اس کو اپنے سینے سے لگا لیا تو اس کو اس سے ایسی تسلی ہوئی جس طرح کسی بچہ کو دودھ پلا کر بہلایا جاتا ہے اور آپ نے اس سے آہستہ سے کچھ فرمایا اس نے اس کو پسند کیا کہ وہ جنت میں پودہ ہو کر رہے اور آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔

یہ واقعہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس کو دارمی نے مسند عبد اللہ بن بریدہ بروایت ابن بریدہ

بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے سے کمر لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اس کے بعد آپ کیلئے منبر تیار کیا گیا۔ تو جب آپ اس منبر پر تشریف لائے جو آپ کیلئے بنایا گیا تھا اور کھجور کے تنے سے علیحدہ ہوئے تو کھجور کا تنا اس طرح رونے لگا جس طرح کہ اونٹنی روتی ہے اس کو سن کر حضور واپس ہوئے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور فرمایا کہ تو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لے۔ اگر تیرا دل چاہے تو اس کو پسند کرلے کہ جس جگہ تو اس وقت ہے میں تجھ کو ویسے درخت کی طرح قائم کر دوں تو تو اسی طرح سرسبز ہو جائے گا جس طرح پہلے بھی تھا اور اگر تیرا دل چاہے تو اس کو پسند کرے کہ تو جنت کا سرسبز پودا ہو جاوے اور تجھ کو ان انہار جنت کا پانی پینے کو ملے اور تو خوب سرسبز ہو اور تجھ میں پھل لگیں اور خدا کے مقبول بندے تیرے پھل کھاویں۔ آپ نے سنا کہ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ ہاں! میں اسی کو منظور کرتا ہوں اور یہ بات اس نے دو مرتبہ کہی۔ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ کھجور کے تنے نے کیا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے یہی صورت پسند کی کہ جنت میں اس کو سرسبز پودا بنا دیا جائے۔

ازواج مطہرات کے لئے حجروں کی تعمیر

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ازواج مطہرات کے لئے حجروں کی بنیاد ڈالی اور سردست دو حجرے تیار کرائے ایک حضرت سودہ بنت زمعہ کے لئے اور دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے۔ بقیہ حجرے بعد میں حسب ضرورت تعمیر ہوتے رہے۔

مسجد سے متصل حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے جب آپ کو ضرورت پیش آتی تو حضرت حارثہ آپ کو نذر کر دیتے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام مکانات آپ کی نذر کر دیئے۔ مسجد کی طرح چار حجرے بھی کچی اینٹوں کے تھے۔ اوپر کھجور کے ٹہنیوں اور پتوں کی چھت چھونے سے گھر کے گرد کھجور کی ٹہنیوں (ٹٹوں) کی دیواریں تھیں جن پر مٹی لیپس دی گئی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کا ایک کواڑ تھا۔ باقی کے دروازوں پر ٹٹیاں تھیں۔ پانچ حجرے ایسے بنائے گئے کہ ان میں کچی اینٹیں بھی نہیں لگائی گئیں۔ بلکہ ٹٹیاں کھڑی کر کے ان پر مٹی لیپس دی گئی اور اوپر کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں کی ہلکی سی چھت ڈال دی گئی۔ ان کے دروازوں پر بھی ٹٹیاں تھیں نہ کواڑ بلکہ ٹاٹ یا کمبل کے

پردے پڑے رہتے تھے جو طول میں تین ہاتھ اور عرض میں ایک ہاتھ سے کچھ زائد تھے۔
چھتیں اتنی نیچی کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔ جب میں ذرا بڑا ہو گیا تھا میں ان حجروں میں جاتا۔ تو کھڑے ہو کر ان حجروں کی چھتوں کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا۔ رات کو گھروں میں چراغ جلانے کا رواج نہیں تھا۔ لہٰذا ان حجروں میں رات کو صرف نورِ حق کی روشنی رہتی تھی۔ (سیرت مبارکہ)

کاش وہ حجرے اسی طرح چھوڑ دیئے جاتے

۸۷ھ میں اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک کے حکم سے یہ تمام حجرے مسجد نبوی میں شامل کر لئے گئے جس وقت ولید کا یہ حکم مدینہ پہنچا تو تمام اہل مدینہ صدمہ سے چیخ اٹھے۔
ابو امامہ سہل بن حنیف فرمایا کرتے تھے کاش وہ حجرے اسی طرح چھوڑ دیئے جاتے تاکہ لوگ دیکھتے کہ جس نبی کے ہاتھ پر من جانب اللہ دنیا کے تمام خزائن کی کنجیاں رکھ دی گئیں تھیں وہ نبی کیسے حجروں اور کیسے چھپروں میں زندگی بسر کرتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ وذریاتہ واصحابہ وبارک وسلم (سیرت مبارکہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

اسی سال مدینہ پہنچنے کے آٹھ ماہ بعد ماہ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروسی فرمائی جن سے ہجرت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ عقد کر چکے تھے۔
عقد کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ یا سات سال تھی اور رخصت کے وقت نو سال کی تھی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد ۲ھ میں حضرت عائشہ سے خلوت فرمائی۔

جنازہ گاہ کا تعین

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو جس کسی بیمار کی نزعی کیفیت ہوتی (مرنے کے قریب

ہوتا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جاتی۔ آپ تشریف لاتے اس کے لئے دعا فرماتے۔ وہ شخص وفات پا جاتا تو اکثر ایسا ہوتا کہ تجہیز و تکفین آپ کے سامنے ہی ہوتی اور آپ دفن کے وقت تک وہیں رہتے۔ اس میں آپ کو بہت دیر ہو جاتی تھی۔ اس کا ہمیں احساس ہوا تو ہم نے یہ کر لیا کہ وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتے۔ آپ تشریف لاتے۔ نماز جنازہ پڑھاتے پھر کبھی واپس تشریف لے جاتے اور کبھی دفن ہونے تک وہاں تشریف رکھتے۔ پھر ہمیں محسوس ہوا کہ آپ کو اس میں بھی زحمت ہوتی ہے تو یہ طے کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دی جائے گی بلکہ جنازہ لے کر خود آپ کی خدمت میں پہنچ جایا کریں گے۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا۔ جب جنازہ لے کر کاشانہ نبوت پر پہنچتے تو قریب ہی ایک جگہ تھی وہاں آپ نماز پڑھاتے پھر یہی معمول ہو گیا۔ کہ اسی خاص جگہ پر نماز جنازہ پڑھائی جاتی تھی تو اس جگہ کا نام ہی موضع الجنائز پڑ گیا۔ (سیرت مبارکہ)

بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ جنازہ کے لئے مسجد نبوی کے متصل ایک جگہ مخصوص تھی آپ کا مستمر معمول تو یہی تھا کہ آپ مسجد میں جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے بعض مرتبہ کسی عارض کی وجہ سے آپ نے صلوۃ جنازہ مسجد میں پڑھی ہے۔

اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت عثمان کا میٹھا کنواں وقف کرنا

ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینہ منورہ آئے تو مدینہ کے تمام کنویں کھاری تھے صرف ایک بیر رومہ کا پانی شیریں تھا جس کا مالک ایک یہودی تھا کہ جو بغیر قیمت کے پانی نہ دیتا تھا فقراء مسلمین کو دشواری پیش آئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیر رومہ کو خرید کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جنت کے ایک چشمہ کے معاوضہ میں فروخت کیا اور مسلمانوں کے لئے وقف فرمایا کہ جس کا جی چاہے اس سے پانی بھرے۔
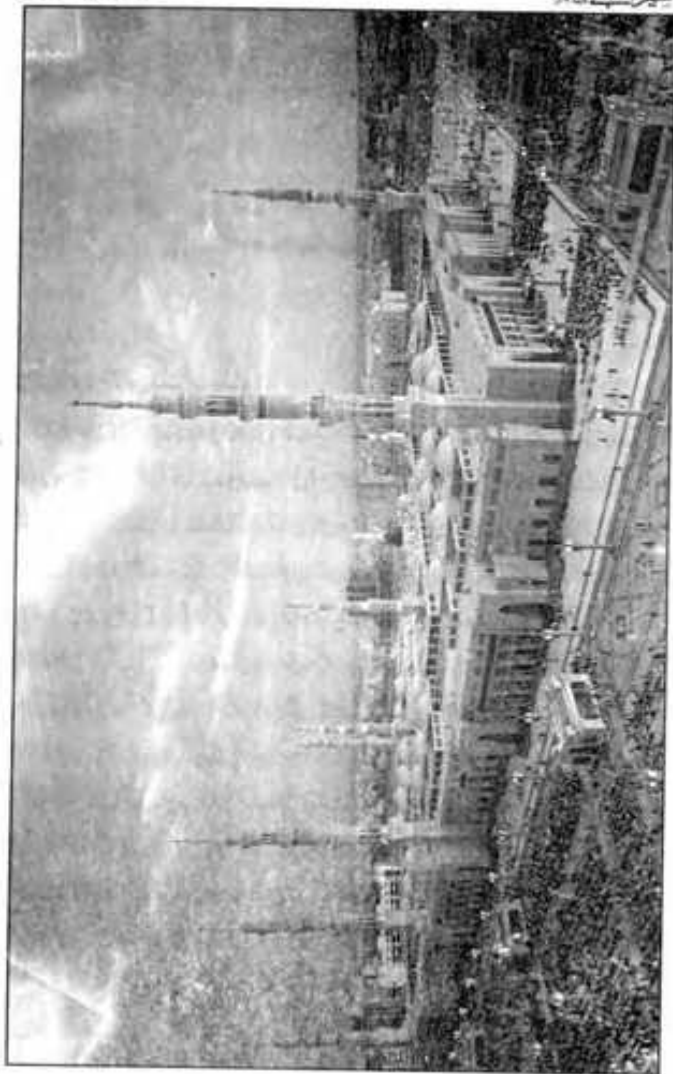
تعمیرِ ملت میں ہجرت کا اثر

نبوی تربیت کے کرشمے

محمد رسول اللہ (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات مہاجرین جو مسجد کی اور پھر حجروں (ازواج مطہرات کے بیوت) کی تعمیر کر رہے ہیں' اس شہر کے رہنے والے ہیں جو ملک عرب کا مرکزی شہر ہے جو اپنے تمدن میں دنیا کے متمدن شہروں سے پیچھے نہیں ہے۔ جس کی آبادی باقاعدہ ہے۔ مختلف محلوں میں بٹی ہوئی۔ بیچ میں سڑکیں' بازار پر رونق' مکانات پختہ ہر طرح کی آرائش سے آراستہ' ایک مکان وہ بھی ہے جس کو "دارالندوہ" کہا جاتا تھا (ٹیشن ہال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہاجر رفقاء نے انہیں محلوں میں پرورش پائی تھی۔ انہیں گلیوں اور کوچوں میں کھیلے تھے انہیں سڑکوں پر دوڑے اور چلے تھے۔ پھر تاجر بن کر انہیں بازاروں میں خرید و فروخت کرتے رہے تھے۔

دارالہجرت (مدینہ طیبہ) میں جب یہ حضرات خود مزدور اور معمار بن کر کچی اینٹوں' چھوٹے بڑے ناہموار پتھروں کی نیوں اور کھجور کے پتوں اور چھڑیوں سے مسجد مبارک اور حجروں کی تعمیر کر رہے تھے تو اپنے خاندانی روایات اور مکہ کے محلات کا نقشہ کسی ذہن سے محو نہیں ہوا تھا۔

نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں جو تربیت دی گئی تھی یہ تربیت صرف تین سال تک ہی نہیں رہی بلکہ قیام مکہ کی پوری مدت میں اس کا سلسلہ جاری رہا اور وہ رنگ جو پہلے تین سال میں کھلا تھا وہ پختہ اور زیادہ پختہ ہوتا رہا۔

بلاشبہ یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ تمدن کے تمام نقوش کو چھوڑ کر جفاکش زاہدانہ اور درویشانہ زندگی کا نقش جمایا جا رہا ہے۔ (سیرت مبارکہ)

تعمیر ملت کا دور اول

آپ کو فراموش نہ ہونا چاہیے کہ حضرات صحابہ نے اس دور کو تعمیر ملت کا دور اول قرار دیا تھا۔ چنانچہ اسی سنہ کو اسلامی سنہ (سنہ ہجری کا پہلا سال) مانا گیا۔ کلام الٰہی نے بھی "من اول یوم" کا لفظ استعمال کر کے صحابہ کرام کے اس تخیل کی تائید فرمائی (محمد میاںؒ)

ہجرت ہی سے حق اور باطل میں فرق قائم ہوا اور ہجرت ہی سے اسلام کی عزت اور غلبہ کی ابتداء ہوئی شعائر اسلام یعنی جمعہ اور عیدین علی الاعلان ادا کیے گئے بحث و تمحیص کے بعد سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت سے تاریخ مقرر ہونی چاہیے۔

دو مشرک سرداروں کا انتقال

اور اسی سال مشرکین مکہ کے دو سرداروں نے انتقال کیا۔ ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل یعنی عمرو بن العاص فاتح مصر کے والد نے انتقال کیا۔

بھائی چارے کا قیام

پہلی مواخات

آپ نے ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں فقط مہاجرین میں باہمی رشتہ مواخات قائم فرمایا۔ تاکہ ہر مومن ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا معین اور مددگار اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غمگسار ہو۔ ضعیف اور کمزور کو قوی اور زبردست کی اخوت سے قوت حاصل ہو اور ضعیف قوی کے لئے قوت بازو بنے اعلیٰ شخص ادنیٰ شخص کے فوائد سے اور ادنیٰ اعلیٰ کے منافع سے مستفید اور متمتع ہو اور مہاجرین و انصار کے منتشر دانے ایک رشتہ مواخات میں منسلک ہو کر تسبیح واحد بن جائیں تشتت اور تفرق کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں جو تفرق اور اختلاف بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنا یہ امت مرحومہ اس سے بالکلیہ محفوظ رہے اور اجتماع کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کا ہاتھ ان کے سر پر ہو اور اگر زمانہ جاہلیت کے تفاخر اور مباہات کا کوئی فاسد مادہ قلب میں باقی ہے تو اس رشتہ مساوات سے اس کا استیصال اور قلع قمع ہو جائے اور بجائے تفاخر اور تعلّی غرور اور نخوت کے تواضع اور مسکنت مواخات اور مواسات سے معمور ہو جائے۔ خادم اور مخدوم غلام اور مولیٰ محمود اور ایاز سب ایک ہی صف میں آ جائیں۔ دنیا کے سارے امتیازات مٹ کر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کا شرف اور بزرگی باقی رہ جائے۔

پہلی مواخات کے اراکین

جو مواخات ہجرت سے قبل مکہ میں خاص مہاجرین میں ہوئی ان حضرات کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حمزہ رضی اللہ عنہ	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۳۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ	عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
۴۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۵۔ عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ	بلال بن رباح رضی اللہ عنہ
۶۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۷۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ	سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
۸۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ	طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ
۹۔ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علی کرم اللہ وجہہ

مہاجرین کے حالات کی تبدیلی

پچاس کے قریب صحابہ کرام مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ چکے ہیں باقی رہتے ہیں آنے والوں میں وہ بھی ہیں جو مکہ میں صاحب حیثیت تھے۔ جائیدادوں اور کاروبار کے مالک تھے۔ مگر اب یہ سب قرآن پاک کے الفاظ میں "الفقراء" ہیں۔ کیونکہ نہ صرف جائیدادوں پر بلکہ ان کے مال و متاع اور سامان و اسباب پر بھی دوسروں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے رعب و دبدبہ اور دھاک کے آدمی چند ہی تھے جنہوں نے کھلم کھلا ہجرت کی۔ باقی سب وہ تھے جو چھپتے چھپاتے خالی ہاتھ بمشکل تمام مدینہ پہنچے تھے ان کے بدن کے کپڑے بھی سالم نہیں تھے۔

پوری دنیا میں صرف وہ مٹھی بھر جاں نثار ان پردیسی فقراء و بیکس دوستوں کے مددگار تھے جنہوں نے بیعت عقبہ کے موقع پر ان کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ مگر یہ کتنے تھے۔ ان کے ذرائع کیا تھے؟ صرف تجربہ یا کھجور جب کہ ان میں دولت مند بھی کم ہی تھے (سیرت مبارکہ)

اہل مدینہ کے معاشی حالات

یثرب اول تو کاروباری قصبہ نہیں تھا اور جو کاروبار تھا اس پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ قبیلہ اوس

اور خزرج کے لوگ جن سے حضرات انصار کا تعلق تھا وہ کاشتکار تھے۔ کسی کے پاس اپنی زمین تھی کوئی دوسروں کی زمین میں بٹائی پر کاشت کرتا تھا۔ جن کی زمینیں اپنی تھیں اقتصادی ڈھانچہ ان کا بھی بگڑا ہوا تھا۔ جس کے پاس جو کچھ پس انداز تھا وہ "اوس" اور "خزرج" کی آپس کی لڑائی میں ختم ہو چکا تھا جن کا سلسلہ تقریباً ایک سو بیس سال کے بعد تین چار سال پہلے ختم ہوا تھا۔

عموماً بیع سلم (بدھنی) کی شکل میں یہ سود پر پیشگی رقم لے لی جاتی تھی اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ پوری پیداوار اس سلم یا سود کی نذر ہو جاتی تھی۔

ان قبیلوں کے کچھ لوگ ان حالات سے مستثنیٰ تھے مگر ان میں سے چند کے سوا باقی سب صاحب جائیداد بڑے لوگ اپنے سابق مذہب پر قائم تھے۔ (سیرت مبارکہ)

مہاجرین کے لئے الگ آبادی کیوں نہ بنائی گئی

اللہ کے گھر (مسجد مبارک) کی تعمیر شروع ہوئی تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان وارد شدہ پردیسی مہاجرین کی بود و باش کا مسئلہ بھی تھا کہ اگر ان کے رہنے کا ٹھکانہ ہو جائے تو وہ ہجرت میں وطن کی چھوٹی سائش میسر آسکے اور پراگندہ حالی ختم ہو۔

ممکن تھا ان کے لئے الگ محلہ آباد کر دیا جاتا معاشرت کا جو فرق تھا یعنی مدینہ کاشت کار اور زمیندار تھے اور مہاجرین تاجر پیشہ شہری زندگی کے عادی۔ اس کا بھی تقاضا یہی ہونا چاہیے تھا کہ ان کی آبادی الگ ہوتی۔ نئی آبادی کے لئے مالی مشکلات کا حل وہ باہمی تعاون تھا۔ جس نے بلا کسی غیر معمولی خرچ کے مسجد مبارک اور ازواج مطہرات کے حجرات کی تعمیر کر دی تھی لیکن علیحدہ آبادی سے مہاجرین اور انصار میں شیر و شکر جیسی یگانگت نہیں پیدا ہو سکتی تھی اور باہمی انسیت و الفت کی وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو عطا فرمائی تھی (جس کو کلام پاک میں خاص طور پر نمایاں فرمایا گیا تھا) وہ مشاہدہ بن کر سامنے نہیں آسکتی تھی۔

جس کو مساوات۔ اشتراک عمل اور ایک دوسرے کے لئے ایثار و اخلاص کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا۔ علیحدہ آبادی نہ ان کے لئے مناسب تھی نہ وہ خود یہ علیحدگی برداشت کر سکتے تھے جو اسلامی معاشرہ میں اونچ نیچ کی بنیاد بن جاتی۔

اس کے علاوہ تعلیم و تربیت کے لحاظ سے جس مساوی سطح کی ضرورت تھی مجموعہ آبادی اس کے لئے خلیج بن جاتی۔

حضرات مہاجرین کم و بیش دس بارہ سال تک برکات نبوت سے فیضیاب ہو کر تربیت یافتہ عالم و فاضل بن چکے تھے۔ حضرات انصار کی مخلصانہ بابت اگرچہ ان کے لئے رہنما ہوتی تھی۔ مگر اس ذہانت میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم "رؤف رحیم" کا رنگ بھرنے اور حضرات انصار کو مہاجرین کی سطح پر لانے کیلئے جس تو اصی بالحق، باہمی احتساب، فادو اور استفادہ تعلیم و تعلم کی ضرورت تھی۔ الگ آبادی کی صورت میں وہ پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ (سیرت مبارکہ)

موالات کی بجائے مواخات

عرب میں عقد موالات کی طریقہ رائج تھا۔ غیر قبیلہ کا آدمی کسی بھی قبیلہ میں پہنچتا اور ایک معاہدہ کر کے اس قبیلہ میں داخل ہو جاتا اب اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ منازعات صلح و جنگ میں شریک رہتا اور مرنے کے بعد اس کا ترکہ بھی اسی قبیلہ میں تقسیم کیا جاتا۔ حضرات مہاجرین اور انصار میں یہ عقد ہو سکتا تھا لیکن یہ عقد موالات کچھ روایتیں رکھتا تھا۔ ان میں ایسی روایات بھی تھیں جن کو اسلام برداشت نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بے بود فرمایا۔ اور قرآن حکیم نے ان کی مخالف، اور متضاد بنیادوں پر اسلامی تہذیب و اخلاق کی عمارت بلند کی۔ اب یہ پیغمبرانہ تدبر تھا کہ عقد موالات کے بجائے آپ نے عقد مواخات کی بنیاد ڈالی۔

مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کا قیام

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان میں حضرات مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم اجمعین) کا اجتماع ہوا۔ یہ کل نوے حضرات تھے۔ پینتالیس مہاجرین، پینتالیس انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صوابدید کے بموجب ان میں سے ایک ایک انصاری کو ایک ایک مہاجر کا ہمدم بھائی قرار دے دیا۔ یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ فراست اور مردم شناسی تھی کہ جن کو آپ نے بھائی بنایا فطری طور پر ان کے مزاج برادرانہ

تھے۔ وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے ہمدرد اور مددگار بن گئے اور مزاجوں کی موافقت کے ساتھ جب حضرات مہاجرین سے قابلیت و اعلیٰ اخلاق کا بھی ظہور ہوا تو حضرات انصار کے اخلاص نے عقیدت کی شان اختیار کر لی۔

ام العلاء ایک انصاری خاتون تھیں جن کے گھرانے کے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے تھے۔ وہ اپنے مہمان کی اتنی معتقد ہو گئیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ام العلاء نے بڑے وثوق سے کہا **شھادتی علیک لقد اکرمک اللہ** یعنی میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً آپ کو بخش دیا ہے۔

مواخات کے اراکین کے اسمائے گرامی

رجسٹروں کو اس وقت تو ثیق نہیں ہوئی تھی کہ حضرات صحابہ کے اسماء گرامی اپنے صفحات میں محفوظ کر لیں اور بھائی بننے والوں کو کھاتے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ تاہم راوی حضرات کے سینوں نے جو نام محفوظ رکھے عیون الاثر فتح الباری و سیرۃ ابن ہشام کے حوالے سے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

مہاجرین	انصار
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
عمر بن خطاب	عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	سلامۃ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ عنہ
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ
سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ	ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ
ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ	عباد بن بشر رضی اللہ عنہ

- عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما
- ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
- سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ
- بلال رضی اللہ عنہ
- حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
- ابو مرثد رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
- عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
- ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ
- عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
- عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ
- طفیل بن الحارث رضی اللہ عنہ یعنی عبیدہ بن الحارث کے بھائی
- صفوان بن بیضا رضی اللہ عنہ
- مقداد رضی اللہ عنہ
- ذوالشمالین رضی اللہ عنہ
- ارقم رضی اللہ عنہ
- زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ
- عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ
- خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ
- سبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ
- مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ
- عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ

- حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما
- منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ابو الدرداء عویمر بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ
- عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ
- عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ
- عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
- ابو دجانہ رضی اللہ عنہ
- سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
- ابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ
- عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ
- سفیان نسر خزرجی رضی اللہ عنہ
- رافع بن معلی رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
- یزید بن الحارث رضی اللہ عنہ
- طلحہ بن زید رضی اللہ عنہ
- معن بن عدی رضی اللہ عنہ
- سعد بن زید رضی اللہ عنہ
- مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
- منذر بن محمد رضی اللہ عنہ
- عبادۃ بن الخشخاش رضی اللہ عنہ
- زید بن المزین رضی اللہ عنہ
- مجذر بن ذیاد رضی اللہ عنہ

عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
مہجع مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ	سراقہ بن عمرو بن عطیہ رضی اللہ عنہ

حضرات انصار رضی اللہ عنہم اجمعین نے مواخات کا حق ادا کر دیا

انصار نے جو مواخات کا حق ادا کیا اور جس مخلصانہ ایثار کا ثبوت دیا اولین و آخرین میں اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے زر و دولت مال اور جائیداد سے جو مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ تو کیا ہی کہ زمین اور باغات مہاجرین کو دے ڈالے ان سب سے بڑھ کر یہ کیا جس انصاری کے دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہہ دیا کہ جس بیوی کو تم پسند کرو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ طلاق کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم اپنی جائیدادیں تقسیم کرنے کو تیار ہو گئے

عرب میں عقد موالات کا اثر مرنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا تھا کہ مولیٰ (جس سے یہ معاملہ ہوتا تھا) وہ چھٹے حصے کا مستحق ہوا کرتا تھا۔ اس کے بموجب رشتہ اخوت کا اثر وفات کے بعد ظاہر ہونا چاہیے تھا کہ ایک دوسرے کا وارث ہوتا۔ مگر حضرات انصار نے بیعت عقبہ کے سلسلہ میں جب دعوت دی تھی تو امداد کا وعدہ بھی کیا تھا۔ آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رشتہ اخوت قائم فرمایا تو حضرات انصار کی مخلصانہ اور ایثار شیوہ ذہانت نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ امداد کا طریقہ برادرانہ ہونا چاہیے۔

امداد کرنے کے لئے جائیداد تقسیم نہیں کی جاتی۔ مگر برادر زندگی میں برابر کا شریک ہوتا ہے لہٰذا حضرات انصار نے فیصلہ فرمایا کہ مہاجر بھائیوں کو اپنی زندگیوں میں برابر کا شریک بنا لیں چنانچہ دربار رسالت میں درخواست پیش کر دی۔

اقسم بیننا و بین اخواننا النخیل

ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان باغات تقسیم فرما دیجئے۔

منشوء یہ تھا کہ بھائیوں کا حصہ بھائیوں کے قبضہ میں دے دیا جائے۔ وہ اس کو اپنی ملک سمجھیں اپنی صوابدید کے بموجب اس میں تصرف کریں اور فائدہ اٹھائیں لیکن رحمت عالم صلی

اللہ علیہ وسلم کی شفقت نے یہ منظور نہیں فرمایا کہ حضرات انصار کی جائیدادوں سے ان کی ملکیت ختم کر دی جائے۔ حضرات انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تصور یہی تھا۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منظور نہیں فرمایا۔ حضرات مہاجرین کی حیثیت کو عارضی قرار دیا۔ چنانچہ جب حضرات مہاجرین کو جائیدادیں مل گئیں تو حضرات انصار کی جائیدادیں واپس کر دی گئیں۔

دوسری طرف دشواری یہ تھی کہ خود حضرات انصار کا جو مقصد تھا وہ اس پیشکش سے پورا نہیں ہوتا تھا حضرات انصار کا مقصد تو یہ تھا کہ مہاجرین کی مالی مشکلات ختم ہوں لیکن اس طرح تقسیم کے بعد حضرات مہاجرین "صاحب جائیداد" ضرور ہو جاتے مگر یہ حضرات تاجر پیشہ تھے کاشت کاری اور زراعت سے ناواقف تھے۔ وہ ان جائیدادوں سے پیداوار کر کے وہ استفادہ حاصل نہیں کر سکتے تھے جس کے لئے حضرات انصار نے پیش کیا تھا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انصار کو اس دشواری کی طرف توجہ دلائی۔

انصار رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق اپنی پیداوار میں بھائیوں کو حصہ دیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امداد کی صورت یہ ہے کہ زمین اور باغ کے بجائے پیداوار کا حصہ مہاجرین کو دو۔

باغات کی خدمت اور زمین کی کاشت کی ذمہ داری آپ صاحبان لیں اور پیداوار مہاجرین کو دے دیں۔

عام طور پر یہی صورت ہوئی اگرچہ بعض حضرات نے یہ بھی کیا کہ زمین اور باغ لے لیے اور خود کام کیا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو جو درخت دیے گئے تھے وہ ان پر مالکانہ تصرف کرتی رہیں اور اپنی ملک ہی سمجھتی رہی تھیں۔ جب ان کو واپس کرنے کو کہا گیا تو تیار نہ ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً دس گنی جائیداد دے کر ان کو واپس کرنے پر راضی کیا۔

حضرات مہاجرین نے بھی یہی فرمائش کی۔ کام کی ذمہ داری آپ لیں اور پیداوار میں ہمیں شریک کر لیں۔

حضرات انصار نے جیسے ہی یہ تجویزیں سنیں فوراً ان کے جذبات کی صدا بلند ہوئی سمعنا واطعنا (ہم نے سن لیا ہے ہم پوری پوری تعمیل کریں گے) دنیا نے بہت سے انقلاب دیکھے مگر اس انقلاب کی کوئی مثال چشم عالم کے سامنے نہیں آئی کہ مالک خود اپنی مرضی سے کاشت کار اور اجنبی ملک پردیس سے آئے ہوئے خود بخود زمیندار بن گئے۔ (سیرت مبارکہ)

رشتہ مواخات کی مضبوطی

یہ رشتہ مواخات اس قدر محکم اور مضبوط تھا کہ بمنزلہ قرابت ونسب سمجھا جاتا تھا جب کوئی انصاری مرتا تو مہاجر ہی اس کا وارث ہوتا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

ان الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض (الانفال ۷۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے۔

چند روز کے بعد میراث کا حکم تو منسوخ ہو گیا اور تمام مومنوں کو بھائی بنا دیا گیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ انما المومنون اخوۃ

اب مواخات کا رشتہ فقط مواسات یعنی ہمدردی اور غمخواری نصرت و حمایت کے لئے رہ گیا اور میراث نسبی رشتہ داروں کے لئے خاص کر دی گئی۔

بے مثال ہمدردی و ایثار

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی انصاری اپنے درہم و دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا تھا۔

چنانچہ مہاجرین نے انصار کی اس بے مثال ہمدردی اور ایثار کو دیکھ کر آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس قوم پر ہم آکر اترے ہیں ان سے بڑھ کر کسی قوم کو ہم نے ہمدرد اور غمگسار مخلص اور وفا شعار تنگی اور فراخی ہر حال میں مددگار نہیں دیکھا۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ سب اجر انہیں کو مل جائے اور ہم اجر سے بالکل محروم رہ جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں جب تک تم

ان کے لئے دعا کرتے رہو۔

اصحاب صفہ کے لئے انتظام

حضرات انصار جو ایثار کر چکے تھے اس پر وہ قانع نہیں تھے چنانچہ جائیداد کے اس بٹوارہ کے بعد بھی ان کا دست کرم کوتاہ نہیں ہوا وہ ان کی طرف بھی بڑھتا رہا جنہیں جائیدادیں نہیں ملی تھیں جو گھر بستی اور صاحب اہل و عیال نہیں تھے یہ اصحاب صفہ تھے ان کی خدمت بھی وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔

اصحاب صفہ کے لئے سوال کرنا حرام تھا۔ فاقہ سے بیہوش ہو کر ان کو گر جانا آسان تھا۔ مگر سوال کرنا محال۔ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ان کے چہروں سے بھی ان کے فاقہ کا راز فاش نہ ہو۔

حضرات انصار کی مزاج شناسی نے ان قناعت پسندوں کے لئے ایک نئی راہ تجویز کی۔ ان حضرات نے مسجد کے ستونوں میں رسیاں باندھ دیں۔ کھجوروں کے موسم میں وہ کھجور کے خوشے جن میں گدرے کھجور ہوتے تھے۔ درختوں سے کاٹ کر لاتے اور ان رسیوں میں لٹکا دیتے تھے کھجور پک کر گر جاتے یا یہ حضرات توڑ لیتے اور ان سے فاقہ کشائی کرتے رہتے تھے بظاہر یہ نقل ہوتا تھا مگر در حقیقت سد رمق کا ذریعہ تھا۔ فاقہ زدہ کی بے دلی ہو گئی تھیں۔ (سیرت مبارکہ)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایثار

ایک فاقہ زدہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کہ یا رسول اللہ میں سخت بھوکا ہوں۔ آپ نے گھر والوں سے دریافت کرایا کچھ کھانے کو ہے؟ ہر ایک گھر سے جواب آیا۔ صرف پانی ہے۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ کوئی صاحب ان کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں حضرت ابو طلحہ نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔ غرض وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ گھر میں جا کر بیوی سے کہا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مہمان کی عزت کرو (ادب و احترام سے مدارات کرو) اہلیہ محترمہ نے کہا صرف بچوں کے سہارے کا کھانا موجود ہے۔ حضرت ابو طلحہ نے فرمایا جو کچھ ہے تیار کرو۔ چراغ روشن کر لو بچوں کو بہلا کر سلا دو۔ محترم

خاتون نے ایسا ہی کیا۔ کھانا تیار کیا۔ چراغ جلایا۔ جب کھانے بیٹھے تو یہ خاتون اٹھیں بظاہر اس لئے کہ چراغ کی بتی بڑھا دیں۔ (لو تیز کر دیں) مگر بڑھانے کے بجائے میاں بیوی کی آپس کی تجویز کے مطابق چراغ بجھا دیا۔ اندھیرے میں کھانا شروع کیا۔ میاں بیوی ہاتھ اور منہ چلاتے رہے گویا کھا رہے ہیں۔ کھایا کچھ نہیں بھوکے پیٹ رات گزاری۔

مالِ غنیمت کا حصہ بھی مہاجرین پر نثار کر دیا

۴ھ میں قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا مگر ظاہر ہے ان کے اس منصوبہ سے وہ معاہدہ ختم ہو گیا جو بقاء باہم کے متعلق ۱ھ ہجری میں ہوا تھا (تفصیل آگے آئے گی) لامحالہ ان کو وہ سزا دی گئی جو ازروئے معاہدہ لازم تھی۔ یعنی ان کو اس علاقہ سے خارج کر دیا گیا۔ ان کی جائیدادیں اسلامی محروسہ میں داخل ہوگئیں۔

چونکہ یہ علاقہ جنگ کے بغیر قبضہ میں آیا تھا تو اس کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ وحی الٰہی نے اس کو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق قرار دیا۔

رسول اللہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب سے پہلے حضرات صحابہ کی مشکلات تھیں آپ نے حضرات انصار کو جمع فرما کر استصواب فرمایا کہ اس علاقہ کی اراضی انصار اور مہاجرین دونوں کو دی جائیں یا صرف مہاجرین کو دی جائیں تاکہ وہ حضرات انصار کی جائیدادیں واپس کر دیں اور ان کے مکانات خالی کر دیں۔؟

ارشاد گرامی کا جواب دینے کیلئے قبیلہ اوس اور خزرج کے دونوں سردار سعد بن عبادہ (خزرج) سعد بن معاذ (اوس) کھڑے ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ آپ تقسیم فرمائیں حضرات مہاجرین کو تقسیم فرما دیں۔ ہمیں نہ اپنے مکانات کی ضرورت ہے نہ جائیدادوں کی۔ بلکہ ہم بہت خوش ہوں گے اگر ہماری جائیدادوں اور ملکیتوں میں سے کچھ اور ان مہاجرین کو عنایت فرما دیں۔ جو راہ خدا میں وطن سے بے وطن ہوئے۔ گھروں سے

اجڑے جائیدادوں سے محروم ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیاضانہ جواب سنا تو مطمئن ہوئے اور دعا دی۔

اللهم ارحم الانصار وابناء الانصار اور بعض دوسری روایتوں میں تیسرا لفظ ابناء ابناء الانصار بھی ہے۔

جب آپ نے اس علاقہ کا ایک حصہ حضرات مہاجرین کو عنایت فرمایا۔ حضرات انصار میں سے دو صاحب بہت ضرورت مند تھے۔ حضرت ابودجانہ اور حضرت سہل بن حنیف ان کو کچھ جائیداد عطا فرمائی باقی علاقہ اپنے پاس رکھا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کاشت ہوتی تھی اور اس کی آمدنی میں سے ازواج مطہرات کا نفقہ ادا فرماتے تھے۔ باقی تمام آمدنی مسلمانوں کی جماعتی اور انفرادی خصوصاً جہادی ضرورتوں میں صرف کر دیتے تھے۔

بہرحال حضرات انصار نے نہ صرف یہ کہ اس جائیداد میں حصہ لینے سے معذرت کردی بلکہ اپنی باقی جائیدادوں کے متعلق بھی پیشکش کر دی۔ (سیرت مبارکہ)

مہاجرین میں سے بعض حضرات کا بیمار ہونا

مکہ جو حضرات مہاجرین کا وطن تھا، نہایت خشک اور گرم مقام تھا۔ ریتیلی ریت اور کنکریوں اور گرم پہاڑ جن میں شادابی کا نام نہیں تھا۔ اس کے برخلاف یثرب شاداب باغوں کے بیچ میں ایک کھلی ہوئی آبادی ہر طرف کھیت اور سبزہ اس کی ایک وادی جس کا نام بطحان تھا گویا گندے پانی کی جھیل تھی۔ جہاں سڑا ہوا پانی ہمیشہ بہتا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے پورے یثرب کی آب و ہوا مرطوب رہتی تھی۔ مکہ جیسے گرم اور خشک مقام کے آدمی یہاں آتے تو بیمار پڑ جاتے تھے اسی وجہ سے یہاں کا بخار حمی یثرب پورے عرب میں مشہور تھا چنانچہ حضرات مہاجرین یہاں پہنچے تو مزاج خراب ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہایت تیز بخار ہوا۔ وہ بحرانی کیفیت میں یہ شعر پڑھتے تھے۔

كل امرء مصبح في اهله — والموت ادنى من شراك نعله

لوگ اپنے اہل و عیال میں ہوتے ہیں تو صبح صبح ان کو دعا دی جاتی ہے۔
"نعم صباحاً" وہ حال یہ ہے کہ موت جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ گو حبشی تھے۔ مگر عمر گزری تھی مکہ کی گلیوں اور اس کی وادیوں میں۔ ان کو بخار ہوا تو بخار کی گھبراہٹ میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔

الا ليت شعري هل ابيتن ليلة — بواد وحولي اذخر وجليل

وهل اردن يوما مياه مجنة — وهل يبدون لي شامة وطفيل

کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیا میں کوئی رات وادی (مکہ) میں اس حالت میں گزار سکوں گا کہ میرے گرد (گھاس) اذخر اور (گھاس) جلیل ہو اور کیا کسی روز مجنہ کے چشموں پر

میرا اور دوست ہوسکے گا اور کیا کوئی سا اور کوئی شخص مجھے سامنے نظر آتے نہیں گے۔

پھر ان کے لئے بددعا بھی کرتے تھے جن کے ظلم وستم نے ان کو ہجرت پر مجبور کیا تھا۔ کہ اے اللہ ان لوگوں نے ہمیں اپنے وطن سے نکال کر اس وباوالی سرزمین میں پہنچایا۔ اے اللہ ان پر لعنت کر (ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دے)۔ (سیرت مبارک)

مدینہ اور مہاجرین کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اے اللہ ہمیں "مدینہ" بھی ایسا ہی محبوب بنا دے جیسے مکہ محبوب تھا۔ یا مکہ سے بھی زیادہ ہمیں مدینہ کی محبت دے دے۔ اے اللہ مدینہ کے صاع میں مدینہ کے مد میں ہمارے لئے برکت عطا فرما۔ خدا وندا ہمارے لئے اس کی آب وہوا کو صحت بخش کر دے۔ اور اس کے بخار کو یہاں سے منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے (سیرت مبارک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو تمام روئے زمین سے زیادہ مدینہ کی سرزمین میں وبا تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ مدینہ کو پاک وصاف فرما اور اس وبا کو جحفہ کی طرف منتقل فرما۔

قبولیت دعا کے لازوال اثرات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ اس قبولیت کے آثار آج تک نمایاں ہیں۔ کہ مدینہ منورہ کی آب وہوا نہایت معتدل اور خوشگوار ہے۔ دولت وثروت مدینہ میں نہیں ہے مگر ہر چیز میں برکت ہے۔ عموماً اہل مدینہ اس برکت کو دولت وثروت سے بہتر سمجھتے ہیں۔ (سیرت مبارک)

اب تو ماشاء اللہ ثروت بھی بے مثال ہے۔

یثرب سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پھر اس دار الہجرت کی جو محبت دلوں میں ڈالی گئی اس کا اوّلی نتیجہ یہ ہے کہ اس یثرب کو یثرب کے بجائے اپنے محبوب نبی کی طرف منسوب کر کے مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جانے لگا۔ پھر اسی ایک نام پر بس نہیں ہوئی بلکہ ارباب ذوق نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق نام رکھے جو سو سے زائد ہو گئے۔ ان میں سے پورا نوے نام علامہ سمہودی نے وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں شمار کرائے ہیں۔

اذان

نماز کی فرضیت

دو نمازیں صبح اور عصر کی تو ابتداء بعثت ہی میں فرض ہو چکی تھیں۔ پھر شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں لیکن باستثناء مغرب سب نمازیں دو دو رکعت تھیں۔ ہجرت کے بعد سفر کے لئے تو دو ہی رکعت باقی رہیں اور حضر میں ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں چار چار رکعت کر دی گئیں۔

جماعت کا اہتمام

جب مدینہ میں آزادی نصیب ہو گئی اور یہ موقع ملا کہ اللہ کا نام کھلم کھلا لیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو لازم قرار دیا۔ یہاں تک کہ حضرات صحابہ کا عام مذاق یہ بن گیا کہ جماعت کے بغیر وہ نماز کو جائز ہی نہیں سمجھتے تھے۔ بیمار آدمی بھی ساتھیوں کے سہارے مسجد میں آتا اور جماعت میں شریک ہوتا تھا اور سستی وہی کرتا تھا۔ جس کے دل میں نفاق ہوتا تھا۔ پھر شہر یا آبادی ہی نہیں بلکہ جہاں بھی تین مسلمان ہوں ان کے لئے یہی حکم ہوا کہ اگر وہ جماعت سے نماز نہیں پڑھتے تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے (کہ ان کے مذہبی معاملات درہم برہم ہو جاتے ہیں ان کا صحیح نظم قائم نہیں ہوتا)۔ (محمد میاں)

اذان کی ضرورت

اسلام یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ مسلمان سب کاروبار چھوڑ کر نماز اور مسجد کے لئے وقف ہو جائیں وہ جس طرح عبادت فرض کرتا ہے۔ ذرائع معیشت کی فراہمی کو بھی فریضہ قرار دیتا ہے اس نے جس طرح اہل و عیال کا نفقہ مرد پر لازم اور واجب کیا ہے ایسے ہی زکوٰۃ و

اسلام کا ایک رکن قرار دے کر آمدنی بڑھانے اور پس انداز کرنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔ مگر جب ذرائع معیشت کے لئے کاروبار میں مشغولیت ضروری ہے تو نمازوں کی جماعتوں کے لئے کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ معین وقت پر سب جمع ہو جائیں تاکہ اللہ کا فرض بھی ادا ہو اور دنیا کے کام بھی اطمینان سے ہوتے رہیں۔ صحابہ کرام اگرچہ اندازہ لگا کر جماعت کے وقت خود جمع ہو جاتے تھے۔ مگر ظاہر ہے یہ جذبہ اور شوق آئندہ نسلوں میں باقی رہنے والا نہیں تھا۔ چنانچہ جب جماعت کا سلسلہ شروع ہوا تو کچھ دنوں بعد یہ سوال سامنے آیا کہ نماز کے لئے جمع ہونے کی کوئی علامت مقرر کی جائے۔ (سیرت مبارکہ)

اذان کے طریقہ کی تعیین کے لئے اجلاس

حضرات صحابہ نے مختلف تجویزیں پیش کیں۔ کسی نے ناقوس کا ذکر کیا۔ کسی نے بوق کا۔ ایک صاحب نے تجویز پیش کی کہ آگ روشن کر دی جایا کرے۔ ناقوس کا رواج نصاریٰ میں تھا۔ بوق (بگل) کا یہود میں۔ اور آگ روشن کرنے کا مجوس (آتش پرستوں) میں یہ چیزیں علامت بن سکتی تھیں مگر ان میں یاد خدا اور عبادت کی معنویت نہیں تھی۔ پھر ان سب فرقوں میں عبادتوں میں تحریف اور من مانی تبدیلی کے علاوہ شرک کی آمیزش بھی ہو چکی تھی یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ عبادت (نماز) جو تنہا خدا واحد کے لئے مخصوص ہو اس کا اعلان مشرکانہ طرز پر ہو۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تجویز بھی منظور نہیں فرمائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ بلند آواز سے پکار دیا جایا کرے الصلوٰۃ جامعۃ اس وقت یہ تجویز منظور کر لی گئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ الصلوٰۃ جامعۃ پکار دیا کریں۔ لیکن یہ آخری یا قطعی فیصلہ نہیں تھا۔ (محمد میاں)

خواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاہدات

صحابہ کرام جن کے دینی جذبات میں امنگ تھی اور یہی امنگ ان کے تمام جذبات پر غالب آ چکی تھی ان کی طلب پوری نہیں ہوئی۔ اعلان نماز کے لئے مناسب طریقہ کی جستجو باقی رہی تو ایک شب میں متعدد صحابہ نے ایک خواب دیکھا۔ ان میں سے اللہ تعالیٰ نے

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ کو یہ توفیق بخشی کہ وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ کوئی شخص ناقوس بیچ رہا ہے میں نے اس سے قیمت معلوم کی۔ اس نے کہا کس کام کیلئے خرید تے ہو۔ میں نے کہا کہ جماعت کا اعلان کیا کریں گے۔ اس سبز پوش شخص نے کہا میں تمہیں اس سے بہتر صورت بتاتا ہوں۔ جب نماز کا وقت ہو کوئی ایک شخص اس طرح پکارا کرے۔ (سیرت مبارکہ)

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوۃ، حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

اور پھر ذرا ہٹ کر اقامت کی تلقین کی کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو اس طرح کہو اور حی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوۃ کا اضافہ کیا جب صبح ہوئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ خواب بیان کیا۔ سنتے ہی ارشاد فرمایا۔

تحقیق یہ خواب بالکل سچا اور حق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اذان واقامت کے الفاظ کی تعیین

بعد ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن زید کو حکم دیا کہ یہ کلمات بلال کو بتلا دیں کہ وہ اذان دے اس لئے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔

بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں آواز پہنچی اسی وقت چادر گھسیٹتے ہوئے گھر سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ۔

والذی بعثک بالحق لقد رایت مثل الذی اری

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا۔ البتہ تحقیق میں نے بھی ایسا ہی دیکھا جیسے عبداللہ بن زید کو دکھایا گیا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فللہ الحمد

وكان امر البدء بالاذان رؤيا ابن زيد او لعام ثان

اور اذان کی ابتداء عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب سے ہوئی یہ واقعہ سنہ ۱ ہجری یا سنہ ۲ ہجری میں پیش آیا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔

اذان کی مشروعیت کی ترتیب کے اسرار

اذان کی مشروعیت بذریعہ خواب کے بظاہر اس لیے ہوئی کہ اذان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت ورسالت کے اعلان پر مشتمل ہے اور آپ کی نبوت ورسالت کا ڈنکا بجانا اور آپ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینا یہ خادموں اور غلاموں کا فریضہ ہے۔ لیلۃ المعراج میں حق تعالیٰ نے بالمشافہ آپ کو نماز کا حکم دیا اور آسمانوں کے عروج ونزول میں آپ کو اذان سنائی گئی۔ آسمان میں فرشتہ نے اذان دی اور آپ نے سنی جیسا کہ خصائص کبریٰ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

پھر ہجرت کے بعد جب نماز کے اجتماع کیلئے اعلام اور اعلان کی ضرورت محسوس ہوئی تو عبداللہ بن زید کو خواب میں اذان اور اقامت دکھائی گئی اور عبداللہ بن زید نے خواب میں جو اذان اور اقامت دیکھی حضور پرنور نے سنتے ہی سمجھ لیا کہ یہ وہی اذان اور اقامت ہے جو میں نے شب معراج میں آسمان پر سنی تھی اس لیے آپ نے سنتے ہی فرمایا انها لرؤیا حق۔ یہ سچا خواب ہے یعنی میں نے بحالت بیداری جو شب معراج میں سنا ہے۔ اسکے بالکل مطابق اور موافق ہے۔

اذان کے کلمات کی ترکیب کے اسرار وبرکات

کلمات اذان کی ترکیب اور ترتیب بھی نہایت عجیب ہے کہ چند کلمات میں اسلام کے تین بنیادی اصول توحید اور رسالت اور آخرت پر مشتمل ہے۔ اللہ اکبر میں خداوند ذوالجلال کی عظمت وکبریائی کا بیان ہے اور اشہد ان لا الہ الا اللہ میں توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہے اور اشہد ان محمدا رسول اللہ میں اثبات رسالت ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت کا طریقہ ہمیں اس نبی برحق کے ذریعہ معلوم ہوا اور نماز ان توحید ورسالت کے بعد لوگوں کو سب سے افضل و بہتر عبادت

(نماز) کی طرف حی علی الصلاۃ کہہ کر بلایا جاتا ہے پھر اخیر میں حی علی الفلاح کہہ کر فلاح دائمی کی طرف دعوت دی جاتی ہے جس سے سعادت کی آخرت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ اگر ہمیشہ دائم اور ہمیشگی کی بہبودی اور کامیابی چاہتے ہو تو مولائے حقیقی کی اطاعت اور بندگی میں لگے رہو فلاح سے آخرت کی دائمی کامیابی مراد ہے اور اخیر میں پھر کہہ دیتے ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ کہ اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور برتر ہے اس کے سوا کوئی معبود اور کوئی لائق اطاعت اور بندگی نہیں دیکھو!

اذان چونکہ اسلام کا ایک عظیم شعار ہے اور اس کے کلمات میں خاص انوار و برکات ہیں اس لئے شریعت میں یہ حکم ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دی جائے تاکہ ولادت کے بعد سب سے پہلے توحید و رسالت کی آواز کان میں پہنچے تاکہ عہد الست کی تجدید و تذکیر ہو جائے۔

اذان کے کلمات کی تعداد

اذان اور اقامت کے بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں ابو محذورہ کی اذان میں ترجیع آئی ہے جس میں اذان کے انیس کلمے ہیں اور اقامت کے سترہ کلمے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ نے ابو محذورہ کی اذان کو اختیار فرمایا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن زید کی حدیث کے مطابق اذان کو اختیار فرمایا۔ اس لئے کہ اذان کی اصل مشروعیت عبداللہ بن زید کے خواب سے وابستہ ہے عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کے موافق خواب دیکھا۔

بعد ازاں بلال رضی اللہ عنہ آپ کی تمام عمر زندگی بھر آپ کی موجودگی میں وہی اذان دیتے رہے جو عبداللہ بن زید سے ان کو منقول ہوئی تھی۔

اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ نے ان وجوہ کی بنا پر اذان کی اس کیفیت کو افضل قرار دیا کہ جو عبداللہ بن زید کی حدیث میں مذکور ہے۔

یہودیوں سے معاہدہ اور اُس کی شقیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں یہود کی سرگرمیاں

مدینہ منورہ میں اکثر و بیشتر آبادی اوس وخزرج کے قبائل کی تھی۔ مگر عرصہ دراز سے یہود بھی یہاں آباد تھے اور ان کی کافی تعداد تھی۔ مدینہ منورہ اور خیبر میں ان کے مدرسے اور علمی مراکز تھے اور خیبر میں ان کے متعدد قلعے تھے۔ یہ لوگ اہل کتاب تھے۔ اور سرزمین حجاز میں بمقابلہ مشرکین ان کو علمی تفوق اور امتیاز حاصل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس وقت بھی یہود۔ قریش کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اکساتے رہے اور ان کو تلقین کرتے رہے کہ آپ سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق دریافت کرو وغیرہ وغیرہ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آتش حسد وعناد اور مشتعل ہوگئی اور سمجھ گئے کہ اب ہماری علمی برتری ختم ہوئی اور اہل ہوا وہوس نے حق کی عداوت میں اپنے پچھلوں کا اتباع کیا۔ ویقتلون النبین بغیر حق اور اصحاب سبت کی روش اختیار کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود سے معاہدہ

علماء اور احبار یہود میں سے جو صالح اور سلیم الفطرت تھے انہوں نے نبی آخر الزمان کی پیش گوئیوں کو ظاہر کیا اور آپ پر ایمان لائے مگر اکثر وں نے معاندانہ رویہ اختیار کیا اور حسد اور عناد ان کے لئے سد راہ بنا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک تحریری

معاہدہ کیا تاکہ دین کی مخالفت اور عناد میں زیادتی اور مسلمان ان کے فتنہ اور فساد سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ آپ نے ہجرت مدینہ کے پانچ ماہ بعد یہود مدینہ سے ایک معاہدہ فرمایا جس میں ان کو اپنے دین اور اپنے اموال و املاک پر برقرار رکھ کر حسب ذیل شرائط پر ان سے ایک تحریری عہد لیا گیا۔ (ابن اسحاق)

یہود سے کئے گئے معاہدہ کی دستاویز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) یہ تحریر ہے محمد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اللہ کے رسول ہیں قریش کے مومنین و مسلمین اور اہل یثرب کے درمیان اور جو ان کے تابع ہیں اور ان سے الحاق کئے ہوئے ہے اور کوشش جدوجہد میں ان کے ساتھ ہیں۔

(۲) یہ کہ یہ سب (اپنے ماسوائے) تمام انسانوں کے مقابلہ میں ایک امت ہوں گے۔

(۳) قریش کے وہ افراد جو ہجرت کرکے آئے ہیں۔ وہ اپنے حال پر بدستور رہیں گے (ان کی آزادی اور ان کے حقوق بدستور رہیں گے) قصاص وخون بہا اور دیت سے متعلق جو ان کا دستور ہے اور جو ان کے معاہدات ہیں وہ بدستور رہیں گے ان کا کوئی شخص قید ہوگا تو اس کا فدیہ وہ خود ادا کریں گے (کوئی حلیف اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا) یہ تمام باتیں اس طرح ہونگی کہ مسلمانوں کیساتھ بھی عام دستور کے مطابق بھلائی اور انصاف کا معاملہ کیا جائے گا۔

(۴) بنو عوف کی آزادی اور ان کے حقوق بدستور رہیں گے۔

(۵) یہ کہ مسلمان کسی ایسے شخص کو جو قرض میں دبا ہوا کثیر العیال ہو اس بات سے نہیں چھوڑیں گے (کہ محروم نہیں کریں گے) کہ اس کو اچھی طرح عطیہ دیں۔ فدیہ یا دیت کے سلسلے میں۔

(۶) اور یہ کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ کسی مسلمان کو نظر انداز کرکے اس کے حلیف سے معاہدہ کرلے (جو مسلمان پہلے سے حلیف ہے اس کو بھی اس معاہدہ اور عہدو پیمان میں شریک رکھنا ہوگا)

(۷) اور یہ کہ اہل تقویٰ مومنین سب کی طاقت متحد رہے گی اس شخص کے مقابلہ میں جو

ان سے بغاوت کرے (ان پر ظلم و زیادتی کرے) یہ ظالمانہ طریقہ پر ان سے وصول کرنا چاہے یا مسلمانوں کے آپس میں گناہ ظلم یا فساد پھیلانا چاہے۔ ایسے شخص کے مقابلہ میں ان کی مخالفت متحد رہے گی۔ خواہ (وہ ظالم) کسی کا اپنا لڑکا ہی ہو۔

(۸) یہ کہ کوئی مومن کسی مومن کو کسی کافر کی حمایت میں قتل نہیں کرے گا۔ نہ کسی کافر کی کسی مومن کے مقابلہ میں مدد کی جائے گی۔

(۹) یہ کہ اللہ کی ذمہ داری (پناہ) ایک ہے (یعنی اللہ کے نام پر جو ذمہ داری لی جائے گی اس کا احترام تمام مسلمانوں پر لازم ہوگا پناہ دے سکتا ہے مسلمانوں کی ذمہ داری پر سب سے معمولی درجہ کا مسلمان بھی۔

(۱۰) اور یہ کہ ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ولی ہوگی (معاہدہ صلح و جنگ میں شریک ہوگا) یہ ولایت غیر مسلم کو حاصل نہیں ہوگی۔

(۱۱) اور یہ کہ جو یہودی ہمارے ساتھ ہوں گے ان کی مدد کی جائے گی ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے گی وہ مظلوم نہیں ہوں گے۔ نہ ان کے ساتھ انتقامی کارروائی کی جائیگی۔

(۱۲) اور یہ کہ مسلمانوں کی صلح ایک ہے کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے بغیر قتال فی سبیل اللہ (راہ خدا میں جنگ) کے سلسلہ میں صلح نہیں کرسکتا مگر اس صورت میں کہ مساوات ہو اور آپس میں پوری طرح انصاف ہو (جب کسی معمولی مسلمان کے عہد و پیمان کو بھی یہ اہمیت ہے کہ وہ سب مسلمانوں کا عہد و پیمان مانا جاتا ہے تو مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ صلح عہد و پیمان اسکی صورت سے کرے جس میں حقوق کی مساوات اور سراسر عدل و انصاف ہو۔ اگر اس میں کوتاہی کی ہے تو صرف اپنے حق میں نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے حق میں کوتاہی ہے (واللہ اعلم)۔

(۱۳) اور یہ کہ مجاہدین (غازیوں) کی جو جماعت ہمارے ساتھ (ہمارے نظام کے ماتحت) غزوہ کریگی اس کا ہر دو نمبروار ہوگا۔ ایک ہی جماعت (فوج) مسلسل نہیں جائے گی بلکہ ہر ایک مرتبہ جا چکی ہے تو اب دوسری جماعت جائے گی۔ اس کے بعد اپنے نمبر پر یہ جاسکے گی۔

(۱۴) اور یہ کہ مسلمان ایک دوسرے کے برابر ہوگا اس (امتحان کی بنا پر جو پیش آیا ہوگا ان کے خونوں کو اللہ کی راہ میں۔ یعنی جانی قربانی معیار ہے فرق مراتب کی معیار پر ہوگا۔ جن

کی قربانیاں مساوی ہیں ان کا درجہ بھی مساوی ہوگا۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ قبائل میں جو فرق مراتب پہلے تھا اب وہ قانوناً تسلیم نہیں ہوگا۔ جب تک قربانیاں بھی اسی درجہ کی نہ ہوں۔

(۱۵) اور یہ مومن متقی بہت بہتر طور طریق اور نہایت مضبوط اصول پر قائم رہیں گے (اہل ایمان اور اہل تقویٰ کا فرض ہوگا کہ ان کے اطوار بہتر اور ان کے اصول و اخلاق مضبوط ہوں۔

(۱۶) اور یہ کہ کوئی مشرک قریش کے کسی مال کی ذمہ داری نہیں لے گا نہ کسی قریشی کی جان کی ضمانت کریگا (پناہ دیگا) نہ کسی قریشی کی حمایت میں کسی مسلمان کے آڑے آئے گا۔

(۱۷) جو شخص کسی بے قصور مسلمان کو قتل کر دیگا جس کا ثبوت (باقاعدہ) شہادت موجود ہو تو اس کے قصاص میں ماخوذ ہوگا (جان کے بدلہ جان دینا ہوگا) البتہ اگر مقتول کے وارث خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو خون بہا دینا ہوگا اور تمام مسلمانوں کو جماعتی حیثیت میں اس اصول کو نافذ کرنا ہوگا جب تک اس پر عمل نہ ہو جائے کسی اور کام میں مشغول ہو جانا مسلمانوں کیلئے درست نہ ہوگا۔

(۱۸) اور یہ کہ جائز نہیں ہوگا کسی صاحب ایمان کیلئے جو اس دستاویز کے مضمون کا اقرار کرے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے یہ کہ کسی فتنہ پرداز کی مدد کرے یا کسی فتنہ اٹھانے والے کو پناہ دے (اپنے یہاں ٹھہرائے) اور جو اس کی مدد کریگا وہ اس کو پناہ دیگا (ٹھہرنے کا موقع دیگا) اس پر اللہ کی لعنت خدا کا غضب قیامت کے دن اور نہ اس کی توبہ قبول ہوگی نہ فدیہ (کفارہ)

(۱۹) اور یہ کہ جب بھی اس عہد نامہ کی کسی بات میں اختلاف کرو تو مرجع اللہ ہوگا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (اس کا فیصلہ ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ ہوگا جو اس عہد نامہ کے بانی اور معاہدہ کرنیوالوں کے سرپرست ہیں اور آپ سے ہی فیصلہ کی اپیل ہوگی)

(۲۰) جب تک کسی جنگ کا سلسلہ رہے تو مصارف جنگ مسلمانوں کے ساتھ یہود کو بھی برداشت کرنے ہوں گے۔

(۲۱) اور یہ کہ بنی عوف کے یہودی اور مسلمان ایک امت ہوں گے۔ یہود کیلئے ان کا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین (اپنے اپنے مذہبوں میں آزاد رہتے ہوئے تیسرے

کے مقابلہ میں ایک متحدہ طاقت ہوں گے) اور جو ان کے موالی ہیں (آزاد کردہ غلام) یا ان کے حلیف اور وہ خود ۔ ان سب کے لئے یہی ہے (کہ وہ اپنے دین پر) مگر وہ شخص جو ظلم کرے ۔ کیونکہ ایسا شخص خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت (متعلقین) ہی کو برباد کرے گا (اس بربادی کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی)

(۳۲) یہود بنی نجار کے لئے بھی وہی شرطیں اور وہی حقوق ہیں جو یہود بنی عوف کے بیان کئے گئے ۔

(۳۳) اس کے بعد یہود بنی الحارث ، یہود بنی ساعدہ ، یہود بنی جشم ، یہود بنی الاوس ، یہود بنی ثعلبہ کا نام لیا گیا ہے اور ہر ایک کے متعلق یہ الفاظ دہرائے گئے ہیں ۔ مثلاً ما لیہود بنی عوف ، ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو یہود بنی عوف کے حقوق ہیں ۔ آخر میں یہ ہے مگر وہ شخص جو ظلم کرے یا کوئی جرم کرے کیونکہ ایسا شخص خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت (متعلقین) کو برباد کر دیگا (اس بربادی کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی)

پھر یہ چند تشریحی اور توضیحی دفعات ہیں ۔

(الف) یہ کہ جفنہ ثعلبہ کا بطن (ضمنی قبیلہ) ہے ۔

(ب) یہ کہ بنی شطبہ کے وہی حقوق ہیں جو یہود بنی عوف کے (تسلیم کئے گئے) اور یہ کہ بر (نیکی اور بھلائی) نصب العین اور اصول کار ہوگا گناہ اور جرم نہیں ۔

(ج) قبیلہ ثعلبہ کے موالی (حلیف آزاد کردہ غلام) کی حیثیت خود بنی ثعلبہ جیسی ہوگی ۔

(د) یہود کے اہل و عیال اور ان کے خواص اور ماتحت خاندانوں اور افراد کی حیثیت خود یہود جیسی ہوگی (ان کے وہی حقوق ہوں گے جو یہود کے ہیں)

(ہ) اور یہ کہ جو جس کے ماتحت یا جس کے ساتھ ہے وہ اس سے علیحدہ نہیں ہوگا مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت سے

(۳۵) اور یہ کہ کسی بدلہ لینے کو کوئی زخم کے قصاص (زخم کے بدلے میں زخم) پر ۔

(۳۶) جو کسی کو بے خبری میں دھوکے سے مار دے اس کی ذمہ داری خود اس پر ہے اور اس کے اہل بیت پر مگر وہ شخص جس نے ظلم کیا ہو اور ہم اللہ کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ

خوبی اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ان شرائط پر عمل کریں گے۔

(۲۷) اور یہ کہ یہود اپنے مصارف کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے مصارف کے (جو اس عہد نامے کی شرطوں کو پورا کرتے ہیں کرنے پڑیں گے)

(۲۸) اور یہ کہ جو فریق اس معاہدہ میں شریک ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے ان کے مقابلہ میں جو ان معاہدہ کرنے والوں سے جنگ کریں گے۔

(۲۹) اور یہ کہ اس معاہدہ کے تمام فریق آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی ہدایت کریں گے۔ نیک کردار رہیں گے جرم اور گناہ نہیں کریں گے۔

اور یہ کہ کوئی شخص اپنے حلیف کے ساتھ مجرمانہ فعل نہیں کریگا اور یہ کہ مظلوم مستحق مدد گار ہوگا

(۳۰) اور یہ کہ جب تک کوئی جنگ ہوگی تو مسلمانوں کے ساتھ یہود بھی خرچہ جنگ برداشت کریں گے۔

(۳۱) اور یہ کہ وہ پورا علاقہ جو حدود یثرب میں ہے ان سب کے لئے واجب الاحترام (محفوظ علاقہ) ہوگا۔ جو اس عہد نامہ میں شریک ہیں۔

(۳۲) اور یہ کہ پڑوسی کو خود اپنی جان کی برابر سمجھا جائیگا نہ اس کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ اس کے ساتھ کوئی مجرمانہ فعل کیا جائے گا۔

(۳۳) اور یہ کہ نہیں حفاظت اور پناہ میں لیا جائے گا کسی خاتون کو مگر اس کے اہل (ذمہ دار) کی اجازت سے۔

(۳۴) اور یہ کہ اس عہد نامہ کے فریقوں کے درمیان جو کوئی نئی بات پیش آئے یا کوئی نزاع ہو جس سے فساد کا خطرہ ہو تو اس میں اللہ اور محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ کہ ہم سب اللہ کو حاضر ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ جو کچھ اس عہد نامہ میں ہے اس کی پوری پابندی کریں اور اس کو نیکی اور بھلائی کے ساتھ پورا کرینگے۔

(۳۵) اور یہ کہ نہ قریش کو پناہ دی جائے گی نہ اس کو جو قریش کی مدد کرے

(۳۶) اور یہ کہ اس عہد نامہ کے تمام شریک ایک دوسرے کی مدد کریں گے اس کے

مقابلہ میں جو یثرب پر چڑھ آئے (حملہ کرے)

(۳۷) اور یہ کہ اس عہد نامہ کے جملہ فریق جب (مسلمانوں کی طرف سے) ان کو کسی کے ساتھ صلح کرنے کی دعوت دی جائے گی وہ صلح کریں گے اور صلح پر عمل کریں گے اور یہ کہ جب مسلمانوں کو اسی جیسی صلح کی دعوت دی جائے تو وہ بھی صلح کریں گے مسلمانوں پر یہ ان کا حق ہوگا مگر یہ کہ کسی سے دین کے بارے میں جنگ ہو رہی ہو۔ (مذہبی جنگ ہو)۔

(۳۸) اور یہ کہ ہر فریق پر اس حصہ کی ذمہ داری ہے جو اس کی جانب میں ہے۔

(۳۹) اور یہ کہ قبیلہ اوس کے یہودان کے موالی (حلیف یا آزاد کردہ غلام) ان کو وہی حقوق ہوں گے جو اس عہد نامہ کے تمام فریقوں کو ہوں گے پوری نیک کرداری اور مخلصانہ بھلائی کے ساتھ نیک کرداری ہی ہمارا اصل اصول ہوگا۔ مجرمانہ فعل (سے کوئی تعلق نہیں ہوگا) ہر ایک عمل کرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا (اس کے فعل کو کسی دوسرے پر نہیں ڈالا جا سکے گا) اور اللہ تعالیٰ کو ہم حاضر و ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ جو کچھ اس دستاویز میں لکھا گیا ہے اس پر پوری سچائی سے اور نیک کرداری کے ساتھ عمل کریں گے۔

(۴۰) اور یہ کہ یہ تحریر کسی ظالم اور مجرم کے لئے آڑ نہیں بنے گی۔ جو مدینہ سے باہر ہو وہ بھی امن میں اور جو اندر رہے وہ بھی امن میں رہے گا۔ مگر یہ کہ وہ ظلم کرے یا جرم کا ارتکاب کرے اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محافظ ہیں۔ جو نیک کردار ہو کر پوری پابندی کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ (سیرت ہند کر)

حضرت صرمہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا

قبل از اسلام توحید و عبادت سے وابستگی

صرمہ بن ابی انس انصاری نجاری رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے توحید کے دلدادہ اور کفر و شرک سے متنفر اور بیزار تھے ایک مرتبہ دین مسیحی میں داخل ہونے کا ارادہ بھی کیا لیکن (غالباً نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کی بناء پر) ارادہ فسخ کر دیا۔

بڑے عابد و زاہد تھے۔ راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے کبھی ریشے کا بنا ہوا ٹاٹ پہنتے تھے ہمیشہ دھلے ہوئے کپڑوں کا استعمال کرتے تھے۔

عبادت کیلئے ایک خاص کوٹھڑی بنا رکھی تھی جس میں حائضہ اور جنب کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اور یہ کہا کرتے تھے "میں رب ابراہیم علیہ السلام کے رب کی عبادت کرتا ہوں۔

اپنے زمانہ کے بڑے شاعر تھے۔ اشعار تمام تر حکیمانہ وعظ اور نصیحت سے بھرے ہوئے تھے۔

مسلمان ہوئے تو یہ اشعار کہے

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو صرمہ بہت معمر اور بوڑھے ہو چکے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بااسلام ہوئے اور یہ اشعار کہے

ثوى في قريش بضع عشرة حجة يذكر لو يلقى صديقا مواتيا

حضور نے مکہ مکرمہ میں دس سال سے زیادہ قیام کیا لوگوں کو وعظ نصیحت فرماتے تھے اور اس کے متمنی تھے کہ کوئی دوست اور مددگار مل جائے۔

ویعرض فی اھل المواسم نفسہ　　فلم یرمن یؤدی ولم یرداعیا

اور اہل موسم پر اپنے نفس کو پیش فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنے یہاں لے جائے اور ٹھکانہ دے مگر کوئی ٹھکانہ دینے والا اور دعوت دینے والا نہ ملا۔

فلما اتانا اظہر اللہ دینہ　　فاصبح مسرور بطیبۃ راضیا

پس جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو غلبہ عطا کیا اور مدینہ سے مسرور اور راضی ہوئے۔

والفی صدیقا واطمانت بہ النوی　　وکان لہ عونا من اللہ بادیا

اور یہاں آکر دوست بھی ملے اور فرقت وطن کے غم سے بھی اطمینان ہوا اور وہ دوست من جانب اللہ آپ کے لئے کھلا معین اور مددگار ہوا۔

یقص لنا ماقال نوح لقومہ　　وماقال موسیٰ اذاجاب المنادیا

آپ ہمارے لیے وہ باتیں بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بیان کیں۔

فاصبح لایخشی من الناس واحدا　　قریبا ولا یخشی من الناس نائیا

اور یہاں آکر ایسے مطمئن ہوئے کہ کسی کا ڈر نہ رہا نہ قریب کا نہ بعید والے کا۔

بذلنا لہ الا موال من جل مالنا　　وانفسنا عند الوغی والتاسیا

ہم نے تمام مال آپ کے لئے نثار کر دیا اور لڑائی کے وقت اپنی جانیں آپ کے لئے قربان کر دیں۔

ونعلم ان اللہ لاشیء غیرہ　　ونعلم ان اللہ افضل ھادیا

اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقۃً کوئی شے موجود ہی نہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ ہی سب سے بہتر ہدایت کرنے والا ہے اور توفیق دینے والا ہے۔

نعادی الذی عادیٰ من الناس کلھم　　جمیعا وان کان الحبیب مصافیا

ہم ہر اس شخص کے دشمن ہیں کہ جو آپ کا دشمن ہو اگر چہ وہ ہمارا کتنا ہی محب مخلص کیوں نہ ہو۔

سنہ ۱ھ کے سرایا

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ہجرت کے سات مہینے بعد رمضان المبارک ۱ھ میں یا ربیع الاول ۲ھ میں علی اختلاف الاقوال تیس مہاجرین کی جمعیت کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ قریش کے تین سو سواروں کا قافلہ جو ابوجہل کی سرکردگی میں شام سے مکہ واپس آ رہا ہے اس کا تعاقب کریں ہجرت کے بعد یہ پہلا سریہ تھا اس جمعیت میں مہاجرین کے سوا انصار میں سے کوئی نہ تھا۔ جب حضرت حمزہ سیف البحر پر پہنچے اور فریقین کا آمنا سامنا ہو گیا اور جنگ کے لئے صفیں قائم ہو گئیں۔ جب تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا ابوجہل قافلہ لے کر مکہ چلا گیا اور حضرت حمزہ مدینہ واپس آ گئے۔

سریہ عبیدۃ بن حارث رضی اللہ عنہ

پھر ہجرت کے آٹھ مہینہ بعد ماہ شوال ۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساٹھ یا اسی سواروں پر عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں کوئی انصاری نہ تھا۔

وہاں پہنچ کر قریش کے دو سو سواروں کی جمعیت سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مگر لڑائی کی نوبت

نہیں ہوئی۔ صرف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر چلایا۔ یہ پہلا تیر تھا جو اسلام میں چلایا گیا۔ ابوسفیان بن حرب یا عکرمہ بن ابی جہل یا مکرز بن حفص علی اختلاف الاقوال اس جماعت کے افسر تھے۔ مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان جو پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے مگر قریش کے پنجہ میں ہونے کی وجہ سے ہجرت سے مجبور تھے۔ قریش کے قافلہ کے ساتھ ہو لئے تا کہ جب موقع پڑے تو مسلمانوں میں جا ملیں۔

چنانچہ اس موقع پر جب مسلمانوں اور قریش کا مقابلہ ہوا تو یہ دونوں حضرات کفار کے گروہ سے نکل کر مسلمانوں میں آ گئے۔

حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ کی روانگی چونکہ نہایت قریب قریب ہے اس لئے علماء کا اختلاف ہے بعض حضرت حمزہ کی روانگی کو مقدم بتاتے ہیں اور بعض حضرت عبیدہ کی روانگی کو مقدم کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں بعث معاً واقع ہوئے اس لئے اشتباہ ہو گیا کسی نے سریہ حمزہ کو مقدم بتلایا اور کسی نے سریہ عبیدہ کو پہلے بتلایا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ صحیح ہے۔

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

پھر ماہ ذی قعدہ ۱ھ میں بیس مہاجرین کی پیادہ جمعیت کو سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں خرار کی طرف روانہ فرمایا۔

خرار جحفہ کے قریب ایک وادی ہے۔ غدیر خم بھی اسی کے قریب میں واقع ہے۔

یہ لوگ دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے۔ خرار پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ نکل چکا ہے۔ یہ لوگ مدینہ واپس آ گئے۔

حصہ اول ختم ہوا

لب پہ درود

لب پہ درود ، دل میں خیالِ رسولؐ ہے
اب میں ہوں اور کیفِ وصالِ رسولؐ ہے

دائم بہارِ گلشنِ آلِ رسولؐ ہے
سینچا گیا لہو سے نہالِ رسولؐ ہے

حُسنِ حسنؓ کو دیکھ ، حسینِ حسینؓ کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسولؐ ہے

بوبکرؓ ہوں ، عمرؓ ہوں ، وہ عثماںؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسولؐ ہے

اسلام نے غلام کو بخشی ہیں عظمتیں
سب سرورِ مومنین ، بلالِؓ رسولؐ ہے

ان نقشِ پائے ختمِ رسلؐ میرا تخت ہے
اور سر کا تاج خاکِ نعالِ رسولؐ ہے

جامِ جم اس کے سامنے کیا چیز ہے نفیس
جس کو نصیب جامِ جمالِ رسولؐ ہے

[شوال المکرم ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء]